ماہنامہ
خوفناک ڈائجسٹ
WWW.PAKSOCIETY.COM
جون 2014
دلوں کو لرزا دینے والی
خوفناک اور سنسنی خیز کہانیاں
خونی تصویر نمبر
RS:65

CPL No.219

ماہنامہ

خوفناک ڈائجسٹ

لاہور

ماہ جون 2014

خونی تصویر نمبر

قیمت 65 روپے

جلد نمبر 18 شمارہ نمبر 1

ماہ نامہ خوفناک ڈائجسٹ لاہور

پوسٹ بکس نمبر 3202، غالب مارکیٹ، گلبرگ لاہور

خوفناک ڈائجسٹ ماہ جون 2014 کے شمارے خونی تصویر نمبر کی جھلکیاں

فرمانبردار جن

سجاد حسین

۱۴۸

مجھے یہ شعر پسند ہے

تلاش

پیاروں کے نام شعر

پھول اور کلیاں

آپ کے خطوط

جلد نمبر شمارہ نمبر

غزلیں نظمیں

خونی تصویر نمبر

اسلامی صفحہ

پیارے نبی ﷺ کی پیاری باتیں

☆ ہر کلام سے سچا خدا کی کتاب ہے۔
☆ تمام طریقہ ہائے زندگی سے بہتر محمد ﷺ کی سنت ہے۔
☆ تمام بیانوں سے بہتر بیان قرآن ہے۔
☆ اونچا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔
☆ تھوڑا مال غفلت میں ڈالنے والی مال داری سے بہتر ہے
☆ شک اور تذبذب کفر کی علامت ہے۔
☆ جھوٹی زبان سب گناہوں سے بڑا گناہ ہے۔
☆ چوری اور خیانت غذائے جہنم کا سامان ہے۔
☆ شراب نوشی تمام گناہوں کا سرچشمہ ہے۔
☆ واقعی بد بخت ہے جو پیدائشی بد بخت ہے۔
☆ عمل کا دارومدار اس کے انجام پر ہے۔
اور بدترین خواب جھوٹا خواب ہے۔
☆ مومن کو گالی دینا فسق ہے۔
☆ جو دوسروں کو معاف کرے گا خدا اس کو معاف فرماتا ہے۔
اور ☆ مومن سے جنگ کرنا کفر کی علامت ہے
☆ بدترین غذا یتیم کا مال ہے
جو خدا سے بے نیازی برتتا ہے خدا اس کو جھٹلاتا ہے۔
☆ جو نقصان پر صبر کرتا ہے خدا اس کو اس کا بدلا دیتا ہے
☆ جو صبر کا رویہ اختیار کرتا ہے خدا اس کے اجر میں اضافہ کرتا ہے۔
☆ جو غصے کو پی جاتا ہے خدا اس کو اس کا صلہ دیتا ہے۔
☆ جو چیز چلی آرہی ہے وہ بہت قریب ہے۔
☆ اور تم میں سے ہر چار ہاتھ زمین میں جانے والا ہے اور معاملہ آخرت میں پیش ہونے والا ہے۔

☆ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اور تین بار استغفار پڑھا اور خطبہ ختم فرمایا۔

محمد صفدر رونھی کراچی۔

سوچنے کی باتیں

☆ وہ زندگی ہی کیا جو دوسروں کے کام نہ آسکے

☆ وہ مصروفیات ہی کیا جس میں اسلامی باتیں نہ ہوں

☆ وہ مذہب ہی کیا جس میں اللہ رسول ﷺ کی بات نہ ہو

☆ وہ بہادری کیا جس میں صبر نہ ہو

☆ وہ موت ہی کیا جس پر لوگ اشک بار نہ ہوں

☆ وہ تحریر ہی کیا جس سے دوست خوش نہ ہو

☆ وہ انسان ہی کیا جس میں خوف خدا نہ ہو

☆ وہ وعدہ ہی کیا جس میں وفا نہ ہو

☆ وہ کمائی ہی کیا جس میں رزق حلال نہ ہو

☆ وہ درس گاہ ہی کیا جس میں قرآن کی تعلیم نہ ہو

☆ وہ مسلمان ہی کیا جس کو روضہ رسول ﷺ کی زیارت کی چاہت نہ ہو

☆ وہ آنکھ ہی کیا جس میں شرم حیا نہ ہو

ایم وائی سچا، جدہ

روشن خیالات

☆ نماز روزے سے بھی بڑھ کر افضل ہے کہ مسلمان کی آپس میں صلح کرادی جائے

☆ دانا وہ شخص ہے جو دیکھ کر اس کے مطابق کام کرے

☆ زبان کی نرمی انسانی آگ پر پانی کا اثر رکھتی ہے

☆ مہمان کے آگے کم کھانا رکھنا بے مروتی ہے اور حد سے زیادہ کھانا رکھنا تکبر ہے

☆ ایک بار جب کوئی حصول علم کی ابتدا کر دیتا ہے تو اس پر اپنی جہالت کے پہلو روشن ہو جاتے ہیں یہ احساس اسے علم کی طرف لے جاتا ہے

☆ وہ دن میرے لیے موت سے کم نہیں جس دن میں نے کچھ سیکھا نہیں۔

☆ اگر تم چاہتے ہو تو اپنے خیالات کو بدل کر اپنی زندگی کو بہتر بنا سکتے ہو

☆ رحم دلی میں غلطی کرنا ظلم میں کارنامہ انجام دینے سے بہتر ہے

محمد صفدر رونھی، کراچی

ماں کی یاد میں

تیری ہر خوشی پہ قربان میری جاں۔ ماں تو سلامت رہے میری ماں

خون دے کے پالے ہیں یہ پودے گلشن کے۔اس چمن پہ رہتی ہے تو سدا مہرباں

ماں تو سلامت رہے میری ماں

محتاج ہوں میں تیری اک اک دعا کی۔رہے میرے سر پہ سدا تیری چھاں

ماں تو سلامت رہے میری ماں

میری پیاری ماں تو پیار کا ایک بہت ہی گہرا سمندر ہے تیری گہرائی کو کوئی نہیں جانتا اس اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ ماں تیرے پیار کی گہرائی بہت زیادہ ہے جس کا کوئی ناپ تول نہیں ہے میں تیری بیٹی ہوں اور تیری ہی گود میں پلی ہوں ماں میں تو تیرے ہر دکھ کو جانتی ہوں تیری تکلیف کو سمجھتی ہوں ماں کتنے پیارے وہ دن تھے جب تو مجھے اپنے پاس بیٹھا کر کھانا کھاتی تھی بلکہ ماں تو تو کہتی ہے کہ جب تک اولاد کھانہ لے تجھے بھوک ہی نہیں لگتی ماں تیرے پیار کا اندازہ میں کیسے لگاؤں کہ ایک طرف ڈانتا اور دوسری طرف گود میں بیٹھا کر پیار کرتی ہو ماں مجھ سے کبھی بھی ناراض نہ ہونا ماں میں تیرا بیٹا نہیں ہوں جو اپنی بیوی کے لیے اپنی ماں کو دھکے دے کو نکال دوں گا جو اپنی بیوی کو شاندار گھر میں اور تجھے اندھیری کوٹھری میں رکھوں گا جو بیوی کو طرح طرح کے کھانے اور تجھے اپنے بچوں کا بچا کچا کھلاؤں گا جو اپنی بیوی کے پرانے کپڑے تجھے پہناؤں گا میں تو تیری بیٹی ہوں تیرا چہرا دیکھا سوتی ہوں تیری پیاری صورت اٹھتے ہی دیکھ صبح کا آغاز کرتی ہوں ماں تو مجھے نظر نہ آئے تو تجھے ڈھونڈنا شروع کر دیتی ہوں ماں تیرے بن تو گھر میں اندھیرا سا ہو جاتا ہے ماں میری ہر تمنائیں تو تیری وجہ سے پوری ہوتی ہوتی ہیں ہر خوشی تو تجھے دیکھ کر رہتی ہے پھر میں ان خوشیوں کی تمنا کیوں کروں جن میں تو شامل نہیں ہوتی ماں تیری گود کی نرمی تو آج بھی نہیں بھول پائی ہوں ماں کسی نے سچ کہا ہے کہ جب ماں یا باپ مر جائیں تو بیٹا بار بار گھڑی دیکھتا ہے کہتا ہے جلدی دفنا ئیں میت کا ٹائم ہونے والا ہے میت کو دفنانے کے بعد کھانا کھلانا ہے مگر ماں بیٹیاں تو اپنی ماں باپ کا چہرہ دیکھ دیکھا کر روتی رہتی ہے ہائے میری امی کو مت لے کر جاؤ میری امی کے بغیر میرے یہ دروازے بند ہو جائیں گے میری امی کو میرے پاس ہی رہنے دو مگر ماں کوئی بھی اس وقت بیٹی کی نہیں سنتا ماں میں تو بیٹی ہوں تجھ سے دور نہیں رہ سکتی ماں میں بیٹا نہیں ہوں جو تجھے بیمار کو چھوڑ کر کسی دوسرے ملک چلا جاؤں گا اور وہاں جا کر کہوں گا ماں میں بہت پیسا کما رہا ہوں تیری پیاری امی بھولا ہی ہے مگر ماں بیمار ہوتی ہے اٹھنے کی ہمت نہیں ہوتی بیٹے کی بات سن کر کہتی ہے بیٹا اللہ تجھے بہت دے میری دعا ہے کہ اللہ تجھے تیری سوچ سے بھی زیادہ دے اور اپنے بیٹے کی آواز سن کر آنکھیں بھر آتی ہیں دیکھ نہیں سکتی آواز کے ساتھ آنکھوں میں آنسو اور ہونٹوں پہ پھر مسکراہٹ ہی آتی ہے جب آواز بند ہوتی ہے تو تو رو کر کہتی ہے بیٹا تو جہاں رہے خوش۔

کشور کرن۔چونکی۔

ذکر الٰہی

ماہر طبیبوں نے عروہ ابن زبیر کے پیر کا معائنہ کرنے بعد جو فیصلہ دیا اسے سن کر تمام اہل خاندان کے دل دہل گئے مگر آپ کے چہرے پر بدستور سکون تھا طبیبوں نے کہا کہ ان کے ایک پیر میں ایسی بیماری ہے اگر اسے نہ کاٹا گیا تو ان کی ہلاکت یقینی ہے اگر آپ لوگ چاہتے ہیں کہ یہ زندہ رہیں تو ہمارا مشورہ یہی ہے کہ ان کا ایک پیر کاٹ دیا جائے بال بچے روتے رہے مگر جناب عروہ نے اپنا پیر بخوشی آرے کے نیچے رکھ دیا پیر کاٹنے سے پہلے جراحوں نے ایک دوا پلانا چاہی جناب عروہ نے پوچھا یہ دوا کیوں پلائی جا رہی ہے ایک جرح نے کہا کہ یہ بے

ہوشی کی دوا ہے اس کے پلانے سے یہ فائدہ ہوگا کہ آپ پیر کٹنے کی تکلیف سے بچ جائیں گے آپ کا شعور معطل ہو جائے گا اور ہم اپنا کام با آسانی سے کرلیں گے اس پر جناب عروہ نے فرمایا میں نہیں سمجھتا کہ ایک ایسا شخص جو اللہ پر ایمان رکھتا ہو وہ ایسی دوا پی سکتا ہو جس سے اس کا شعور معطل ہو جائے اور وہ ہر چیز کو بھول جائے حتیٰ کہ اپنے اللہ کو بھی کیا میں جب دوا پیوں گا اور بے ہوش ہو جاؤں گا تو اپنے اللہ کو بھول نہیں جاؤں گا اس سے غافل نہیں ہو جاؤں گا میں اس دوا کو پینے کے لیے تیار نہیں ہوں میں ہوش وحواس میں ہی رہوں گا آپ میرا پاؤں کاٹیں میں اپنے رب کو یاد کرتا رہوں گا چنانچہ ٹخنے سے ایک پاؤں کاٹ دیا گیا اور آپ چپ چاپ دیکھتے رہے نہ کسی بے چینی کا اظہار کیا نہ ہی چیخ و پکار کی مگر آزمائش کا ٹائم ابھی ختم نہیں ہوا تھا عروہ کے سات بیٹے تھے جب عروہ کا پاؤں کاٹا جا رہا تھا تو عروہ کا ایک پیارا بیٹا چھت پر سے گرا اور فوت ہو گیا مگر آپ کے ہاتھوں صبر وضبط کا دامن نہ چھوٹا آنکھیں بہہ رہی تھیں مگر زبان پر نالے نہ تھے لوگ تعزیت کے لیے آئے فرمایا اللہ تیرا شکر ہے دو ہاتھ ایک پاؤں میرے پاس چھوڑ دیئے میرے مالک میری یہ اولاد تو نے ہی دی تھی ہاتھ پاؤں تو نے ہی بخشے تھے ان کا مالک تو ہی ہے تو نے جو لے لیا اس کا تو ہی حق دار ہے تیری ہی عطا کردہ تھیں آزمائش بھی تیری طرف سے آئی ہے عافیت سے تو نے نواز رکھا ہے یہ تو بہت ہی ناشکری کی بات ہے کہ آدمی آزمائش کی گھڑی میں عافیت کے زمانے کو فراموش کر دے میں تیرا ناشکرا بندہ نہیں بنوں گا۔

والدین کی قدر

آج کل مغربی تہذیب کے زیر اثر ہمارے معاشرے میں عموماً والدین کو شکایت رہتی ہے کہ ہماری اولاد نافرمان ہے اور اکثر دیکھا بھی یہی گیا ہے کہ جب بچے جوان ہو کر اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جاتے ہیں تو یہ بات فراموش کر دیتے ہیں کہ آج ہم جو کچھ ہیں اس کے پیچھے ہمارے والدین کی کس قدر قربانیاں کار فرما ہیں بجائے اپنے والدین کی خدمت وطاعت تو درکنار ان سے انتہائی بدتمیزی اور نامناسب سلوک کرتے ہیں

خلیل احمد ملک شیدانی شریف...

تلاش عشق۔ قسط نمبر ۵

تحریر۔ ریاض احمد باغبانپورہ لاہور۔ 0341.4178875

دن ڈھلا سورج ڈوبا۔ رات ہوئی تاریکی پھیلی تو وہ کمرے سے نکل کر باہر کی طرف چل دی آج اس کو ذرا بھی خوف نہیں آ رہا تھا۔ کیونکہ اس نے ایک رات قبرستان میں بسر کی تھی وہی پہلے والی جگہ اس نے اپنے اس چلے کے لیے منتخب کی گھر سے نکلنے کے بعد وہ دھیرے دھیرے چلتی ہوئی قبرستان جا پہنچی اور اس نے ایک نظر ادھر ادھر خاموش قبروں کو دیکھا چند لمحوں کے لیے اس کے دل میں قبروں کا خوف آیا جو بعد میں ختم ہو گیا وہ قبرستان کے اندر چلی گئی اور اسی جگہ جا پہنچی جہاں اس نے ایک رات کا چلہ کیا تھا۔ اور حصار کھینچ کر کھڑی ہوئی۔ دو گھنٹے تک وہ پڑھتی رہی اور چلہ کرتی رہی اس کو کچھ بھی دکھائی نہ دیا اور نہ ہی کچھ سنائی دیا۔ لیکن آدھی رات گزرنے کے بعد یکدم اس کو زمین ہلتی ہوئی دکھائی دی۔ یہ منظر دیکھ کر اس نے اپنی بند آنکھوں کو کھول لیا تھا۔ اور ادھر ادھر دیکھنے لگی زمین ایک جھولے کی مانند لرز رہی تھی یہاں تک کہ اس کا پاؤں بار بار زمین پر لگنے کی کوشش کر رہا تھا جسے وہ بہت ہی مشکل سے سنبھال رہی تھی۔ کافی دیر تک ایسا ہی ہوتا رہا پھر زمین نے لرزنا بند کر دیا۔ لیکن اس کے بالکل سامنے سے مٹی اڑنے لگی اس کو یوں لگا کہ جیسے آندھی چلنے لگی ہو۔ مٹی اس کی آنکھوں تک آنے لگی تھی۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں کچھ دیر بعد آنکھیں کھولیں تو سامنے کا منظر دیکھ کر اس کے منہ سے ایک بھیانک چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی اس کے بالکل سامنے والی قبر سے مٹی اڑتی جا رہی تھی اور قبر کے اندر موجود سفید کفن اس کو دکھائی دے رہا تھا۔ وہ کانپ کر رہ گئی۔ ساتھ ہوائیں بھی چلنے لگیں تھیں جو دھیرے دھیرے آندھی کا روپ دھارتی جا رہی تھیں ہر چیز بکھرتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی اس کے قدم بار بار ڈگمگا رہے تھے۔ قبر میں موجود سفید کفن مکمل طور پر مٹی سے صاف ہو گیا تھا۔ اور پھر وہ کفن ہلا۔ ساحل کی نظریں اس کی طرف ہی تھیں وہ اسے خوفزدہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ کفن حرکت کر رہا تھا۔ اس کے بند کھلتے جا رہے تھے جیسے اس میں موجود مردہ کفن کو کھولنے میں لگا ہو۔ پھر کفن ہوا سے ایک طرف اڑا مردے کا چہرہ ننگا ہو گیا۔ مردے نے گردن موڑ کر ساحل کی طرف دیکھا تو ساحل کے منہ سے ایک بھیانک چیخ نکلی۔ اس کے ساتھ ہی اس کا دماغ چکرانے لگا۔ ایک سسکتی تیز اور اداس آواز سنائی دی۔

ساحل آج بہت خوش تھی کیونکہ اس کی برسوں کی خواہش پوری ہونے جا رہی تھی اس کی بچپن سے ہی خواہش تھی کہ وہ کوئی چلہ کرے کسی جن کو قابو کرے اور اس سے ہر وہ کام لے جو اس کے دل میں آئے۔ ڈائجسٹ میں کہانیاں پڑھتے پڑھتے اس کے اندر ایک جنون پیدا ہو چکا تھا۔ اور اپنے اس جنون کو پورا کرنے کے لیے وہ یہ سب کر رہی تھی حالانکہ وہ جانتی تھی کہ یہ کام کوئی آسان نہیں ہے اس میں اس کی جان بھی جا سکتی ہے لیکن اس کے باوجود وہ یہ کرنے کے لیے وہ تیار تھی۔ اور اسی وجہ سے وہ بابا کے پاس رات کے اندھیرے میں چلی آئی تھی اور اس کو ایک کہانی سنانے کے بعد اس سے ایک چلہ لے لیا تھا۔ اس نے بابا جی کو صاف بتا دیا تھا کہ اسے میرا شوق سمجھیں یا جنون کیونکہ میں نے لوگوں سے کہتے ہوئے سنا ہے کہ وہ انسان کبھی بھی ناکام نہیں ہوتے

ایک وہ جو جس کے اندر شوق ہو اور دوسرا وہ جو محنت کرنا جانتا ہو۔ مجھ میں دونوں چیزیں موجود ہیں مجھے ایسے کام کرنے کا شوق بھی ہے اور میں محنت کرنا بھی جانتی ہوں۔ بس مجھے آپ کی راہنمائی کی ضرورت ہے۔ اگر آپ نے میرا ساتھ دیا میرے پیچھے رہے تو یقیناً میرے لیے کامیابیوں کے دروازے کھلتے جائیں گے۔
اور بابا جی اس کی بات سن کر مسکرا دیئے تھے۔ شاید وہ جان گئے تھے کہ یہ جنونی لڑکی ہے اور جنون میں کامیابی حاصل کر سکتی ہے لیکن اس کے باوجود بھی انہوں نے اس کو کوئی پائیدار چلہ نہ دیا تھا بلکہ ایک دن کا دے دیا تھا تاکہ وہ دیکھ سکیں کہ وہ ایک رات کسی قبرستان میں گزار سکتی ہے یا نہیں۔ اگر وہ ایک رات قبرستان میں گزار سکتی ہوگی تو پھر وہ اس کو اس کی منزل تک پہنچا دیں گے۔ اس کی پرانی خواہشوں کو پورا کر دیں گے لیکن اگر وہ ناکام ہوئی تو پھر شاید اس کو اتنا نقصان نہ ہو جو دوسرے لوگوں کو ہوتا ہے۔ ساحل کی خوشی کی کوئی بھی انتہا نہ تھی اس کو اب رات ہونے کا انتظار تھا۔ یہ وقت اس نے کیسے گزارا تھا یہ وہ ہی جانتی تھی۔ جب سے بابا جی سے مل کر آئی تھی اس کا دھیان چلہ کی طرف ہی تھا وہ بار بار اپنا ورد دوہرا رہی تھی ورد کوئی زیادہ لمبا نہ تھا مختصر سا تھا جو اس نے بہت ہی جلد یاد کر لیا تھا اور اب اس کو دوہرا رہی تھی تاکہ وہ کسی بھی بھیانک چہرے کو دیکھ کر اپنا ورد بھول نہ جائے۔ رات کے بعد دن بھی بیت گیا وہ شام کے وقت قبرستان چلی گئی وہ اکیلی نہ گئی تھی اپنی ایک سہیلی کے ساتھ گئی تھی تاکہ کوئی اس کے اکیلے میں شک نہ کرے اس نے اپنی سہیلی کو کچھ بھی نہیں بتایا تھا صرف اتنا بتایا تھا کہ رات کو اس کی ایک دوست خواب میں ملی تھی اس نے کہا تھا کہ وہ اس کے پاس کبھی بھی نہیں آئی ہے اس لیے اس کی قبر پر جا رہی ہے۔ قبرستان زیادہ دور نہ تھا شہر کے علاقے میں ہی تھا جہاں آنے جانے کا راستہ بھی بنا ہوا تھا لوگ آتے جاتے رہتے تھے اکثر رات گئے تک لوگوں کا وہاں سے گزر ہوتا تھا۔ وہ چلتے چلتے اپنی دوست کی قبر پر جا پہنچی۔ اور وہاں کھڑے کھڑے ہی وہ اپنے چلے کے لیے جگہ کا انتخاب کرنے لگی اور قبر سے کچھ ہٹ کر اس کو ایک محفوظ جگہ دکھائی دی جو اس نے اپنے چلے کے لیے منتخب کر لی۔ وہ اپنی سہیلی کے ساتھ اس جگہ جا کر کھڑی بھی ہوئی تھی اور کچھ دیر اپنی سہیلی سے باتیں بھی کی تھیں اس کے بعد واپس آ گئی تھی۔

اس کی سہیلی بالکل بے خبر تھی کہ ساحل کے دل میں کیا ہے۔ وہ تو اس کے ساتھ ایسے ہی باتیں کر رہی تھی جیسے عام حالات میں کرتے ہیں وہاں کچھ دیر رکنے کے بعد وہ دونوں واپس آ گئیں اور پھر ساحل کو رات کی تاریکی پھیلنے کا انتظار ہونے لگا وہ بار بار گھڑی کو دیکھتی اس نے رات گیارہ بجے جانا تھا اور صبح تک وہاں ہی رہنا تھا۔ کبھی کبھی اس کے دل میں ڈر خوف پرورش پاتا لیکن وہ ڈر اور خوف زیادہ دیر اپنے اوپر حاوی نہ ہونے دیتی۔ یہ سوچ کر وہ ڈر خوف کو سر سے اتار پھینکتی کہ اگر وہ ڈر گئی تو پھر وہ پوری زندگی کبھی بھی کامیاب نہ ہو سکے گی۔ بس یہی وجہ تھی کہ اس نے اپنے آپ کو بہادر لیا تھا۔ ویسے بھی ویرانے میں رہنے کا تجربہ اس کو ہو چکا تھا اور وہاں اس نے ایک سایہ کا سامنا بھی کیا تھا جو دیکھنے میں گو کہ خوبصورت تھا لیکن تھا تو وہ بھوت ہی۔ اسکے علاوہ کہانیوں میں پڑھنے والی کہانیوں نے اس کے خوف کو قدرے کم کر رکھا تھا۔

جونہی رات کے گیارہ بجے تو وہ سیاہ چادر میں خود کو لپیٹے قبرستان کی طرف چل دی۔ لیکن جونہی اس نے قبرستان کی حدود میں قدم رکھا تو خوف کا ایک شدید جھٹکا اس کو لگا اس کا دل چاہا کہ وہ واپس مڑ جائے لیکن پھر اس نے خود کو سنبھالا اور کچھ دیر اندھیرے میں ڈوبی ہوئی قبروں کو دیکھتی رہی پھر قبرستان کے اندر چلی گئی۔

راج۔۔راج۔آمنہ نے پانی میں کسی کا عکس دیکھ کر راج کو آوازیں دیں۔ یہ یہ دیکھو کوئی سیاہ سایہ ہے جو

قبرستان میں کھڑا ہے۔ اس کی آوازیں سن کر راج اس کے پاس آیا اور پانی میں لہراتے ہوئے عکس کو دیکھنے لگا کافی دیر تک وہ عکس کو دیکھتا رہا اور پھر اسکو اس نے پہچان لیا اور بولا۔

آمنہ یہ سایہ نہیں ہے جانتی ہو کون ہے یہ ساحل ہے۔

کیا ساحل۔ آمنہ چونکی۔

ہاں ساحل کوئی ورد کر رہی ہے۔

لیکن اس کو ورد کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ ہم جو تھے ان سب کی حفاظت کرنے کے لیے۔ آمنہ نے کہا۔

ہاں۔ تمہاری بات ٹھیک ہے لیکن تم نے اس کی باتوں سے اندازہ نہیں لگایا تھا اس نے صاف لفظوں میں سب کو کہا تھا کہ وہ بھی کوئی ایسا عمل کرنا چاہتی ہے جس سے وہ غیب کی چیزوں کو دیکھ سکے ان سے لڑ سکے ہمیں دیکھ کر اس کے اندر کا جنون مزید بڑھ گیا تھا۔

اوہ۔ آمنہ نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ بھی ہم جیسی بننا چاہتی ہے۔

ہاں اس کو اپنا شوق پورا کرنے دو اچھی بات ہے وہ ایک بہادر لڑکی ہے میں نے اس کے اندر کو دیکھ لیا تھا اس کے اندر خوف بہت کم ہے وہ کہیں بھی جاتے ہوئے ڈرتی بہت کم ہے۔ ہمیں اس کی مدد کرنا چاہیے آؤ چلیں اس کے قبرستان میں تاکہ اگر اس کے دل میں کچھ ڈر وغیرہ جگہ بنالے تو کم از کم ہماری موجودگی کو دیکھ کر اس کا وہ ڈر ختم ہو جائے گا۔

ہاں چلو۔ آمنہ نے کہا اور یوں دونوں ایک ساتھ اس قبرستان کی طرف چل دیئے۔ ویسے تم نے ہانیہ کے بارے میں کیا رائے قائم کی ہے آمنہ نے چلتے چلتے پوچھا۔

یہی کہ وہ ایک ڈری ہوئی لڑکی ہے سایہ کا اس پر گہرا اثر ہے اسے ہر وقت وہی ہی دکھائی دیتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس کے خوف سے وہ کسی بھی وقت کچھ بھی کر سکتی ہے۔

مجھے اس بیچاری پر بہت ترس آتا ہے۔ جی چاہتا تھا کہ اس کے پاس ہی رہوں لیکن ایسا بھی نہیں کر سکتی ہوں ترس تو مجھے بھی بہت آتا ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ اس کے گلے میں جو تعویز ہے وہ اس کو حفاظت کر سکے۔

اللہ کرے ایسا ہی ہو آمنہ نے کہا اور ایسی ہی باتیں کرتے کرتے وہ ساحل کے قبرستان میں جا پہنچے۔

ساحل۔ آمنہ نے اس سے کچھ دور کھڑے ہو کر اس کو آواز دی۔ ساحل ایک لڑکی کی آواز سن کر ڈر گئی اس کے دل کو ایک شدید جھٹکا لگا اسے یوں لگا کہ جیسے اس کا دل بند ہو جائے گا۔ بہت ہی مشکل اس نے خود کو سنبھالا ہو سکتا تھا کہ وہ نہ سنبھلتی لیکن آمنہ کی دوسری آواز نے اس کے بجھتے ہوئے دل کو سکون دے دیا تھا۔ ساحل میں آمنہ ہوں اور راج بھی میرے ساتھ ہے۔ ہم نے تم کو چلہ کرتے ہوئے دیکھ لیا تھا اس لیے تمہارے پاس چلے آئے کہ تم ڈر نہ جاؤ تم نے اپنے اس چلے کو کامیاب بنانا ہے ہم تمہارے ساتھ ہیں جب تک تمہارا یہ چلہ مکمل نہیں ہو جاتا ہم یہاں ہی رہیں گے۔ تم ڈرنا نہیں۔ آمنہ مسلسل بولتی جا رہی تھی۔ اور پھر ساحل کو راج کی آواز بھی سنائی دینے لگی وہ آمنہ سے باتیں کر رہا تھا۔ ساحل پر سکون ہو گئی جو اس کے دل میں کچھ خوف تھا وہ بھی ختم ہو گیا تھا۔ وہ پر سکون ہو کر اپنا چلہ کرتی جانے لگی۔

دیکھو دیکھو تم میرا پیچھا چھوڑ دو۔ میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔ ہانیہ کو اپنے کمرے میں اسے سایہ کا ہیولہ دکھائی دیا تو وہ کانپ سی گئی۔ اور اپنے بستر پر سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اسکے کمرے میں ہلکا ہلکا دھواں ابھر رہا تھا۔ جو

دھیرے دھیرے ایک انسانی روپ میں خود کو تحلیل کر رہا تھا۔ اور جلد ہی وہی سایہ اس کے سامنے موجود تھا۔ اس کی نیلی آنکھوں میں غضب کا غصہ تھا۔ ایک قہر تھا۔ ایک طوفان تھا۔

تمہاری وجہ سے مجھے بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے میں تو سمجھ رہا تھا کہ تم میرے قبضے میں آ گئی ہو لیکن یہ میری سوچ تھی تم میری ہوتی ہوئی بھی مجھ سے دور ہونے لگی اور اتنی دور ہو گئی کہ میں ہاتھ ملتا رہ گیا۔ تم کیا سمجھتی ہو کہ میں تم کو ایسے ہی چھوڑ دوں گا نہیں نہیں یہ تمہاری بھول ہے میں تمہیں اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک تمہارا خون نہ کر دوں گا تمہارے خون کی مجھے اشد ضرورت ہے۔ تم نہیں جانتی ہو کہ میں نے تم کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے کتنی محنت کی ہے۔ لمحہ لمحہ تمہارے ساتھ رہا ہوں ایک ایک پل پل اپنا اثر تم پر ڈالتا رہا ہوں لیکن اس راج کے بچے نے میری ساری محنت پر پانی پھیر دیا۔ لیکن پھر کیا ہوا جو ہونا تھا ہو گیا وہ سمجھ رہا ہے کہ میں اس کی قید میں ہوں یہ اس کی بھی بھول ہے میں کسی کی بھی قید میں نہیں رہ سکتا ہوں میں تم سب کے نام اپنے دل میں لکھ رکھے ہیں اور ایک ایک کر کے تم سب کو مار ڈالوں گا میں سب کو دیکھ رہا ہوں۔ اس ساحل کو دیکھو وہ چلہ کرنے چلی ہے۔ بھلا ایک دن کے چلے میں اس نے کیا کر لینا ہے کرنے دو اس کو چلہ میں اس کے راستے کی رکاوٹ نہیں بنوں گا۔ کیونکہ میں جب چاہوں اس کی گردن دبوچ سکتا ہوں۔ لیکن پہلے مجھے تم سے نمپٹنا ہے۔ چلو آؤ میرے ساتھ۔

نہیں نہیں میں تمہارے ساتھ کہیں بھی نہیں جاؤں گی۔ ہانیہ ڈرتے ڈرتے بولی۔ تو جواب میں ایک قہقہ بلند ہوا۔ جس نے کمرے کے در و دیوار کو ہلا کر رکھ دیا۔ تمہیں چلنا تو ہوگا۔ ورنہ تمہیں اٹھانا پڑے گا۔ اتنا کہہ کر اس نے اپنے ہاتھ ہانیہ کی طرف بڑھائے تو وہ کانپ کر رہ گئی۔

نہیں نہیں تم ایسا کچھ بھی نہیں کرو گے۔

میں بہت کچھ کرنا چاہتا ہوں اگر خود چل دو تو شاید موت کے علاوہ کچھ بھی نہ کروں اگر زبردستی تمہیں اٹھا کر لے جاؤں تو پھر شاید وہ بولتا بولتا چپ ہو گیا۔ اور گہری نظروں سے ہانیہ کو دیکھنے لگا جو مسلسل کانپ رہی تھی۔ اس کا پورا جسم پسینے سے بھیگ رہا تھا۔

چلتی ہوں چلتی ہوں۔ لیکن تم مجھے ہاتھ نہیں لگاؤ گے۔

وہ قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔ ہاں نہیں لگاؤں گا ہاتھ چلو میرے پیچھے پیچھے چلتی آؤ اتنا کہہ کر اس نے دروازے کی طرف دیکھا تو اس کی کنڈی خود ہی گر گئی اور دروازہ خود بخود کھل گیا۔ وہ دروازے سے باہر نکل گیا ہانیہ بھی اس کے پیچھے پیچھے چلتے ہوئی گھر سے باہر نکل گئی وہ جان گئی تھی کہ وہ سایہ جو اس پر عاشق ہے وہ اس کی جان لے کر ہی چھوڑے گا اور وہ کب تک اس سے بچتی رہے گی کب تک اس کے خوف کے سائے میں جیتی رہے گی گھٹ گھٹ کر روز مرنے سے بہتر ہے کہ ایک ہی دن مر جاؤں۔

راج راج وہ دیکھو۔ یکدم آمنہ چیخی۔ وہ سایہ ہانیہ کو لئے ہوئے جا رہا ہے وہ اس کو مار دے گا۔

آمنہ کی بات سن کر راج نے دور بہت دور دیکھا تو کانپ گیا۔ ہاں وہ ہانیہ ہی ہے لیکن وہ اس کے ساتھ کیوں جا رہی ہے وہ جانتی ہے کہ وہ اس کی جان کا دشمن ہے پھر وہ اس کے ساتھ کیوں جا رہی ہے۔ وہ زیر لب بڑبڑایا۔

آؤ ہمیں اس کی مدد کرنا چاہیے۔ اگر اسے کچھ ہو گیا تو پھر وہ ہم میں سے کسی کو بھی نہیں چھوڑے گا تم

نہیں جانتے ہو کہ ہانیہ کا خون کا اس کے کس قدر اہم ہے اگر اس نے ہانیہ کا خون پی لیا تو سمجھ لینا کہ ہم سب ہی اس کے سامنے کمزور ہو جائیں گے۔ کئی سالوں سے وہ ہانیہ کا پیچھا کر رہا ہے۔ اور اب۔۔۔ آمنہ ڈرے ہوئے لہجے میں بولتی چلی گئی۔

ہاں چلو۔ راج نے کہا۔ لیکن میرا علم کہتا ہے کہ اگر اس نے ہانیہ کا خون کر دیا تو اس کا خون اس پر زیادہ اثر نہیں کرے گا کیونکہ محبت میں جان دینے والی لڑکی کا خون ہی اس کے لیے اثر رکھتا ہے جبکہ ہانیہ کی چال کو دیکھو یوں لگ رہا ہے کہ جیسے وہ ڈری ڈری سی اس کے ساتھ چل رہی ہے۔

ہاں تمہاری بات درست ہے لیکن ہم نے ہانیہ کو مرنے نہیں دینا ہے اگر اس کے خون میں زیادہ اثر نہیں ہے لیکن کچھ تو ہوگا ہی ہو سکتا ہے کہ وہی تھوڑا سا اثر ہماری زندگیوں کے لیے عذاب بن جائے۔ آمنہ نے خدشہ ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ راج وہ پیدل ہی جا رہے ہیں اور میں جانتی ہوں کہ وہ اسے کہاں لے کر جا رہا ہے اسی پہاڑی میں لے کر جا رہا ہے جہاں سے ہم لوگ واپس آئے ہیں۔ ہمیں اس سے پہلے وہاں پہنچ جانا چاہیے تاکہ اس کا راستہ روک سکیں۔ ہمیں ہوا کو حکم دینا چاہیے تاکہ وہ ہمیں اڑا کر وہاں لے جائے۔

نہیں آمنہ نہیں۔ ہمیں ان کا پیچھا کرتے ہوئے ان کے پیچھے چلنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے کہ ان کی باتیں ہمیں مزید راز دے سکیں۔ راج نے خیال ظاہر کیا۔

ہاں یہ بھی ٹھیک ہے۔ آمنہ نے راج کی بات کی تائید کرتے ہوئے کہا۔ باتیں کرتے کرتے دونوں ان کو پیچھا کرنے لگے۔

تم کیا سمجھتے ہو کہ میں تم کو دیکھ نہیں رہا ہوں۔ یکدم راج اور آمنہ کو سایہ کی آواز سنائی دی۔ جو چلتے چلتے رک گیا تھا۔ وہ دونوں ہی چونک گئے۔ لیکن اس سے خوفزدہ نہ ہوئے۔

ہاں جانتے ہیں کہ تم ہمیں دیکھ سکتے ہو لیکن یہ بھی جان لو کہ تم بھی ہماری نظروں سے پوشیدہ نہیں ہو۔ تم جہاں جہاں جاتے ہو جو جو کرتے ہو ہم دیکھ رہے ہوتے ہیں ہماری نظریں ہر لمحہ ہر پل تمہارے تعاقب میں ہوتی ہیں۔ چھوڑ دو اس بیچاری کو ورنہ پہلے کی طرح پھر وہ سزا دوں گا کہ دوبارہ اٹھ نہ سکو گے۔ راج نے کہا تو جواب میں اس کے منہ سے قہقہے بلند ہونے لگے۔

پہلے کی بات اور تھی اور اب کی بات اور ہے اگر ہمت ہے تو اس لڑکی کو میرے ہاتھ سے لے جاؤ۔

اس کی بات سن کر راج کو طیش آ گیا وہ ہانیہ کی طرف بڑھا جو پسینہ میں بھیگی ہوئی تھی اس کی آنکھوں میں خوف تھا گہرا خوف۔ موت کا خوف۔ راج نے جونہی ہانیہ کو چھوا تو ایک آگ کا شعلہ راج کے جسم سے ٹکرایا اس کے منہ سے ایک بھیانک چیخ بلند ہوئی۔ یہ دیکھ کر آمنہ کانپ کر رہ گئی۔ لیکن ساتھ ہی اس نے اپنے منہ میں کچھ پڑھنا شروع کر دیا۔ اور سایہ پر پھونک دیا۔ اس کا پھونکنا تھا کہ سایہ کئی گز دور جا گرا۔ آمنہ نے آگے بڑھ کر راج کو سنبھالا۔ اس کے جسم پر پھونکیں ماریں تو اس کے جسم پر لگی ہوئی آگ بجھ گئی۔ سایہ دور کھڑا کچھ پڑھنے میں مگن تھا اس کی نظریں ان تینوں پر تھیں راج بھی سنبھل چکا تھا۔ لیکن سایہ نے جو کچھ پڑھنا تھا پڑھ کر ان پر پھونک ماردی لیکن دوسرے ہی لمحہ وہ تڑپنے لگا۔ چیخنے لگا۔ ایک سفید ان کے سامنے جلوہ نما ہوا۔ ہانیہ راج۔ اور آمنہ اس سفید دھوئیں کو دیکھ کر حیران رہ گئے تھے وہ کون تھے۔ وہ جان نہ سکے لیکن جب دھوئیں نے اپنی شکل واضح کی تو راج آمنہ اور ہانیہ کے چہرے خوشی سے چمک سے گئے وہ بابا جی تھے۔ ان کے لبوں پر مسکراہٹ تھی۔ وہ بولے۔ میں اپنے کمرے میں سو رہا تھا کہ یکدم مجھے کسی کی چیخ سنائی دی۔ میں نے جلدی سے اپنے ورد کو پڑھ کر خود

پر پھونکا۔ تو چیخ راج کی تھی بس پھر کیا تھا میں ہوا میں اڑتا ہوا آن پہنچا۔ میں جان گیا ہوں راج کہ یہ تم دونوں سے نہیں مرے گا اس کا کچھ حل تلاش کرنا ہوگا۔ ایسا حل کہ یہ نہ زندوں میں رہے اور نہ مردوں میں۔ بابا نے اب کی بار اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ سایہ جو ابھی تک تڑپ رہا تھا۔ اور بابا جی کی منتیں کر رہا تھا۔ بابا جی اس کی طرف بڑھے اور بولے میں نے تم کو منع کیا تھا کہ تم انسانی دنیا سے دور چلے جاؤ لیکن تم نہیں مانے تم نے وہی کچھ کیا ہے جو میں نہیں چاہتا تھا۔ لیکن اب میں وہ کچھ کروں گا کہ تم ہمیشہ کے لیے یاد رکھو گے۔ راج انھوں نے راج کو پکارا۔

جی بابا جی۔ راج ان کے پاس پہنچ کر بولا۔

اس کی سزا میں نے تجویز کر لی ہے اور یہ بہت ہی عبرتناک سزا ہے۔

وہ کیا بابا جی راج نے تجسس سے پوچھا۔

اس کو کالے کنویں میں الٹا لٹکا دیتے ہیں اور اس پر میں اپنا حصار ڈال دیتا ہوں جب تک میں زندہ رہوں گا یہ اس کالے کنویں میں الٹا لٹکا رہے گا۔ بابا جی کی بات سن کر راج کے ساتھ ساتھ ہانیہ اور آمنہ کا چہرہ خوشی و مسرت سے کھل گیا۔

واہ بابا جی واہ پھر جلدی کریں۔ آمنہ نے بولتے ہوئے کہا۔ تو بابا جی اس کی بات سن کر مسکرا دیئے۔

آؤ میرے ساتھ۔ بابا جی نے کہا اور ساتھ ہی سایہ پر کچھ پھونکا تو اس کا تڑپتا ہوا جسم ہوا میں اچھلا اور ان کے سروں پر لہرانے لگا۔ ہانیہ جو کچھ دیر پہلے موت کے منہ میں جانے کے لیے خود کو تیار کر چکی تھی اپنی نئی زندگی کو پا کر خوشی سے جھول گئی تھی اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ بابا جی کے قدموں میں گر جائے اور کہے بابا جی آپ بہت مہان ہو آپ نے مجھے موت کے منہ سے نکال لیا ہے۔ اس کے مردہ جسم میں جان پڑ چکی تھی۔ وہ تیز تیز ان کے ساتھ چل رہی تھی۔ چلتے چلتے سب ایک ویرانے میں جا پہنچے جہاں ایک کنواں تھا جس کا علم صرف بابا جی کو تھا وہ ہی سب کو راستہ بتاتے جا رہے تھے جلد ہی وہ اس کنویں پر جا پہنچے۔ لیکن سامنے کسی کو دیکھ کر سب ہی ٹھٹھک کر رہ گئے وہ کوئی عورت تھی سرخ آنکھوں والی۔ بھیانک چہرے والی۔ ان سب کو دیکھ کر وہ قہقہے لگانے لگی۔

آخر کار تم آ ہی گئے ہو میرے پاس میں نے تم سے کہا تھا نا کہ ایک نہ ایک دن میں تمہارے سامنے ضرور آؤں گی آج آ گئی ہوں۔ آج میرے انتقام کی آگ ٹھنڈی ہو جائے گی۔ وہ بابا جی سے مخاطب تھی۔ اور بابا جی کا چہرہ خوف سے بھیگ رہا تھا۔ وہ اس کو پہچان گئے تھے۔

تم۔ تم زندہ ہو۔

ہاں میں زندہ ہوں اور اس وقت تک مر کیسے سکتی ہوں جب تک تم زندہ ہو۔ تمہاری موت کے بعد ہی مروں گی۔ اس نے ایک قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ سب ہی حیران ہو رہے تھے کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ وہ کون ہے بابا جی کو کیسے جانتی ہے اور بابا جی اس کو کیسے جانتے ہیں سب ہی حیران تھے۔

دیکھو میرے راستے سے ہٹ جاؤ مجھے وہ کام کرنے دو جو میں کرنے آیا ہوں۔

ہاہاہا۔ راستے سے ہٹ جاؤں۔ اس نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ نہیں علم دین نہیں۔ میں اب کہیں بھی نہیں جاؤں گی تمہارے سامنے آ گئی ہوں تو تمہارا خون کر کے ہی جاؤں گی۔ دیکھو میں کتنی طاقتیں حاصل کر لیں ہیں دیکھنا چاہتے ہو تو دیکھو۔ اتنا کہہ کر اس نے ہوا میں پھونک ماری تو ہزاروں بھیانک چہرے فضا میں لہراتے ہوئے سب کو دکھائی دیئے وہاں کا منظر ایسا ہو گیا تھا کہ جیسے وہ انسانی بستی میں نہیں بلکہ جناتی بستی میں آ گئے ہیں۔ سب کے چہرے ہی خوف سے بھیگ رہے تھے۔ بابا جی کی زبان ہلتی جا رہی تھی جیسے وہ کچھ پڑھتے جا رہے

تھے۔ بلکہ سب کا ہی ایسا ہی حال تھا ان چہروں کو دیکھ کر سب ہی خوف سے جو جوان کی زبان پر ورد آ رہا تھا پڑھتے جا رہے تھے۔ وہ سایہ بھی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ اس چڑیل کے قدموں میں گر پڑا۔ مجھے بچا لو۔ مجھے بچا لو یہ بوڑھا مجھے مار دے گا۔

نہیں تمہیں کوئی بھی نہیں مارے گا کوئی بھی نہیں مارے گا۔ چڑیل کے منہ سے قہقہوں کے ساتھ آواز نکلی۔ اب سب ہی مریں گے۔ اتنا کہہ کر وہ چڑیل بابا جی کے پاس آئی اور ان کا گریبان پکڑنے لگی تو اس کو ایک جھٹکا لگا۔ اور وہ یکدم پیچھے ہٹ گئی۔ بابا جی کے منہ سے بھی قہقہے نکلنے لگے۔

میں جانتا تھا کہ تم ایکدن میرے سامنے ضرور آؤ گی مجھے مارنے کے لیے لیکن میں نے بھی کچے کام نہیں کئے تھے کہ خود کو تمہارے سامنے پیش کر دیتا میں نے بھی ان دس سالوں میں کئی چلے کئے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ تمہاری طاقتوں سے میری طاقتیں ہوں دیکھو ابھی دکھاتا ہوں تم کو اتنا کہہ کر بابا جی نے فضا میں پھونک ماری تو وہاں لہراتے ہوئے جتنے بھی خوفناک چہرے دکھائی دے رہے تھے سب کو آگ لگ گئی فضا چیخوں سے گونج اٹھی۔ وہ چڑیل یہ سب دیکھ کر یکدم غائب ہو گئی۔ اور جاتے جاتے کہہ گئی۔ میں پھر آؤں گی اور اس بار مکمل تیاری کے ساتھ آؤں گی۔ پھر دیکھتی ہوں کہ تم کو میرے ہاتھوں سے کون بچائے گا۔ اس کے جانے کے بعد سب نے پرسکون سانس لیا۔

یہ کون تھی بابا جی۔ آمنہ نے سوال کیا۔

یہ میری پرانی دشمن ہے۔ ایک وقت تھا کہ اس نے ہمارے گاؤں میں لوگوں کا جینا حرام کر رکھا تھا اس کی وجہ سے ہی میں نے علم سیکھا تھا۔ اور اس کی وجہ سے ہی میں اس مقام پر پہنچا ہوں اس کو میں نے قید کر لیا تھا اور اس نے مجھے کہا تھا کہ وہ ایک دن میرے مقابلے میں آئے گی۔ کسی نے اس کو میری قید سے آزاد کرا لیا تھا۔ میں نے اس کو تلاش کرنے کی بہت کوشش کی لیکن نجانے اس کو آزاد کرانے والا اس کو کہاں لے کر غائب ہو گیا تھا۔ لیکن میں جانتا تھا کہ یہ ایکدن مجھے ضرور ملے گی اور مجھے موت کے حوالے کرے گی سو میں اس کو مارنے کے لیے اپنے چلے کرتا رہا۔ لیکن یہ باتیں بعد کی ہیں ہمیں اس وقت اس کا حل سوچنا ہے جس کو یہاں لائے ہیں بابا جی سایہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ سایہ جو چڑیل کی موجودگی میں بہادر بن گیا تھا اس کے جاتے ہی اس کی آنکھوں میں وہی خوف اتر آیا تھا۔ وہ پہلے کی طرح منتیں کرنے لگا تھا۔ لیکن بابا جی کو اس پر ترس نہ آیا۔ بلکہ کسی کو بھی اس پر ترس نہ آیا۔ بابا جی نے کچھ پڑھ کر اس پر پھونکا تو وہ کنویں کے اندر ہوا کے دوش پر اترنے لگا۔ اس کا سر نیچے اور پاؤں اوپر تھے یعنی بابا جی نے اس کو الٹا لٹکا دیا تھا۔ اس کے بعد بابا جی نے کنویں کے اردگرد سات چکر لگائے اور ہر چکر کے بعد وہ پھونک مارتے پھر چکر لگاتے اسی طرح انہوں نے سات چکر پورے کئے اور ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

راج میں نے اس کو اس وقت تک قید کر دیا ہے جب تک میری زندگی ہے میرے مرنے کے بعد یہ حصار خود بخود ٹوٹ جائے گا اور یہ پھر سے زندہ ہو کر دنیا میں آ جائے گا اور پھر یہ کیا کرے گا یہ تم لوگوں کو معلوم ہوگا۔ جبکہ میں اس وقت دنیا میں نہیں ہوں گا۔ چلو اب چلتے ہیں۔ ہانیہ بیٹی۔ وہ ہانیہ کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے اب تمکو اس سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے میں تم کو دیکھتا ہوں کہ تم ہر وقت اس سے ڈری ڈری رہتی ہو اب دیکھ لو میں نے اس کو بند کر دیا ہے یہ کبھی تیرے گھر میں نہیں آئے گا۔ تم بے فکر ہو کر اپنی زندگی بسر کرنا۔ بابا جی کی بات سن کر ہانیہ نے بابا جی کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر چوم لیا۔

باباجی آپ نے مجھے ایک نئی زندگی دی ہے مجھے موت سے بچالیا ہے ورنہ میں جانتی ہوں کہ میں کیسے جی رہی تھی ہر رات مجھے خوف کی وجہ سے نیند نہیں آتی تھی۔ پوری پوری رات ڈرتی رہتی تھی۔ پتہ نہیں کیوں مجھے اس سے پیار ہوگیا تھا۔ کیوں میں اس کے لیے تڑپنے لگی تھی میں کچھ بھی نہیں جانتی ہوں۔

ہاں بیٹی تم یہ جان بھی نہیں سکو گی۔ کیونکہ اس نے اپنے حساب سے معلوم کرلیا تھا کہ تم اس کے لیے بہت ہی اہم ہو اور جب تک تمہارے دل میں اس کا پیار نہیں اتر جاتا تمہارا خون اس کے لیے بیکار رہتا۔ اس نے تمہارے دل میں اپنا پیار ڈالنا شروع کردیا۔ اور جس میں وہ کامیاب بھی رہا۔ لیکن ہوتا وہی ہے جو خدا کو منظور ہوتا ہے خدا کو تمہاری موت منظور نہ تھی سو اس نے اس کے ہاتھوں سے تمہیں بچالیا ہے۔ لیکن میری موت کے بعد یہ اسی طرح تم سب کا دشمن ہوگا جیسے اب ہے۔ اس کی زندگی رک چکی ہے۔ اس کا وقت رک چکا ہے جب میری موت ہوگی تو یہ کنویں سے ایسے ہی نکلے گا جیسے کل ہی اس کو کنویں میں پھنکا گیا ہوگا۔ باہر نکلتے ہی یہ تم سب کو تلاش کرے گا اور پھر ایک ایک سے اپنا انتقام لے گا لیکن اگر تم مناسب سمجھو اس سے بچاؤ کے لیے خود کو تیار رکھنا جیسے ساحل تیاری کررہی ہے۔ اس کو میں نے ایک چلے میں لگایا ہے۔ یقیناً وہ اپنے چلے میں کامیاب ہو جائے گی وہ صبح میرے پاس آئے گی اور پھر میں اس کو سات دن کا وظیفہ دوں گا جو اس کے لیے بہت کارآمد ہوگا۔ چلو اب چلیں۔ باباجی نے کہا اور پھر سب ہی ان کے ساتھ چلنے لگے۔

علی کہاں ہو تم۔ سحر نے علی کو فون کرتے ہوئے کہا۔

تمہارے پاس ہی ہوں میں نے بھلا کہاں جانا ہے لیکن تمہاری آواز کو کیا ہوا ہے لگتا ہے کہ تم ڈری ہوئی ہو۔ علی نے اس کی آواز میں خوف محسوس کرتے ہوئے کہا۔

ہاں اسی لیے تو میں نے تم کو فون کیا ہے ایک خوفناک سپنا میں نے دیکھا ہے جب سے دیکھا ہے تب سے خوف میں جکڑی ہوئی ہوں۔ اور اسی وقت سے تم کو کالیں کررہی ہوں لیکن تم گہری نیند سوئے ہوئے ہو۔

کیا سپنا دیکھا ہے میری جان نے۔ علی نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

علی کوئی ہاتھ ہے سیاہ ہاتھ جو میری طرف بڑھ رہا ہے اور میری گردن کو دبوچنے کی کوشش کررہا ہے میں اس ہاتھ کو دیکھ کر کانپ رہی ہوتی ہوں اور خود کو بچانے کی کوشش کرتی ہوں لیکن وہ ہاتھ میری گردن تک آن پہنچتا ہے۔ اور مجھے دبوچ لیتا ہے۔

اوہ شٹ۔ علی نے خواب سنتے ہوئے کہا۔ یہ خواب نہیں ہے۔ یار تمہارے وہ تصورات ہیں جو تم نے اس ویرانے میں دیکھے تھے تم نے وہاں سیاہ ہاتھ دیکھا تھا ناں جو ہانیہ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ بس وہی تمہاری نظروں کے آگے پیچھے گھوم رہا ہے۔ ایسا کچھ بھی نہیں ہے بس کچھ پڑھ کر خود پر پھونک کر سو جاؤ۔

نہیں نہیں مجھے نیند نہیں آرہی ہے اور یہ تصور نہیں ہے خواب ہے جو کچھ دیر پہلے مجھے دکھائی دیا ہے۔

اچھا اچھا مان لیا کہ یہ خواب ہے۔ اور خواب ہی ہے ناں حقیقت تو نہیں ہے بس تم سو جاؤ۔ علی نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

تم بار بار مجھے سونے کو کیوں کہہ رہے ہو میں بار بار کہہ رہی ہوں کہ مجھے نیند نہیں آرہی ہے اور تم بار بار ایک ہی بات کرتے جارہے ہو کہ سو جاؤ سو جاؤ تم کو نیند آئی ہے تو سو جاؤ۔ کیا یہی تمہارا پیار ہے اتنا کہہ کر اس نے فون پٹخ دیا۔ موبائل بند ہوگیا۔ وہ کافی دیر تک خود کو کوستی رہی پھر اس نے موبائل پکڑا اس کو آن کیا تو دوسرے ہی لمحے

علی کی کال آ گئی۔ وہ ریسو تو نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن کر لی۔
ہاں تم سوئے نہیں ہو۔ اسکا لہجہ گرم تھا۔
تم بس پاگل ہو۔ علی مسکرایا۔ یہ تم نے اتنے زور سے موبائل کو پھینکا کیوں مجھ تک اس کے ٹوٹنے کی آواز آئی تھی۔ بہت مہنگا موبائل ہے۔
مہنگا ہے تو اپنے پاس رکھو مجھے کیوں دیا ہے۔ سحر نے اسی انداز میں کہا۔
اچھا بابا اچھا غصہ ختم کرو۔ اور بتاؤ کہ صبح کیا کرنا ہے۔
اپنا سر کرنا ہے۔ وہ غصے سے بولی۔
پلیز سحر جان۔ غصہ تھوک بھی دو میں کچھ پوچھ رہا ہوں۔ چلو میں صبح آؤں گا پھر دونوں مل کر اپنے ساتھیوں کے پاس چلیں گے۔ ساحل۔ ہانیہ۔ آمنہ اور راج کے پاس۔
ہاں یہ ہوئی ناں بات۔ سحر نے اپنا غصہ ختم کرتے ہوئے کہا۔
ویسے سحر تم نے کہا تھا کہ تم کوئی وظیفہ کرنا چاہتی ہو۔ کب کرنا ہے۔
کل صبح بتاؤں گی۔ جب تم آؤ گے۔ سحر نے مختصراً کہا۔
ابھی کیوں نہیں۔ علی مسکرایا۔
ابھی میرا موڈ نہیں ہے۔
صبح موڈ بن جائے گا کیا۔
پتہ نہیں۔ یہ کہہ کر وہ مسکرا دی۔ اور علی بھی مسکرا دیا۔ پھر دونوں کافی دیر تک باتیں کرتے رہے اپنی زندگی کے پلان تیار کرتے رہے۔ کیونکہ وہ بہت جلد ملنے والے تھے ایک ہونے والے تھے ان کی منگنی کب کی ہوئی تھی لیکن شادی باقی تھی۔ جو بہت جلد ہونے والی تھی۔

شکر ہے میرا چلہ کامیاب ہو گیا۔ ساحل نے چلہ مکمل کرتے ہوئے خود سے کہا۔ اور ارد گرد دیکھا لیکن اس کو نہ راج دکھائی دیا اور نہ ہی آمنہ۔ وہ سوچنے لگی کہ کہیں آمنہ اور راج کے روپ میں کوئی سایہ تو نہیں تھا جو اس کو اپنی موجودگی کا احساس دلا رہا تھا۔ لیکن نہیں اگر کوئی سایہ ہوتا تو وہ بھیانک روپ میں میرے سامنے آتا مجھے ڈراتا وہ سایہ نہیں تھا ہو سکتا ہے کہ راج اور آمنہ ہی ہوں۔ وہ سوچتی رہی پھر اٹھی اور گھر جانے کی بجائے وہ باباجی کی جھونپڑی کی طرف چلنے لگی۔ میں باباجی کو جا کر خوشخبری سناتی ہوں کہ میں نے ان کا بتایا ہوا چلہ مکمل کر لیا ہے۔ میں کامیاب ہو گئی ہوں۔ یہ باتیں سوچتی ہوئی وہ باباجی کے گھر کی طرف بڑھتی جا رہی تھی اس کو کسی کی بھی پرواہ نہیں تھی کہ آنے جانے والے لوگ اس کے بارے میں کیا سوچیں گے کیونکہ اس کو کسی سے کوئی بھی غرض نہیں تھی وہ اپنی مستی میں مست چلتی جا رہی تھی۔ اور جلد ہی وہ باباجی کی جھونپڑی میں جا پہنچی۔ لیکن وہاں کا منظر دیکھ کر حیران رہ گئی وہاں ہانیہ راج اور آمنہ موجود تھے۔ ان کو دیکھ کر وہ حیران سی رہ گئی کہ یہ سب باباجی کے پاس کیا کر رہے ہیں۔
آؤ ساحل بیٹی آؤ لگتا ہے میری بیٹی نے چلہ مکمل کر لیا ہے۔
جی باباجی میں نے کامیابی سے اپنا چلہ مکمل کر لیا ہے۔ دیکھ لیں میں کامیاب ہو گئی ہوں مجھے کسی بھی قسم کا کوئی بھی خوف نہیں آیا ہے۔ اس کی باتیں سن کر باباجی مسکرا دیے۔

ہاں جانتا ہوں کہ تم کو کسی بھی قسم کا کوئی بھی خوف نہیں ہوا ہے۔ کیونکہ تمہارے خوف کو ہم سب نے ختم کر دیا ہے۔ بابا جی نے کہا تو وہ حیرانگی سے سب کو دیکھنے لگی۔

میں سمجھی نہیں ہوں بابا جی۔

میں سمجھاتا ہوں۔ بابا جی نے کہا۔ اور پھر ساری بات کہہ سنائی۔

یہ تو بہت ہی خوشی کی بات ہے۔ ساحل نے خوشی سے کہا۔ اس کے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہیے تھے پتہ نہیں وہ ہماری دوست کے پیچھے ہاتھ دھو کر کیوں پڑا ہوا تھا۔ ساحل نے ہانیہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ہانیہ اب تو تم کو کوئی بھی خوف نہیں ہے ناں۔

نہیں ساحل نہیں اب مجھے کوئی بھی خوف نہیں ہے سارے خوف ختم ہو گئے ہیں۔ ہانیہ نے کہا۔

بابا جی اب میرے لیے کیا حکم ہے آپ نے کہا تھا کہ میں ایک دن کا چلہ کر لوں پھر مجھے بڑا چلہ کرنے کو دیں گے میں بھی باجی آمنہ کی طرح بننا چاہتی ہوں یہ مجھے بہت ہی اچھی لگتی ہیں میں نے ایک دن ان کو ہوا میں اڑتا ہوا دیکھا تھا۔ میں بھی چاہتی ہوں کہ میں بھی ہوا میں اڑوں کبھی ادھر جاؤں کبھی ادھر جاؤں۔ ساحل کی بات سن کر سب ہی ہنس دیے۔ اور وہ شرمندہ سی ہو گئی۔

ہاں بیٹی تم بھی اڑو گی۔ بہت جلد اڑو گی بابا جی نے اس کو شرمندہ دیکھتے ہوئے کہا۔ اور سب ہی چپ ہو گئے۔ میں تم کو ایک چلہ دوں گا۔ لیکن آج نہیں کل دوں گا۔ آج تم جا کر آرام کرو۔ نیند سے تمہاری آنکھیں سرخ ہو رہی ہیں۔ وہ چلہ مشکل ہو گا۔ بہت محنت کرنا ہو گی۔ اس میں تم کو ڈرایا بھی جائے گا اور بھگایا بھی جائے گا اگر تم ڈر کر بھاگ گئی تو یوں سمجھ لینا کہ زندگی سے بھی بھاگ گئی۔ اگر کامیاب ہو گئی تو پھر ہواؤں میں اڑتی ہوئی نظر آؤ گی۔ دلوں کا حال بھی جان لو گی یہ بھی دیکھ لو گی کہ فلاں جگہ کیا ہو رہا ہے جیسے آمنہ اور راج دیکھتے ہیں۔ ان جیسی طاقتیں تمہارے پاس آ جائیں گی۔

بس بابا جی یہی سب میں چاہتی ہوں۔ ساحل نے خوشی سے کہا۔ اور پھر سب ہی دن کا اجالا پھیلنے کے بعد ایک ساتھ بابا جی کے کمرے سے باہر نکلے اور اپنے اپنے ٹھکانوں کی طرف چل دیئے۔

دیکھو بیٹی بہت ہمت سے کام لینا ہے تم کو۔ آج جب ساحل بابا جی کے پاس آئی تو بابا جی نے اسے سب کچھ سمجھاتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی انہوں نے ایک وظیفہ بھی دے دیا تھا۔

بابا جی مجھے آپ کے ساتھ کی ضرورت ہے میں جانتی ہوں کہ یہ چلہ بہت ہی مشکل ہے ایک ٹانگ پر کھڑا رہنا بہت ہی مشکل کام ہے لیکن میں کر لوں گی۔ میرے اندر ایک جنون ہے جو مجھے ایسے کام کرنے کے لیے میرے اندر طاقت بھر دیتا ہے۔

ہاں جانتا ہوں یہ سب دیکھ کر ہی تو میں نے تمہیں وہ چلہ دیا ہے جو تم کو بہت جلد کامیاب کرے گا۔ تم یہی چاہتی ہو ناں کہ راج اور آمنہ جیسی ہو یہ چلہ کرنے کے بعد ان جیسی بن جاؤ گی۔ تمہارے اندر بہت سی طاقتیں آ جائیں گی۔ بس تم نے ڈرنا نہیں ہے میں بار بار کہہ رہا ہوں کہ تم نے ڈرنا نہیں ہے کیونکہ ڈرنا موت کو آواز دینا ہے۔ اور میں نہیں چاہتا ہوں کہ تم موت کے منہ میں جاؤ۔

ہاں بابا جی کوشش کروں گی۔ بس میرے لیے دعا کرنا اور میرے سر پر رہنا جب آپ کو محسوس ہو کہ میں مصیبت میں ہوں تو مجھے اپنی موجودگی کا احساس دلا دیا کرنا۔

ٹھیک ہے بیٹی۔ اب تم جاؤ اور اس چلے کی تیاری کرنا اور جمعرات کو چلہ شروع کرنا۔ اور جو جو میں نے تم کو سمجھایا ہے وہی سب کرنا۔

ٹھیک ہے بابا جی۔ ساحل نے اٹھتے ہوئے کہا اور اپنے گھر آ گئی۔ وہ چلے کے بارے میں سوچنے لگی جو اس کے لیے بہت ہی مشکل کام تھا۔ جمعرات کو ابھی تین دن تھے۔ یہ تین دن اس نے چلہ کی تیاری میں گزارے۔ وہ اپنے کمرے میں ہی پوری پوری ایک ٹانگ پر کھڑی رہتی۔ پہلی رات تو اسکے لیے بہت ہی مشکل پیش آئی تھی وہ بار بار تھک جاتی تھی دوسری رات کم تھکی تھی اور تیسری رات اس نے پوری رات ہمت کر کے اپنا ورد پورا کیا تھا اس کو یقین ہو گیا تھا کہ وہ اب چلہ کرنے میں کامیاب ہو جائے گی۔

آج جمعرات تھی۔ وہ دن کے وقت بابا جی کے پاس گئی اور ان کو سب کچھ بتایا اور ساتھ ہی کہا کہ بابا جی آپ میرے لیے دعا کرنا اور میرے سر پر رہنا۔ میں آج رات کو چلہ کرنے والی ہوں بابا جی نے اس کی محنت کو دیکھ کر بہت ہی خوشی کا اظہار کیا اور کہا یقیناً تم کامیاب ہو جاؤ گی۔ بابا جی اس کو دعائیں دے کر گھر بھیج دیا۔ وہ گھر آ کر رات ہونے کا انتظار کرنے لگی۔ دن ڈھلا سورج ڈوبا۔ رات ہوئی تاریکی پھیلی تو وہ کمرے سے نکل کر باہر کی طرف چل دی آج اس کو ذرا بھی خوف نہیں آ رہا تھا۔ کیونکہ اس نے ایک رات قبرستان میں بسر کی تھی وہی پہلے والی جگہ اس نے اپنے اس چلے کے لیے منتخب کی گھر سے نکلنے کے بعد وہ دھیرے دھیرے چلتی ہوئی قبرستان جا پہنچی اور اس نے ایک نظر ادھر ادھر خاموش قبروں کو دیکھا چند لمحوں کے لیے اس کے دل میں قبروں کا خوف آیا جو بعد میں ختم ہو گیا وہ قبرستان کے اندر چلی گئی اور اسی جگہ جا پہنچی جہاں اس نے ایک رات کا چلہ کیا تھا۔ ۔اور حصار کھینچ کر کھڑی ہو گئی۔ دو گھنٹے تک وہ پرسکون ہو کر چلہ کرتی رہی اس کو کچھ بھی دکھائی نہ دیا اور نہ ہی کچھ سنائی دیا۔ لیکن آدھی رات گزرنے کے بعد یکدم اس کو زمین ہلتی ہوئی دکھائی دی۔ یہ منظر دیکھ کر اس نے اپنی بند آنکھوں کو کھول لیا تھا۔ اور ادھر ادھر دیکھنے لگی زمین ایک زلزلے کی مانند لرز رہی تھی یہاں تک کہ اس کا پاؤں بار بار زمین پر ٹکنے کی کوشش کر رہا تھا جسے وہ بہت ہی مشکل سے سنبھال رہی تھی۔ کافی دیر تک ایسا ہی ہوتا رہا پھر زمین نے لرزنا بند کر دیا۔ لیکن اس کے بالکل سامنے سے مٹی اڑنے لگی اس کو یوں لگا کہ جیسے آندھی چلنے لگی ہو۔ مٹی اس کی آنکھوں تک آنے لگی تھی۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں کچھ دیر بعد آنکھیں کھولیں تو سامنے کا منظر دیکھ کر اس کے منہ سے ایک بھیانک چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی اس کے بالکل سامنے والی قبر سے مٹی اڑتی جا رہی تھی اور قبر کے اندر موجود سفید کفن اس کو دکھائی دے رہا تھا۔ وہ کانپ کر رہ گئی۔ ساتھ ہوائیں بھی چلنے لگیں تھیں جو دھیرے دھیرے آندھی کا روپ دھارتی جا رہی تھیں ہر چیز لہراتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی اس کے قدم بار بار ڈگمگا رہے تھے۔ قبر میں موجود سفید کفن مکمل طور پر مٹی سے صاف ہو گیا تھا۔ اور پھر وہ کفن ہلا۔ ساحل کی نظریں اس کی طرف ہی تھیں وہ اسے خوفزدہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ کفن حرکت کر رہا تھا۔ اس کے بند ٹوٹتے جا رہے تھے جیسے اس میں موجود مردہ کفن کو کھولنے میں لگا ہو۔ پھر کفن ہوا سے ایک طرف اڑا مردے کا چہرہ ننگا ہو گیا۔ مردے نے گردن موڑ کر ساحل کی طرف دیکھا تو ساحل کے منہ سے ایک بھیانک چیخ نکلی۔ اس کے ساتھ ہی اس کا دماغ چکرانے لگا۔

(اس کے بعد کیا ہوا یہ سب جاننے کے لیے جواب عرض کے آئندہ شمارے میں تلاش عشق کی اگلی قسط پڑھنا نہ بھولیے۔ جاری ہے۔)

بھید

--خالد شاہان لوہار۔صادق آباد--قسط نمبر۴

شاہان کس طرح نئے دور سے پرانے دور میں آیا اسے صرف اس دور میں موت نہیں آئے گی جب وہ واپس جائے گا پھر ویسا ہی ہوگا۔تو دوستو مصر کا جلاوطن شہزادہ شاہان اپنے چاچا فرعون آلون اور والدہ ملکہ نفران کے قتل کے بعد مصر سے ایک بحری جہاز میں سوار ہوکر بھاگ گیا غیبی آواز نے اسے کہا تھا کہ وہ دریائے نیل کے کنارے پہنچ جائے وہاں اسے ایک جہاز تیار ملے گا جو اسے مصر سے فرار ہونے میں مدد دے گا شاہان دریا پر پہنچ گیا وہاں ایک چھوٹا سا بادبانی جہاز اس کا انتظار کر رہا تھا جہاز کے کپتان نے اسے جہاز پر سوار کرایا جہاز پر ملاح اپنا اپنا کام کر رہے تھے کسی ملاح نے شاہان سے کوئی بات نہیں کی شاہان جس ملاح سے بھی کوئی بات پوچھتا جواب میں وہ ملاح صرف مسکرا کر خاموش ہو جاتا۔جہاز کا کپتان بھی خاموش تھا اور اپنا کام کر رہا تھا شاہان سوچنے لگا یہ لوگ کیسے ہیں اس سے کوئی بات نہیں کرتے اور اپنے اپنے کام میں مگن ہوئے تھے جہاز کھلے سمندر میں پہنچا تو رات ہوئی شاہان نے سوچا کہ صبح اٹھ کر جہاز کے کپتان سے مل کر ضرور پوچھے گا کہ یہ جہاز کدھر جا رہا ہے ملاح اس سے بات کیوں نہیں کرتے۔رات کو وہ کچھ دیر بادبانی جہاز کے عرشے پر کھڑا سمندری لہروں کو اندھیرے میں دیکھتا رہا۔پھر وہ اپنے چھوٹے سے کمرے میں جا کر فرش پر قالین بچھا کر سو گیا صبح اس کی آنکھ کھلی تو کمرے کے گول سوراخ میں سے دھوپ اندر آ رہی تھی وہ جلدی جلدی منہ ہاتھ دھو کر اوپر پہلی بات اسے یہ محسوس ہوئی کہ اسے بھوک محسوس نہیں ہو رہی تھی حالانکہ ہر روز صبح اسے بھوک لگتی تھی اور وہ ناشتہ کرتا تھا مگر اس روز اسے بالکل بھوک محسوس نہیں ہو رہی تھی طبیعت بھی ہر طرح سے ہشاش بشاش تھی وہ جہاز کے عرشے پر آ گیا یہاں ایک بھی ملاح نہیں تھا وہ جہاز کے کپتان کے کمرے میں گیا وہاں سے ہر شے موجود تھی مگر کپتان موجود نہیں تھا وہ بھاگ کر نیچے گیا جہاں غلام حبشی قطاروں میں بیٹھے چپو چلایا کرتے وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ چپو سمندر میں اپنے آپ چل رہے تھے مگر حبشی ملاح ایک بھی نہیں تھا

۔ایک خوفناک کہانی

ضرور یاقوت نے کہا یاد رکھو اگر اس کا نام شاہان ہے تو میرا نام بھی یاقوت ہے ملکہ مصر کا خاص جاسوس مجھ سے بچ کر وہ کہیں نہیں جا سکتا۔

شاہان چونک اٹھا یہ معلوم کر کے بڑی حیرت ہوئی کہ یہ لوگ اسے گرفتار کرنے گھر سے نکلے ہیں اسے یہ بھی علم ہو چکا تھا کہ وہ ملکہ مصر کے کہنے پر اس کی تلاش میں نکلے ہیں شاہان نے الوکا کو جگا کر سارا ماجرہ سنایا تو وہ بھی الجھن میں پھنس گیا اور بولا۔

سوال یہ ہے کہ یہ لوگ تمہیں گرفتار کرنے کیوں آئے ہیں اور پھر ملکہ عالیہ کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ تمہیں گرفتار کروائے۔

شاہان بولا۔اس میں ضرور کوئی گہرا راز چھپا ہوا ہے بہر حال یہ تو ایک حقیقت ہے کہ یہ لوگ میرا پیچھا

کر رہے ہیں اور اگر انہیں معلوم ہو گیا کہ میں اسی سرائے میں ان کے ساتھ والے کمرے میں سو رہا ہوں تو وہ ہر حالت میں مجھے قابو میں کر لیں گے۔

الوکا بولا۔ پھر کیا ہو گا۔ میرے آقا۔ میں اپنے مالک کی بہن کو کیا منہ دکھاؤں گا شام جا کر۔

گھبراؤ نہیں الوکا۔ ہم یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کرتے ہیں ابھی اسی وقت۔ ہاں ٹھیک ہے۔ الوکا نے کہا۔ دونوں بڑی خاموشی سے اٹھے انہوں نے چادریں اپنے جسم کے گرد لپیٹیں اور آہستہ سے دروازہ کھول کر ڈیوڑھی میں آ گئے طاق میں مشعل جل رہی تھی اس کی روشنی رات بھر جلنے کے بعد دھندلی ہو گئی تھی شاہان نے الوکا کا ہاتھ تھاما اور ڈیوڑھی کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ کھلے آسمان پر ستارے چمک رہے تھے وہ ریت پر تیز تیز قدم اٹھاتے کھجور کے ان جھنڈ کے پاس آ گئے جہاں ان کے گھوڑے بندھے ہوئے تھے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر وہ گھوڑوں پر سوار ہوئے اور انہیں ایڑ لگا کر شام کی سرحد کی طرف رواں ہو گئے۔

صبح یاقوت حبشی ناشتے کا انتظار کر رہا تھا کہ سرائے کی مالکہ دودھ اور جو کی روٹی لے کر اندر داخل ہوئی وہ زور زور سے بول رہی تھی عجیب پاگل لوگ تھے نہ ناشتہ کیا اور نہ بتایا اور راتوں رات ہی بھاگ گئے۔

کون بھاگ گئے ماں جی۔ یاقوت نے پوچھا۔

مسافر جو تمہارے ساتھ والے کمرے میں اترے تھے۔

یاقوت نے پوچھا۔ کون تھے وہ۔

سرائے کی مالکہ بولی ایک غلام تھا اور دوسرا نوجوان لڑکا تھا نیلی آنکھوں والا۔ اس نے مجھے سونے کے سکے بھی دیئے تھے کسی امیر گھرانے کا معلوم ہوتا تھا یاقوت کے ہاتھ سے روٹی کا ٹکڑا گر پڑا۔

وہ کب آئے تھے۔

تمہارے آنے سے کوئی ایک پہر گھڑی پہلے آئے تھے۔

یاقوت فوراً اٹھا اور اپنے ساتھیوں سے بولا جلدی سے گھوڑوں پر زین باندھو شاہان بھاگنے نہ پائے سرائے کی مالکہ منہ دیکھتی رہ گئی اور تینوں حبشی سرائے سے نکل کر گھوڑوں پر سوار ہو کر دوڑ پڑے وہ سرپٹ گھوڑے دوڑاتے جا رہے تھے رات بھر کی شبنم سے ریت سخت ہو چکی تھی اور گھوڑے بڑی تیزی سے دوڑ رہے تھے مگر وہ شاہان سے بہت پیچھے تھا شاہان اور الوکا اس وقت شام کی سرحدوں میں پہنچ چکے تھے انہوں نے سرحدی چوکی کے پہریداروں کو سونے کے سکے دیئے اور دمشق شہر کے دروازے میں داخل ہو گئے دن کا ایک پہر ہو چکا تھا اور شہر میں خوب چہل پہل تھی الوکا شاہان کو لے کر سیدھا اماں کی بہن کے گھر پہنچ گیا اور اماں کی بہن نے شاہان کو گلے سے لگایا اور شام کی رسم کے مطابق اس کے ماتھے پر زیتون کا تیل میں انگلی ڈبو کر لگائی رب عظیم تمہاری حفاظت کرے۔

ادھر یاقوت حبشی بھی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ دمشق میں داخل ہو چکا تھا یاقوت نے دمشق میں شاہان کی تلاش شروع کر دی اس نے ایک ایک سرائے چھان ماری مگر شاہان کا کوئی سراغ نہ ملا چند دنوں کی ان تھک تلاش کے بعد جب وہ ناکام ہو گیا تو اپنے ساتھیوں کے ہمراہ واپس مصر کو روانہ ہو گیا۔ اس نے ملکہ مصر کو جا کر بتایا کہ شاہان کا ملک شام میں کوئی پتہ نہ چل سکا ملکہ یاقوت پر بہت برسی مگر تیر کمان سے نکل چکا تھا اب وہ کیا کر سکتی تھی مجبوراً صبر کر کے بیٹھ گئی شاہان نے خفیہ طور پر اپنے باپ کو پیغام بھجوایا کہ راستے میں ملکہ

کے غلام اس کو گرفتار کرنے کے لیے تعاقب کر رہے تھے اس کی کیا وجہ ہے امال کا ماتھا ٹھنکا تو گویا ملکہ کو معلوم ہو گیا تھا کہ شاہان ملک شام کی طرف روانہ ہوا ہے اس نے شاہان کو کہلوا بھیجا کہ وہ شام میں ہی رہے اور ابھی کچھ وطن کا رخ نہ کرے کیونکہ ملکہ مصر اس کو قید کرنے کی فکر میں ہیں اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ سپہ سالار ملکہ پر بہت اثر ہے اور وہ چاہتا ہے کہ شاہان کو گرفتار کر کے ہلاک کیا جائے۔ یہ بات اگرچہ غلط تھی مگر شاہان کی بہتری اسی میں تھی اسے جب یہ پیغام ملا تو وہ بڑا پریشان ہوا الوکا نے اس سے کہا میرے آقا آپ وطن ہرگز ہرگز نہ جائیے گا۔ نہیں تو ظالم سپہ سالار آپ کو مروا دے گا شاہان خاموش رہا اس نے شام میں ایک حکیم کے ہاں ملازمت کر لی وہ تو پہلے ہی یہ حکمت سیکھا ہوا تھا مگر اس ہنر میں اور اضافہ کرنے کے لیے اس سے جڑی بوٹیوں اور بیماروں کی دواؤں کا کام سیکھنے لگا الوکا کو زیتون کے باغ میں بطور رکھوالی کا کام مل گیا اور وقت اس طرح گزرنے لگا پانچ برس بیت گئے اس دوران میں ایک بار امال اور اس کی بیوی دمشق آ کر چپکے سے شاہان سے مل گئے تھے وہ فرعون مصر کے مرنے کا انتظار کر رہے تھے تا کہ اس کی موت کے بعد ملکہ پر شاہان کے شہزادے ہونے کا راز فاش کر دیں وقت آہستہ آہستہ گزرتا چلا گیا۔ اس عرصہ میں شاہان کو ساری جڑی بوٹیوں کا علم ہو چکا تھا اب وہ اپنے استاد سے کھوپڑی کھول کر دماغ کا آپریشن کرنے کا فن سیکھنے لگا حیسا کہ آپ کو معلوم ہونا چاہیے قدیم مصر کے ڈاکٹر بڑے لائق ہوتے تھے وہ دماغ کا علاج کھوپڑی کھول کر کر سکتے تھے اس کام میں وہ اس قدر ماہر تھے کہ بڑے آرام سے انسان کی آدھی کھوپڑی کھول دیتے تھے اور پھر نازک اوزاروں کی مدد سے دماغ کا آپریشن کر کے مریض کو اچھا کر دیتے تھے پانچ برس کے اندر اندر شاہان اس فن میں بھی ماہر ہو گیا اس نے اپنے استاد کے سامنے کئی مریضوں کی کھوپڑی کھول کر ان کا علاج کیا اور انہیں شفایاب کیا اس دوران میں شاہان کے ماں باپ بہت بوڑھے ہو گئے شاہان بھی اب پورا جوان ہو گیا تھا اسے کبھی کبھی وہ وقت یاد آ جاتا تھا جہاں سے وہ اس پرانے ہزاروں سال کے اس دور میں آیا تھا بہر حال اس کی پھوپھی کا بھی انتقال ہو گیا تھا اور وہ الوکا کے ساتھ اپنے استاد کی حویلی میں رہتا تھا۔ اس سال مصر میں بہت بڑا سیلاب آیا شاہان کے دوست ارمان نے اسے خبر دی کہ اس کے ماں باپ سیلاب میں ہلاک ہو گئے ہیں شاہان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے وہ اپنے مرحوم باپ کی قبروں پر دعا مانگنے کے لیے بھی مصر نہیں جا سکتا تھا وہ صبر شکر کر کے دمشق میں ہی بیٹھا رہا۔ اسے شام آئے ہوئے بارہ برس بیت گئے تھے اس عرصہ میں اسے پتہ چلا کہ فرعون مصر مر گیا ہے اور اس کی جگہ اس کا چھوٹا بھائی آلون تخت پر بیٹھ گیا ہے شاہان اسی دن کا انتظار کر رہا تھا اس نے الوکا کو ساتھ لیا اور ایک روز اپنے استاد کو الوداع کہہ کر مصر کی طرف روانہ ہو گیا وہ پورے تیرہ برس بعد اپنے وطن مصر آ رہا تھا جب وہ وہاں سے گیا تو نو عمر لڑکا تھا مگر اب پورا جوان ہو گیا تھا اور طب میں مہارت حاصل کر چکا تھا وہ مصر پہنچ کر سب سے پہلے اپنے پرانے مکان گیا گھر کو سیلاب بہا کر لے گیا تھا وہاں اب سوائے مٹی اور ریت کے چھوٹے ٹیلے کے اور کچھ نہ تھا وہ سیدھا اپنے بچپن کے دوست ارمان کے گھر آ گیا ارمان بھی اب جوان ہو گیا تھا۔ وہ فرعون کی شاہی فوج میں ملازم تھا ارمان اپنے پرانے دوست شاہان کو دیکھ کر اس سے لپٹ گیا پھر اس نے اس کے ماں باپ کی وفات پر دلی رنج و غم کا اظہار کیا اور اسے ماں باپ کی قبروں میں لے گیا شاہان روتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ اپنے ماں باپ کی قبروں میں دعا مانگی اور واپس ارمان کے گھر آ گیا ارمان کا گھر بڑا خوبصورت سجا ہوا تھا وہ ایک قوی ہیکل جوان فوجی بن گیا تھا جس کو بڑی اچھی تنخواہ ملتی تھی۔

مجھے خوشی ہوئی کہ تم شاہی فوج میں چلے گئے ہو۔
ارمان نے کہا ابھی تمہیں عنقریب یہ سن کر بھی خوشی ہوگی کہ میں مصر فرعون بن گیا ہوں۔
شاہان نے مسکرا کر کہا۔ ایسا ہی ہو۔
ایسا ہی ہوگا شاہان تم دیکھ لینا ایک دن میرے ہاتھ میں مقدس چھڑی ہوگی سر پر سونے کا عقابی تاج ہوگا اور میں مصر کے تخت پر فرعون بنا بیٹھا ہوں گا۔
کچھ دیر تک دونوں باتیں کرتے رہے پھر اچانک ارمان بولا۔ ارے ہاں میں تو بھول ہی گیا تھا کہ تمہارے باپ نے مرتے ہوئے ایک صندوق مجھے دیا تھا اور کہا تھا کہ یہ شاہان کو دے دینا تمہاری امانت میرے پاس موجود ہے وہ تم لے لو۔
شکریہ ارمان کہاں ہے میری امانت۔ ارمان اپنے کمرے میں گیا اور سفید رنگ کی ہاتھی کے دانت کا ایک صندوق لے کر آ گیا۔
یہ لو بھائی اپنی امانت۔
شکریہ۔ ارمان اب میں جاتا ہوں۔
پھر کب ملو گے۔
کل شام کو آؤں گا۔
ٹھیک ہے میں انتظار کروں گا۔ تمہیں اپنے ایک دوست سے بھی ملواؤں گا۔
ٹھیک ہے میں ضرور آؤں گا۔ اتنا کہہ کر شاہان ہاتھی کے دانت کا صندوق لے کر واپس سرائے میں آ گیا۔ یہاں پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ الوکا گھوڑے سے گر کر ہلاک ہو چکا ہے شاہان پر تو گویا غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا اب وہ اس دنیا میں پھر اکیلا رہ گیا تھا وہ بہت دیر تک سرائے کے اندھیرے کمرے میں لیٹا آنسو بہاتا رہا۔ پھر اس نے اپنے آپ کو حوصلہ دیا اور ہمت کر کے اٹھ بیٹھا اس نے گرم دودھ کا ایک پیالہ پیا اور صندوق کھول کر اسے دیکھنے لگا کہ مرحوم باپ نے اس کے نام کیا چھوڑا ہے۔ سب سے پہلے اپنے باپ کا ایک خط ملا اس نے خط کھول کر پڑھنا شروع کیا۔ اس خط میں شاہان کے باپ امال نے سارا راز کھول کر بیان کر دیا تھا خط پڑھنے کے بعد شاہان حیرت میں گم ہو گیا تھا تو گویا وہ امال کا بیٹا نہیں ہے بلکہ وہ فرعون مصر کا بیٹا ہے کیا ملکہ اس کی ماں ہے۔ شاہان کا جسم اس خیال سے کانپ گیا کہ وہ دشمنوں سے کس طرح بچا رہا ہے۔
پیارے بیٹے تمہیں اس صندوق میں ایک شاہی مہر بھی ملے گی یہ مہر فرعون کی خاص مہر ہے اور سوائے شہزادے کے اور کسی کے پاس نہیں ہوتی۔ یہ مہر ہمیں اسی کشتی میں ہی ملی تھی جس میں لٹا کر تمہیں دریائے نیل میں بہا دیا گیا تھا شاہان نے صندوق کا نچلا حصہ الٹ دیا فرعون کے سونے کی شاہی مہر سرخ مخمل کے غلاف میں لپٹی ہوئی تھی اس کے سامنے پڑی تھی شاہان نے مہر اٹھا کر اپنی جیب میں رکھ لی اس نے خط کو بھی سنبھال کر رکھ لیا اور عجیب قسم کے خیالات میں سو گیا۔ اگلے روز اٹھ کر وہ ارمان کے پاس گیا ارمان وردی پہن کر شاہی محل جانے کی تیاری کر رہا تھا اس کا دو سفید گھوڑوں کا رتھ اس کے مکان کے باہر کھڑا تھا اس نے شاہان کو آتے ہوئے دیکھ کر خوش آمدید کہا۔
دوست تم رات آئے نہیں تمہیں ایک خاص جگہ لے کر چلنا تھا۔

شاہان نے کہا۔ میں تھکا ہوا تھا بستر پر لیٹتے ہی ہوش نہ رہی خیر کوئی بات نہیں آج چلیں گے شاہان نے کہا ارمان میں اس شہر میں کام کرنا چاہتا ہوں کیا تم اس سلسلے میں میری مدد کرنے کو تیار ہو۔

کیوں نہیں تم میرے دوست ہو تم جس قسم کی مدد چاہو میں کرنے کو تیار ہوں۔

شاہان بولا میں اس شہر میں ایک چھوٹی سی حویلی میں بیماروں کے لیے ایک شفا خانہ بنانا چاہتا ہوں کہ دکھی اور بیمار لوگوں کی خدمت کروں۔

یہ کون سی مشکل بات ہے۔ میں ابھی اس کا بندوبست کر دیتا ہوں دریا کنارے میری اپنی حویلی خالی پڑی ہوئی ہے تو وہی لے لو اور اپنا کام شروع کرو

تمہارا شکریہ ارمان۔ تم میرے سچے دوست ہو۔

وہ ایک قہقہہ لگا کر ہنس دیا اور شاہان کے کندھے پر زور سے ہاتھ مار کر بولا یہ بات کہنے کی کیا ضرورت تھی شاہان ہم دونوں دوست ہیں سچے دوست ہیں اور ہمیشہ رہیں گے اگر تم کہو تو میں شاہی فوج میں بھی تمہیں نوکری دلوا سکتا ہوں۔

نہیں دوست میں بیمار لوگوں کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔

تمہاری جیسے مرضی۔ مگر ہاں آج رات کو ضرور آنا اور میرے ساتھ چلنا نہ بھولنا۔

ٹھیک ہے میں آج شام کو ضرور آؤں گا۔

شام کو ارمان شاہان کو لے کر شہر کی امیر ترین رقاصہ کے پاس لے گیا جہاں شہر کے امرا اور شاعر لوگ وقت آ کر گزارتے تھے اس رقاصہ کا نام صلالہ تھا۔ وہ بڑی پروقار اور خوبصورت عورت تھی ارمان نے صلالہ سے شاہان کا تعارف کروایا وہ شاہان سے باتیں کرنے لگی اب شاہان ہر دوسرے تیسرے دن صلالہ کے ہاں جاتا۔ اس عرصہ میں شاہان نے حویلی میں اپنا شفا خانہ بنایا تھا جہاں سینکڑوں مریض آ کر اپنا علاج کرواتے تھے شاہان نے کئی امیر لوگوں کا دماغ کا آپریشن بھی بڑی کامیابی سے کیا اور خوب دولت کمائی لیکن وہ اپنی ساری دولت رقاصہ صلالہ کے گھر آ کر خرچ کر دیتا۔ یہ ایک بری عادت تھی جو اس کے دوست نے اسے ڈال دی تھی شاہان چونکہ خاندانی آدمی تھا اس لیے وہ برائی سے بچنا چاہتا تھا۔ ایک روز اس نے صلالہ سے کہا۔

صلالہ میں چاہتا ہوں کہ تم مجھ سے شادی کر لو تاکہ ہم دونوں ایک شریفانہ اور نیک زندگی بسر کر سکیں

صلالہ ایک قہقہہ لگا کر ہنس دی اور بولی کیا تمہارے پاس اتنی دولت ہے کہ تم مجھ سے بیاہ کر سکو۔

شاہان نے کہا تم جو مانگو گی میں وہ دینے کو تیار ہوں تاکہ تمہیں اس بری زندگی سے نجات ملے اور میرا بھی گھر آباد ہو۔

صلالہ نے کہا اپنے آپریشن کے اوزار مجھے لا کر دے دو۔

شاہان کانپ اٹھا اس زمانے میں آپریشن کے اوزار بے حد مقدس سمجھے جاتے تھے کیونکہ اس سے بیمار لوگوں کا علاج کیا جاتا تھا اس کے بارے میں یہ خیال تھا کہ ان اوزار پر نیکی کے فرشتوں کا سایہ ہوتا ہے مگر شاہان نے انکار نہ کیا۔ اور محض اس خیال سے کہ اگر اتنی قربانی دے کر ایک بھٹکا ہوا انسان سیدھی راہ پر آ جاتا ہے تو یہ سودا کوئی مہنگا نہیں تھا۔ صلالہ بڑی حیران ہوئی اسے یہ ہرگز امید نہیں تھی کہ شاہان اوزاروں جیسی مقدس شے اسے دینے پر تیار ہو گا ویسے بھی اس زمانے میں آپریشن کے اوزار سونے سے بھی زیادہ مہنگے

تھے دوسرے دن شاہان نے سارے کے سارے اوزار لا کر صلالہ کے حوالے کر دیئے۔ صلالہ نے اوزار لے کر اپنے صندوق میں بند کر دیئے اور تالی بجا کر دو بڑے کٹے حبشیوں کو بلایا اور کہا۔ اس نوجوان کو دھکے دے کر میرے گھر سے باہر نکال دو شاہان حیرت زدہ ہو کر اس کا منہ دیکھنے لگا یہ۔۔

یہ تم کیا کر رہی ہو صلالہ۔

صلالہ نے غصے میں گرج کر کہا اور تم کیا سمجھتے ہو کہ میں تم جیسے بھکاری سے شادی کر ونگی۔ نکل جاؤ میرے گھر سے اور پھر بھی ادھر کا رخ کیا تو گردن کٹوا دوں گی شاہان کچھ کہنے کے لیے آگے بڑھا ہی تھا کہ بڑے کٹے حبشی آگے بڑھے اور انہوں نے شاہان کو اٹھایا اور دروازے میں سے بڑے زور سے باہر گلی میں پھینک دیا۔ شاہان کو سخت چوٹیں آ گئیں اور وہ بے ہوش ہو گیا آسمان پر بادل زور سے گرجے بجلی چمکی اور بارش شروع ہوگئی شاہان کو ہوش آیا تو وہ کیچڑ میں لت پت تھا۔ اور اس پر بارش کا پانی گر رہا تھا اس کے دل نے عبرت پکڑلی تھی اور وہ چپکے سے اٹھا اور اپنی حویلی میں آ کر تخت پوش پر لیٹ گیا۔ پھر اس نے غسل کیا اور اپنے زخموں پر مرہم لگائی کپڑے بدلے اور بستر پر لیٹ گیا ایک ہفتے بعد اس کے زخم ٹھیک ہو گئے اس نے ارمان سے کوئی بات نہ کی اس لیے کہ اب ارمان فوج کا سپہ سالار بن چکا تھا اور اپنا مکان چھوڑ کر شاہی محل میں ہی رہتا تھا وہ بہت کم شاہان سے ملتا تھا شاہان نے غسل کے بعد دھلے ہوئے پرانے کپڑے پہنے اور آخری بار صلالہ سے ملاقات کرنے اس کے عالی شان مکان پر آ گیا صلالہ نے اسے اندر بلوانے سے انکار کر دیا وہ ایک شاندار مسہری پر بیٹھی ہوئی تھی شاہان نے اس کے پاس آ کر جیب سے فرعون کی سونے کی شاہی مہر نکال کر کہا۔

اسے پہچانتی ہو۔

صلالہ کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں وہ فرعون کی شاہی مہر کو صاف طور پر پہچان گئی تھی اسنے کہا ہاں ہاں یہ شاہی مہر ہے۔

اس کو غور سے دیکھ لو۔

ہاں میں دیکھ رہی ہوں۔ یہ شاہی مصر فرعون کی تمہارے پاس کیسے آ گئی۔

اس لیے کہ یہ میری ہے۔ یہ میرا حق ہے

کیا مطلب۔

شاہان نے حقارت سے صلالہ کی طرف دیکھ کر کہا تم بدنصیب ہو صلالہ کہ ایک وقت آئیگا کہ جب تمہیں علم ہوگا کہ تم نے شاہان سے نہیں بلکہ فرعون مصر کے بیٹے سے شادی سے انکار کیا ہے پھر تم پچھتاؤ گی مگر کچھ نہ ہو سکے گا اتنا کہہ کر شاہان بڑی تیزی سے واپس ہو گیا صلالہ اسے پکارتی رہ گئی۔ مگر شاہان اس اثنا میں مکان سے باہر جا چکا تھا۔

فرعون آلون تخت پر بیٹھا تو اس کی عمر بائیس تیئس سال تھی آلون کا بڑا بھائی فرعون بڑا ظالم اور جابر بادشاہ تھا وہ شاہان کا باپ تھا اور اسکے دشمنوں نے دوسرے شہزادوں کو مار دیا تھا اور شاہان کے پیچھے بھی وہ لگ گئے تھے شاہان کی قسمت اچھی تھی کہ وہ اپنی ماں ملکہ نفران کی عقل مندی سے دریا کی لہروں پر بہتا ہوا اماں کے گھر جا پہنچا تھا اور بچ گیا تھا۔ شاہان کے باپ کی موت کے بعد لوگوں نے سکھ کا سانس لیا آلون بڑا نرم دل نیک اور رعایا کا ہمدرد بادشاہ تھا۔ مگر تاریخی اعتبار سے جو بات اس میں سب سے زیادہ نمایاں تھی وہ یہ

کہ یہ فرعون بتوں کی پوجا نہیں کرتا تھا۔ اس سے پہلے جتنے بھی فرعون گزرے تھے وہ مختلف بتوں کی پوجا کرتے تھے انہوں نے بجلی بادل پہاڑ ستارے سانپ اور سورج کے بت بنا رکھے تھے جن کی وہ مندروں میں پوجا کرتے تھے مصر کے پائے تخت تھیس میں سورج کا دیوتا کا ایک بہت بڑا بڑا مندر تھا اس مندر میں میں سورج کے ساتھ ساتھ آگ پانی بجلی اور سانپ کے دیوتاؤں کی بھی پوجا ہوتی تھی آلون فرعون نے تخت پر بیٹھتے ہی اعلان کیا کہ وہ بتوں کی پوجا کے خلاف ہے اس سے پہلے فرعون اپنے آپ کو بھی خدا کہتے تھے آلون نے اعلان کیا کہ وہ خدا نہیں ہے سورج آگ پانی و بجلی اور سانپ بھی خدا نہیں ہیں بلکہ خدا کی بنائی ہوئی مخلوق ہیں خدا ان تمام چیزوں سے بلند تر ہستی ہے۔

پیارے قارئین کرام آج سے ٹھیک تین سو ہزار تین سو سال پہلے کا واقعہ ہے کہ آلون فرعون نے اعلان کیا کہ خدا ایک ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا مالک ہے جس نے ساری چیزیں بنائی ہیں مگر اس کو کسی نے نہیں بنایا کوئی اس کا ثانی نہیں نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے اور نہ کسی نے اسے پیدا کیا ہے مصر کے فرعونوں کی پوری تاریخ میں یہ پہلا فرعون تھا جو توحید پرست تھا یعنی جو ایک خدا پر ایمان رکھتا تھا اس نے اپنے بھائی کی بیوہ نفران سے شادی کر لی تھی اور کرناک شہر میں ایک بہت بڑی عبادت گاہ بنائی جس میں کوئی بت نہیں تھا اس میں وہ آسمان کی طرف منہ کر کے عبادت کیا کرتا تھا آلون بڑے زبردست کردار کا مالک تھا وہ ایک خدا کا پرستار تھا وہ تخت و تاج کے علاوہ بہت بڑی سلطنت کا مالک تھا مگر ان چیزوں سے اسے ذرا بھر محبت نہیں تھی اس نے اپنی تمام کنیزوں لونڈیوں اور غلاموں کو آزاد کر دیا تھا وہ اپنے کام آپ ہی کرنے کی کوشش کرتا تھا اس نے لوگوں کے پرانے مذہب یعنی بت پرستی کے خلاف قانون قرار دے کر بڑا انقلابی قدم اٹھایا تھا اکثر لوگ اس کے خلاف ہو گئے خاص کر بتوں کے بڑے پجاری تو آگ بگولہ ہو گئے کیونکہ ان کے حلوے مانڈے چلتے ہی بتوں کی پوجا کرنے والوں کے سر پر تھی مگر آلون کے سامنے آنکھ نہیں اٹھا سکتے تھے اس لیے وہ مصر کا بادشاہ تھا مگر ان پجاریوں نے اندر ہی اندر آلون کے خلاف سازش شروع کر دی شاہان کے بچپن کا دوست ارمان اب مصری فوج کا سپہ سالار بن چکا تھا وہ اس چکر میں تھا کہ وہ کسی طرح آلون فرعون کا تخت الٹ کر خود تخت پر قبضہ کر لے وہ بڑی جدوجہد اور محنت کے بعد سپہ سالار کے عہدے تک پہنچا تھا اس نے جب دیکھا کہ دربار کے سارے پجاری آلون کے خلاف ہو گئے ہیں تو اس نے پجاریوں کو ساتھ ملانے کا فیصلہ کر لیا بڑے پجاری کا نام ارمش تھا ایک روز ارمان نے ارمش کو اپنے ساتھ لیا اور رتھ پر سوار ہو کر شہر سے باہر انگوروں کے باغ میں لے گیا۔ پجاری ارمش نے کہا۔

اے مصری فوج کے سپہ سالار ارمان آپ نے مجھے کس لیے یاد کیا۔

ارمان نے تلوار کے قبضے میں ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

ارمش تمہیں تو معلوم ہے کہ فرعون آلون حد سے آگے بڑھ رہا ہے وہ ہمارے باپ دادا کے مذہب کو برباد کرنے پر تلا ہوا ہے اس نے ہمارے مندروں میں ہمارے بتوں کو توڑ دیا ہے اس نے حکم دیا ہے کہ اب ان مندروں میں بتوں کی پوجا نہیں ہوگی بلکہ ایک خدا کی پوجا ہوگی فرعون نے ہمارے مذہب میں مداخلت کر کے ساری رعایا کو ناراض کر دیا ہے کوئی پجاری ایسا نہیں ہے جو فرعون کے حق میں ہو اسے اچھا سمجھتا ہو اس نے ہمارے آباؤ اجداد کے بتوں کی توہین کی ہے جس کی سزا اسے دیوتا ضرور دیں گے ارمان بولا۔ میں آسمانی دیوتا کی طرف سے اس کے گناہ کی سزا دینا چاہتا ہوں کہ فرعون کو تخت سے اتار کر جلا وطن کر دیا جائے

اور اپنے باپ دادا کے مذہب کو پھر سے بحال کیا جائے اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو سو سال بعد ہمارے مذہب کا کوئی نام لینے والا نہیں ہوگا ارمش گہری سوچ میں پڑ گیا۔

ارمان آپ کیا چاہتے ہیں آپ ہمارے آبائی کی کھوئی ہوئی عزت بحال کروانا چاہتے ہیں یا تخت پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں ارمان نے ارمان کے دل کی بڑی کمزوری پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ مگر ارمان بھی بڑا چالاک تھا اس نے اپنے دل کی بات چھپاتے ہوئے کہا۔

مجھے مصر کے تخت و تاج سے کوئی دلچسپی نہیں ہے میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ اپنے باپ دادا کے مذہب کا کھویا ہوا وقار پھر سے بلند کیا جائے۔ پھر سے ہمارے بتوں کی پوجا ہو گھروں میں پھر سے بت ہوں اور یہ اس وقت ہی تک ہی ممکن نہیں جب تک فرعون مصر کو تخت سے نہیں اتارا جاتا میرا مقصد صرف فرعون کو تخت سے ہٹانا ہے میری طرف سے کوئی فرعون مصر آ جائے مگر وہ ہمارے مذہب میں دخل اندازی نہ کرے ارمش اندر ہی اندر سمجھ گیا تھا کہ ارمان کو اپنے باپ دادا کے مذہب سے کوئی دلچسپی نہیں ہے اگر اسے کوئی غرض ہے یا لالچ ہے تو صرف اور صرف مصر کے تخت و تاج حاصل کرنے کا لالچ ہے چنانچہ وہ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے فرعون کی مخالفت کو اپنی غرض کے لیے استعمال کرنا چاہتا ہے مگر اس نے بھی اپنے دل کی بات چھپاتے ہوئے رکھی وہ بھی یہی چاہتا تھا کہ مندروں میں پھر سے بتوں کی پوجا ہو اور اسکا حلوہ مانڈہ چلتا رہے فرعون چاہے کوئی بھی آ جائے اس نے سر ہلا کر کہا۔ تم ٹھیک کہتے ہو ارمان اگر تمہارا عقیدہ یہی ہے تو میں تمہارے ساتھ ہوں مصر کے تمام پجاری تمہارے ساتھ ہیں ہم اپنے مذہب کی ذلت ہرگز ہرگز برداشت نہیں کریں گے۔ میں بھی چاہتا ہوں اور اس پر عمل کروں گا۔ اس کے بعد ارمان بڑے پجاری کو لے کر ایک طرف چل پڑا محل میں فرعون آتون کے خلاف اندر ہی اندر ایک گہری سازش چلنے لگی بڑے پجاری ارمش اور سپہ سالار ارمان نے تمام بڑے بڑے درباریوں کو فرعون کے خلاف سازش میں اپنے ساتھ ملا لیا۔ اب وہ مناسب وقت کا انتظار کرنے لگا اسے اتنا ضرور معلوم تھا کہ فوج کا ایک حلقہ نیک دل فرعون کی انسانی ہمدردی اور اصلاحات سے بہت متاثر ہے اس لیے اس نے فوج کے بعض افسروں کی تنخواہیں بڑھا دیں تھیں ان کا راشن بھی دگنا کر دیا تھا ان کے بچوں کے لیے دریائے نیل کے کنارے خوبصورت مکان بنوا دیئے تھے اس کے خلاف ارمان نے اندر ہی اندر یہ پھیلانا شروع کر دیا کہ فرعون نے فوج کے ایک حصہ کو رشوت دے کر خریدنے کی کوشش کی ہے پجاریوں نے بھی فوج میں یہ بات عام کر دی کہ فرعون آتون سے دیوتا ناراض ہو گئے ہیں۔

شاہان فرعون کی اصلاحات سے بہت خوش تھا وہ آتون کی شرافت اور انسانی محبت کے جذبے اور ایک خدا کی عبادت کرنے کے خیال سے بہت متاثر تھا مگر وہ محل سے باہر تھا۔ اور بادشاہ کے لیے کچھ نہ کر سکتا تھا اس معلوم ہو گیا کہ اس کا دوست ارمان بادشاہ کے خلاف پجاریوں اور درباریوں کو اپنے ساتھ ملا کر سازش کر رہا ہے شاہان بادشاہ کی مدد کرنا چاہتا تھا اور مناسب موقع کے انتظار میں تھا فرعون آتون کی یہ عادت تھی کہ وہ آدھی رات کو اٹھ کر غسل کرتا پاک و صاف ہو کر نیا لباس پہنتا اور اکیلا ہی محل سے نکل کر دریا کنارے ریت کے ٹیلوں کے پاس جا کر زمین پر قالین بچھا کر خدا کی عبادت کرتا ارمان بادشاہ کی اس عادت سے باخبر تھا اس نے بادشاہ کو ہلاک کرنے کا منصوبہ بنا لیا تھا اپنے ایک خاص راز دار فوجی کو تیر کمان دے کر ریت کے ٹیلے کے پیچھے چھپا دیا کہ جونہی بادشاہ خدا کی عبادت کرنے بیٹھے وہ تیر کمان سے اسے ہلاک کر دے

شاہان کو معلوم تھا کہ ارمان بادشاہ کے خلاف بغاوت کر رہا ہے ایک روز وہ ارمان کے دل کا راز معلوم کرنے اس کے گھر گیا ارمان شاہان کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اس نے شاہان کو بھنا ہوا گوشت کھلایا اور ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگا شاہان نے جان بوجھ کر جھوٹ موٹ آہ بھری اور کہا ارمان تمہیں کیا بتاؤں جب سے فرعون آلون تخت پر بیٹھا ہے میں بہت پریشان ہو گیا ہوں جس وقت میں سوچتا ہوں کہ ہمارے باپ دادا کا مذہب نیست و نابود ہو جائیگا تو میرا دل غم کی گہرائیوں میں ڈوب جاتا ہے آلون کو یہ حق ہرگز نہیں ہے کہ وہ ہمارے آباؤ اجداد کے مذہب کو تباہ کرے اور ہمارے دیوتاؤں کی مورتیوں کو توڑ کر انہیں مندروں سے نکال دیں۔

ارمان بڑا خوش ہوا کہ شاہان بھی اس کا ہم خیال تھا اور فرعون آلون کے خلاف تھا اس نے شاہان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا اس بات سے میں بھی بہت پریشان ہوں شاہان ہوں شاہان اور ساری رعایا پریشان ہے سارے پجاری اور درباری پریشان ہیں وہ یہ بھی برداشت نہیں کر سکتے کہ آلون ہمارے مذہب پر قاتلانہ حملہ کرے۔

قاتلانہ حملہ تو اس نے کر دیا ہے ارمان اس وقت مصر کے کسی مندر میں ہمارے مذہب کا ہمارے دیوتاؤں کا ایک بھی بت نہیں ہے کیا تم سمجھتے ہو کہ اگر ہم نے غفلت کی تو دیوتاؤں کا ہم پر قہر نازل نہیں ہوگا۔

قہر تو ضرور نازل ہوگا۔

پھر اس کا علاج کیا ہے۔ ہم کس طرح اپنے دیوتاؤں کی خوشنودی حاصل کر سکتے ہیں۔ ہم کس طریقے پر عمل کر کے اپنے پرانے اور آبائی دین کو تباہی سے بچا سکتے ہیں۔

ارمان سوچنے لگا کہ کیا وہ اپنی سکیم کے بارے میں شاہان کو آگاہ کرے یا نہ کرے اس نے فیصلہ کر لیا کہ ابھی اس کا وقت نہیں آیا ہے اس نے کہا۔

یہ سوچنا رعایا کا کام ہے پجاری اور درباریوں کا کام ہے میں تو ایک سپاہی ہوں میرا کام ملک کی حفاظت کرنا ہے میں تمہیں کیا بتا سکتا ہوں تم سوچو کہ تمہیں اپنے مذہب کو بچانے کے لیے کیا کرنا چاہیے۔

شاہان سمجھ گیا کہ ارمان اس کو دامن نہیں پکڑانا چاہتا۔ ارمان بڑا چالاک تھا شاہان نے بات آگے بڑھانا مناسب نہ سمجھا اور تھوڑی دیر بیٹھ کر ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد وہ اپنی حویلی میں واپس آ گیا اسے یقین ہو چکا تھا کہ ارمان نے نیک دل فرعون آلون کو قتل کروا کر خود تخت و تاج پر قبضہ کرنے کا منصوبہ بنا رکھا تھا وہ فرعون آلون کو ارمان کی ہلاکت سے بچانا چاہتا تھا وہ چاہتا تھا کہ وہ اپنی ماں ملکہ نفران کے پاس جا کر اپنا آپ ظاہر کر دے اسے کہہ دے کہ وہ ہی اس کا بیٹا ہے اور ارمان کی سازش سے آگاہ کر دے وہ رات کو بستر پر لیٹا کروٹیں بدلتا رہا۔ اسے نیند نہیں آ رہی تھی آخر وہ اٹھا اور حویلی سے باہر نکل کر دریا کنارے ٹہلنے لگا رات کے وقت جنگلی جانوروں کے خطرے کے پیش نظر اس نے اپنا تیر کمان ساتھ لے لیا رات بڑی خوشگوار تھی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی اس موسم کا اثر شاہان کی طبیعت پر بہت اچھا پڑا۔ وہ ٹہلتے ٹہلتے دریا کنارے کافی دور نکل گیا دریائے نیل کا پانی بڑے سکون اور خاموشی کے ساتھ بہہ رہا تھا۔ اور اس میں ستاروں کا عکس جھلملا رہا تھا شاہان ریت کے ٹیلوں کے پاس ٹہلتا ٹہلتا ایک کھلے میدان میں پہنچا تو اس نے دیکھا کہ ایک جوان آدمی سفید لباس پہنے قالین پر بیٹھا آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے عبادت کر رہا تھا ایک رتھ قریب ہی کھڑا تھا اچانک شاہان کو خیال آیا کہ کہیں وہ فرعون مصر آلون تو نہیں۔ اس نے سن رکھا تھا کہ فرعون اکثر راتوں کو دریائے نیل کے کنارے خدا کی عبادت کرتا ہے شاہان ایک چھوٹے سے ٹیلے کی اوٹ میں ہو کر بیٹھ

گیا۔ اور فرعون مصر کو خدا کی عبادت کرتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ وہ فرعون مصر ہی تھا فرعون دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے گردن جھکائے قالین پر دو زانون بیٹھا خدا کی عبادت میں محو تھا شاہان کا دل بھی خدا کی عبادت سے لبریز ہو گیا شاہان اس منظر کو دیکھنے میں کھویا ہوا تھا کہ اچانک اس نے محسوس کیا کہ ایک سایہ ہیولہ رات کے وقت ٹیلے سے نکل کر فرعون کی طرف بڑھ رہا ہے۔ شاہان کا ماتھا ٹھنکا کہ کہیں فرعون کے خلاف کوئی بھیانک سازش پر عمل تو نہیں ہو رہا ہے ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ سیاہ ہیولہ فرعون کے عقب میں پہنچ کر اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اس نے چغے کی جیب میں ہاتھ ڈال کر چمکتا ہوا خنجر نکال لیا شاہان کان اٹھا اس نے فوراً تیر کمان میں جوڑ کر قاتل پر نشانہ باندھا ٹھیک جب قاتل نے فرعون کے قتل کرنے کے لیے خنجر کرنے والا ہاتھ اوپر اٹھایا تو ادھر سے شاہان نے کمان کھینچ کر تیر چھوڑ دیا تیر سیدھا قاتل کی پیٹھ پر جا کر لگا۔ اور آر پار ہو گیا۔ قاتل منہ کے بل ریت پر گر کر تڑپنے لگا شاہان ٹیلے کی اوٹ سے نکل کر فرعون کے قریب آ گیا۔ فرعون کو ابھی تک خبر نہ تھی کہ اس پر قاتلانہ حملہ کی بھرپور کوشش کی گئی ہے اس نے عبادت سے فارغ ہو کر شاہان کو اور ایک سپاہی کو زمین پر پڑے ہوئے دیکھا تو پوچھا۔

اس کو کس نے مارا ہے۔ شاہان نے تین بار جھک کر اس کو سلام کیا اور تمام معاملہ کھل کر بیان کر دیا فرعون کو جب معلوم ہوا کہ شاہان نے اس کی جان بچائی ہے تو وہ بہت خوش ہوا اس نے شاہان کا ہاتھ تھام کر کہا۔

تم نے میری جان بچائی ہے نوجوان بولو تم کیا مانگتے ہو تم جو مانگو گے میں تمہیں دوں گا اس لیے کہ میں مصر کا بادشاہ ہوں فرعون ہوں۔

شاہان نے ایک بار پھر سلام کیا اور کہا خدا کا دیا میرے پاس بہت کچھ ہے جہاں پناہ رب عظیم کا شکر ہے کہ میں اتفاق سے ٹہلتے ٹہلتے ادھر آ نکلا اور آپ کی جان بچ گئی۔

فرعون آلون نے آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر کہا زندگی اور موت صرف خدا کے ہاتھ میں ہے وہ ہی انسانوں کو زندگی عطا کرتا ہے وہ ہی انسانوں کو موت سے ہمکنار کرتا ہے اس نے مجھے موت سے بچانا چاہا اور تمہیں میرے پاس تیر کمان لے کر بھیج دیا۔ تمہارا نام کیا ہے۔

شاہان جہاں پناہ۔

تم کیا کرتے ہو۔

میں حکیم ہوں جہاں پناہ۔ جڑی بوٹیوں سے بیماروں کا علاج کرتا ہوں۔

ٹھیک ہے آج سے تم ہمارے شاہی حکیم ہو کیا تمہیں یہ عہدہ قبول ہے

شاہان اسی موقع کی تلاش میں تھا جھٹ سے بولا۔ اس سے بڑھ کر میری عزت افزائی اور کیا ہوگی جہاں پناہ کہ میں آپ کی خدمت کر کے فخر محسوس کروں گا فرعون نے اپنی انگوٹھی اتار کر شاہان کو دیتے ہوئے کہا صبح تم محل میں آ جانا یہ انگوٹھی تمہیں بغیر کسی رکاوٹ کے تمہیں میرے پاس پہنچا دے گی فرعون آلون رتھ پر سوار ہو کر محل کی طرف چل پڑا شاہان تھوڑی دیر وہاں کھڑا سپاہی کی لاش کو دیکھتا رہا پھر اسے خیال آیا کہ اس کا وہاں زیادہ دیر ٹھہرے رہنا ٹھیک نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے جس شخص نے اس سپاہی کو فرعون کے قتل کے لیے اس کو بھیجا ہے وہ یہاں پہنچنے والے ہوں شاہان وہاں سے ہٹ گیا۔ اور ریت کے اونچے ٹیلے میں سے گزرتا ہوا دریا کنارے سے ہو کر اپنی حویلی میں واپس آ گیا۔ حویلی میں پہنچ کر وہ باقی ساری رات اس واقعہ

پر سوچتا رہا یہ اس کی خوش بختی تھی کہ فرعون نے خود اسے شاہی طبیب کے عہدے پر فائز کیا تھا جب کہ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ محل میں کس طرح داخل ہو وہ بڑی بے تابی سے صبح کا انتظار کرنے لگا۔

فرعون مصر آلون کا دربار لگا ہوا تھا فرعون کی سواری ابھی نہیں آئی تھی اس کا سونے کا عالی شان تخت ابھی خالی تھا تخت کے اوپر سونے کا چھت پڑا ہوا تھا جس میں نہایت قیمتی ہیرے جواہرات جڑے تھے دو سیاہ فام حبشی باز کے سفید پر وہ کے بڑے بڑے مورچھل لیے ادب سے کھڑے تھے دربار ے میں سارے درباری امیر وزیر فون کے اعلیٰ افسر دوسرے ملکوں کے سفیر بیاری سیاست دان دانشور اور ملک کے چنے ہوئے لوگ شاہی لباس پہنے ہوئے کھڑے تھے سونے چاندی کی زرنگار کرسیوں پر بیٹھے ہوئے بادشاہ کی آمد کا انتظار کر رہے تھے سپہ سالار ارمان بھی وہاں شاہی وردی پہنے ہوئے موجود تھا اس کے پاس ہی شاہان انتہائی بیش قیمت کپڑوں میں ملبوس دوسرے درباریوں کے ساتھ کرسی پر بیٹھا تھا فرعون آلون کے عہد میں مصر نے بڑی ترقی کی تھی وہ دور مصر کی قدیم تہذیب کے عروج کا دور تھا بڑے بڑے اہرام مصر مقیم ہو چکے تھے ملک میں خوش حالی تھی لوگ محنت سے کام کیا کرتے تھے دریائے نیل پر بندھار کر سیلاب کی تباہ کاریوں کو روک لیا تھا دنیا کے ہر مذہب ملک کا سفیر فرعون مصر کے دربار میں موجود تھا۔ آلون نے کئی ملکوں کو فتح کر کے اپنی سلطنت کو بحیرہ روم کے ساحلوں تک بڑھا دیا تھا۔ اس وقت مصر کی حکومت دنیا کے سب سے بڑی حکومت تھی فرعون کے دربار کا شان وشکوہ دیکھ کر محسوس ہوتا تھا کہ یہ دنیا کے سب سے بڑا دربار ہے دربار کے درودیوار سے دبدبہ رعب عظمت اور شوکت ٹپکتی تھی ارمان کو پتہ چل گیا تھا کہ شاہان اس کے بھیجے ہوئے سپاہی کو ہلاک کر کے اور فرعون کی جان بچانے کے صلہ میں دربار میں داخل ہوا ہے۔ اسے اس بات کا بڑا صدمہ تھا کہ اس کے جگری دوست کی وجہ سے اس کی سازش ناکام ہوئی اگر اس رات شاہان سپاہی کو ہلاک نہ کرتا تو آج آلون کی جگہ سپہ سالار ارمان مصر کے تخت پر بیٹھا ہوتا لیکن وہ شاہان کو کچھ کہہ نہیں سکتا تھا پھر بھی یہ صدمہ اس کے دل میں نقش کر گیا تھا اور وہ شاہان سے نفرت کرنے لگا تھا شاہان کو دربار میں شاہی حکیم کو مقام حاصل کرتا دیکھ کر نفرت میں اس کی اور اضافہ ہو گیا تھا مگر ارمان نے دل کی بات دل میں ہی رکھی تھی۔ اور شاہان کی طرف مسکرا مسکرا کر دیکھ رہا تھا بلکہ دربار میں داخل ہوتے دیکھ کر اس نے شاہان کو گلے لگا لیا تھا اور مبارک باد دی تھی تم نے بہادری کا کام کیا ہے شاہان۔ فرعون کی جان بچا کر تم نے اس کی محبت اور خوشنودی حاصل کر لی ہے میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں تم بہت ترقی کرو گے شکریہ ارمان تم میرے جگری دوست ہو اگر اس وقت تمہیں خوشی نہیں ہوگی تو پھر کس کو ہوگی میں تمہاری دعاؤں کے لیے تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔ اس کے باوجود شاہان کا دل بھی ارمان کی طرف سے صاف نہیں تھا اسے معلوم تھا کہ ارمان اس سے ناراض ہے کیونکہ اس نے فرعون کی جان بچا کر ارمان کے منصوبہ پر پانی پھیر دیا تھا لیکن اوپر سے وہ بھی ارمان سے خندہ پیشانی سے بات کر رہا تھا اتنے میں بڑے زور سے سینکڑوں میغریوں نے بج کر فرعون مصر کے دربار میں تشریف لانے کا اعلان کیا سارے دربار ادب سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے لیکن آلون نے انہیں ایسا کرنے سے منع کر دیا تھا کیونکہ اس کے خیال میں انسان کو سجدہ صرف خدا کو کرنا چاہیے تم خواب اور اطلس کی ولداونغران کے ساتھ خدمت گاروں اور محافظوں کے جلو میں دربار میں داخل ہوا ہر طرف ایک رعب سا چھا گیا دربار میں سناٹا طاری ہو گیا فرعون اور ملکہ بیش قیمت سونے کے تاروں میں منڈھا ہوا شاہی لباس اور سونے کے تاج

پہنے تخت پر آ کر بیٹھ گئے خادم ادب سے ایک طرف کھڑے ہو گئے غلام نے مور چھل ہلانا شروع کر دیا درباری فرعون کا اشارہ پا کر اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ دربار میں گہری خاموشی طاری ہو گئی اس وقت کوئی زیادہ زور سے بھی سانس لیتا تو اس کی آواز بھی آ جاتی وزیر دربار نے آگے بڑھ کر سلام کیا اور عرض کی ملکہ سومیہ کی طرف سے حضور کی خدمت میں تحائف پیش خدمت ہے اس کے ساتھ ہی اشوری اور سوڈانی غلام سروں پر سونے چاندی کے طشت لیے آ گئے اور بادشاہ آلون کی خدمت میں رکھتے گئے یہ طشت چین کے سلک سوڈان کے سیاہ چیتوں کی کھالوں بحیرہ روم کے موراور یمن کے سچے موتیوں سمرقند کے سیاہ ہرن کی کستوری افریقہ کے جواہرات اور گولکنڈہ کے زمرد اور نوبیہ کے کانوں سے نکلے ہوئے سونے کے سکوں سے بھرے ہوئے تھے اسکے بعد میسر بائے شہنشاہ کی طرف سے ہندی اور بابلی کنیزوں کا تحفہ پیش کیا گیا جسے آلون نے شکریہ کے ساتھ واپس کر دینے کا حکم دیا میسر یا کے شہنشاہ کو ہماری طرف سے شکریہ کا پیغام دینے کے بعد کہا جائے کہ ہم نے اپنی تمام کنیزوں کو آزاد کر دیا ہے ہمیں اس قسم کی تحفوں کی ضرورت نہیں ہے میسر ایا کے سفیر نے ادب سے کہا جو حکم شہنشاہ جہاں۔ فرعون مصر کے وزیر دربار نے ایک ملک شام کی جانب موصول ہوئے تحفوں کو پیش کرنا چاہا تو فرعون مصر نے ہاتھ کے اشارے سے اسے منع کر دیا اور کہا اس نوجوان کو پیش کیا جائے جس نے کل رات صحرا میں ہماری جان بچائی تھی دوبار میں ایک دم سناٹا چھا گیا سپہ سالار ارمان کا چہرہ زرد پڑنے لگا۔ بڑے پجاری ارمش کا بھی رنگ اتر گیا انہوں کو یوں محسوس ہوا کہ جیسے فرعون پر انکی سازش کا راز کھل گیا ہے اور ابھی وہ ان دونوں کے قتل کا حکم دے دے گا ارمان نے سوچا کہ اگر اس کے قتل کا حکم صادر کر دیا گیا تو تو وہ اسی وقت آگے بڑھ کر فرعون کو قتل کر دے گا اور تخت پر قبضہ کرے گا پھر جو ہوگا دیکھا جائے گا ارمان ایک دلیر سپہ سالار تھا اس میں ایسا کرنے کی جرات تھی وزیر نے دربار نے عصا فرش پر مارتے ہوئے کہا۔

نوجوان شاہان کو حضور شہنشاہ میں پیش کیا جائے درباریوں کی قطار میں سے ایک کرسی پر سے شاہان اٹھا اور فرعون کے سامنے آ کر تین بار سلام کیا اور کھڑا ہو گیا فرعون نے کہا۔

ہمیں معلوم ہے کہ ہمارے خلاف کچھ لوگوں نے بغاوت کی تھی اس لیے سازش کی اور ہمیں ہلاک کرنے کی کوشش کی ہم نے اس سے ملک سے جہالت دور کر کے ایک خدائے بزرگ و برتر کی عبادت کا حکم صادر کیا۔ ہم نے اپنے ملک اپنی قوم کو اور اپنے مذہب کو گناہ سے بچا لیا ہے ہم نے ایک نیک قدم اٹھایا ہے ہم اس سے پیچھے نہیں ہٹیں گے خدا کو ہماری زندگی منظور تھی اس نے ہمیں اس نوجوان کو بھیج کر بچا لیا ہم اس نوجوان سے خوش ہیں اور آج بھرے دربار میں اعلان کرتے ہیں آج سے شاہان ہمارا شاہی حکیم ہوگا۔

اس اعلان کے ساتھ ہی خدمت گاروں نے نفیریاں زور زور سے بجا کر شاہان کے شاہی حکیم بنائے جانے کا اعلان کر دیا فرعون نے اپنے گلے سے ہیرے موتیوں کا بڑا ہی قیمتی ہار اتار کر خود شاہان کے گلے میں ڈالا۔ یہ ہماری طرف سے تمہیں انعام ہے آج سے تم ہمارے دربار کے اعلیٰ عہدے پر مامور رہو گے تم شاہی خاندان کا علاج کرو گے اس کے علاوہ تم ہمارے دوست بھی ہو گے۔

شاہان نے ہاتھ باندھ کر عرض کی شاہ معظم آپ نے جس عزت سے مجھے نوازہ ہے میں اس کے لیے آپ کا ممنون ہوں خدا نے چاہا تو میں اس خدمت پر پورا اتروں گا۔

فرعون نے اعلان کیا دربار برخاست کیا جاتا ہے۔

ملکہ نفران اس وقت سے شاہان کو بڑے غور سے دیکھ رہی تھی اس کی ممتا نے ایک بار پھر جوش مارا تھا

اسے یوں لگ رہا تھا جیسے یہی وہ شاہان ہے جو اس کا بیٹا تھا دربار برخاست ہو گیا فرعون ملکہ کو ساتھ لے کر اپنے شاہی ایوان کی طرف چل پڑا۔

درباریوں نے آگے بڑھ کر شاہان کو مبارک باد دی بڑے پجاری نے حسد کی نگاہ سے شاہان کو دیکھا

ارمان نے منافقت سے کام لیتے ہوئے شاہان کو گلے سے لگا لیا اور کہا۔

مبارک ہو شاہان رب عظیم کی قسم آج کا دن میری زندگی کا حسین ترین دن ہے تم اسی لائق تھے کہ تمہیں شاہی حکیم کا عہدہ دیا جاتا آج تمہارے اعزاز میں ایک زبردست دعوت ہو گی یہ شاندعوت ارمان کے اپنے علیشان مکان میں دی گئی اس میں درباریوں کے علاوہ شہر کے تمام معزز ترین لوگ بھی شریک تھے ہر طرف کھانے پینے کے طشت لگے تھے مہمان قہقہے لگاتے باتیں کرتے کھا رہے تھے اس دعوت میں صلالہ بھی موجود تھی شاہان نے اس کی طرف دیکھا تو وہ مسکرا کر آگے بڑھی اور اس نے شاہان کو مبارکباد دی مبارک ہو شاہان تمہیں امید ہے کہ تم ہم لوگوں کے دربار میں ضرور خیال رکھو گے شاہان نے کوئی جواب نہ دیا اور آگے نکل گیا اور درباریوں کے ساتھ باتیں کرنے لگا صلالہ نے ارمان کو ہاتھ کے اشارے سے ایک طرف بلایا۔

کیا بات ہے صلالہ شاہان تم سے ناراض کیوں ہے میں ایک عرصہ بعد تم سے مل رہا ہوں کیا کوئی جھگڑا ہو گیا ہے صلالہ نے کہا۔

ادھر انجیر کے درختوں میں آجاؤ میں تم ایک راز کی بات کرنا چاہتی ہوں ارمان صلالہ کے ساتھ اس طرف ہو گیا۔ جہاں انجیر کا درختوں کا ایک جھنڈ تھا اور سنگ مرمر کے چبوترے پر بیٹھ گیا۔ کہو کون سی راز کی بات ہے۔ جو تم مجھ سے کہنا چاہتی ہو۔

صلالہ نے ادھر ادھر غور سے دیکھا اور کہا۔ سنو ارمان جس نوجوان شاہان کو تم اپنا دوست سمجھتے ہو وہ کسی کا بیٹا ہے۔

امال ماہر تعمیرات کا بیٹا ہے۔ ارمان نے کہا۔

غلط ہے وہ امال کا بیٹا نہیں ہے۔

ارمان نے مذاق سے قہقہہ لگایا۔ تو کیا وہ تمہارا بیٹا ہے۔

صلالہ بولی مذاق کا وقت نہیں ہے ارمان میری بات غور سے سنو شاہان مصر کا شہزادہ ہے اس کے پاس شاہی خاندان کی مہر ہے۔

کیا کیا۔ ارمان چونک سا گیا۔ شاہان مصر کا شہزادہ ہے۔

ہاں اس کے پاس فرعون کی شاہی مہر ہے۔

تمہیں کیسے معلوم ہوا۔

وہ مہر شاہان نے مجھے خود دکھائی تھی۔ اس کے بعد صلالہ نے ارمان کو ساری کہانی سنا دی کہ کس طرح شاہان نے اس سے شادی کی خواہش کی تھی صلالہ نے اس سے جراحی کے آلات ہتھیا کر اپنے غلاموں سے کہہ کر مکان سے باہر پھنکوا دیا تھا اور پھر کس طرح شاہان نے اسے شاہی مہر دکھا کر کہا کہ صلالہ نے جس نوجوان کے ساتھ شادی کرنے سے انکار کیا ہے وہ مصر کا شہزادہ ہے ارمان سوچنے لگا پھر ہاتھ ہلا کر بولا نہیں نہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے میں بچپن سے شاہان کو جانتا ہوں وہ امال کے گھر میں پیدا ہوا ہم دونوں چھوٹے چھوٹے تھے جب دریا کنارے کھیلا کرتے تھے ھر وہ بھلا مصر کا شہزادہ کیوں کر ہو سکتا ہے اس نے وہ مہر کہیں

سے جڑائی ہوگی۔

بہرحال جو کچھ بھی ہے فرعون کی شاہی مہر اس کے پاس موجود ہے تمہیں اس سے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے ارمان نے حسب عادت ایک زوردار قہقہہ لگایا اور کہا۔

صلالہ ارمان ایک دلیر سپہ سالار ہے وہ کسی سے خوف نہیں کھاتا ہاں لوگوں کو اس سے ضرور ڈرنا چاہیے وہ دعوت میں آ گئے ارمان شاہان کے ساتھ باتیں کرنے لگا پھر وہ اسے ایک طرف لے گیا اس کے دل میں صلالہ کی بات نے ایک الجھن ڈال دی تھی یہ ٹھیک ہے کہ وہ کسی سے خوف نہیں کھاتا تھا مگر شاہان کے پاس فرعون کی شاہی مہر ہونا خطرے سے خالی نہیں تھا اور اگر کسی طرح یہ مہر ارمان کے پاس آ جائے تو وہ اس سے بڑا فائدہ اٹھا سکتا ہے اس نے شاہان سے کہا۔

شاہان تم میرے بچپن کے دوست ہو اگر میں تم سے کوئی بات پوچھوں تو کیا سچ سچ بتاؤ گے۔

ہاں ضرور سچ سچ بتاؤں گا۔

کیا تمہارے قبضے میں شاہی خاندان کی مہر ہے اور اگر ہے تو تم نے وہ کہاں سے حاصل کی ہے۔

شاہی مہر کا حال شاہان کسی بھی حالت میں ارمان کو بتانا نہیں چاہتا تھا اس نے اس کے سوال میں فوراً کہا تمہیں کسی نے غلط کہا ہے دوست میرے پاس بھلا شاہی مہر کہاں سے آ سکتی ہے۔

مجھے صلالہ نے کہا ہے۔ شاہان نے ایک قہقہہ لگایا۔ اب سمجھا میں نے صلالہ کو ایک جھوٹی مہر دکھائی تھی اس نے میرے ساتھ شادی کرنے سے انکار کر دیا تھا میں نے اس کو جلانے کے لیے کہا تھا کہ میرے پاس شاہی مہر ہے اور یہ میں مصر کا شہزادہ ہوں کمال ہے ارمان تم بھی یقین کر لیا۔ آخر میں تمہارے ساتھ پڑھا بڑا ہوں کیا تمہیں یقین آ سکتا ہے کہ میں مصر کا شہزادہ ہوں۔

یہی تو میں حیران تھا کہ شاہان میری آنکھوں کے سامنے پل بڑھ کر جوان ہوا ہے پھر وہ بھلا مصر کا شہزادہ کیسے ہو گیا۔

شاہان نے رب عظیم کا شکر ادا کیا کہ ارمان کے دل میں صلالہ نے اپنی مکاری سے جو بات ڈالی تھی وہ اس نے بڑی حکمت عملی سے نکال دی تھی لیکن اس کا وہم تھا اس لیے کہ ارمان کے دل میں شاہان کے بارے میں شک ضرور پیدا ہو گیا تھا کہ آخر اس کے پاس شاہی مہر کہاں سے آ گئی ارمان نے اس بارے میں پوری تحقیقات کرنے کا فیصلہ کر لیا رات گئے پوری دعوت ختم ہوئی شاہان اپنی حویلی میں آ کر لیٹ گیا وہ بڑا تھکا ہوا تھا اسے بہت جلدی نیند آ گئی دوسرے روز وہ شاہی لباس پہن کر شاہی رتھ میں سوار ہو کر فرعون کے دربار میں پہنچ گیا اسے تمام درباریوں نے پہلے روز دربار میں آنے پر مبارک باد دی تھی شاہان کی نگاہیں ارمان کو تلاش کر رہی تھیں مگر وہ اسے کہیں بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا شاہان کے قریب سے بڑا پجاری شاہی اعصا ہاتھ میں لیے منہ ہی منہ میں کوئی منتر پڑھتا ہوا گزرا شاہان نے اس سے ارمان کے بارے میں پوچھا۔

مقدس پروہت کیا آپ کو معلوم ہے کہ ارمان کہاں ہے۔

بڑے پجاری نے رک کر شاہان کی طرف نگاہیں اٹھائیں اور بڑی رعونت سے کہا ہمیں سپہ سالار سے کیا کام ہمیں کیا معلوم کہ وہ اس وقت کہاں ہے۔

اتنا کہہ کر پجاری آگے بڑھ گیا شاہان سوچتا رہا کہ بڑے پجاری کی اس رعونت اور تکبر کی وجہ کیا ہو سکتی ہے کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ شاہان سے قربت کرتا ہوں اس لیے ارمان نے اسے اپنے ساتھ ملا لیا ہو اسے یوں

محسوس ہوا کہ جیسے فرعون کو قتل کرنے کی سازش میں بڑے پجاری کا بھی ہاتھ ہے ایک سیاہ چشم کنیز شاہان کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کر کے آگے نکل گئی پہلے تو شاہان ذرا سا ٹھٹھکا اس خیال سے کہ درباری اسے کنیز کے پیچھے جاتے ہوئے دیکھ کر کیا خیال کریں گے لیکن کنیز نے ستون کے پیچھے کھڑے ہو کر اسے دوبارہ اشارہ کیا تو وہ رک نہ سکا آگے بڑھ کر اس نے کنیز کے پیچھے پیچھے چلنا شروع کر دیا کنیز اسے لے کر شاہی محل کے پچھلے حصے کی طرف لے آئی یہاں ایک باغ تھا جس میں دنیا بھر کے درخت اور پھول دار پودے لگے تھے سنگ مرمر کے فوارے جگہ جگہ چل رہے تھے ایک عالی شان بارہ دری کے اندر سنگ مرمر کے چبوترے پر فرعون کا بت لگا ہوا تھا داہنی جانب شاہی محل کے زنانہ حصہ کا پچھواڑہ تھا اس محل میں ملکہ اپنی بے شمار کنیزوں اور خادماؤں کے ساتھ رہتی تھی دروازے پر سیاہ فام حبشی غلاموں کے پہرے لگے ہوئے تھے یہ حبشی پہرے پر ننگی تلواریں لیے چاق و چوبند کھڑے پہرے دے رہے تھے شاہان ایک پل کے لیے رک گیا کنیز نے شاہان کو رکتے ہوئے دیکھا تو قریب آ کر کہا۔

میرے آقا بے فکر ہو کر آگے بڑھیے ملکہ عالیہ آپ کی راہ دیکھ رہی ہے شاہان کا دل دھڑکنے لگا تو گویا وہ عرصہ پندرہ برس کے بعد اپنی حقیقی ماں سے ملنے کو جا رہا تھا اس کا دل ماں کی محبت سے لبریز ہو گیا اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ اور چپ چاپ کنیز کے پیچھے پیچھے چلتا ہوا محل میں داخل ہو گیا حبشی غلاموں نے کنیز کے ساتھ شاہان کو دیکھ کر سر جھکا کے اور پرے ہٹ کر کھڑے ہو گئے جیسے شاہان کو ملکہ کے محل میں داخل ہونے کے لیے راستہ دے رہے ہوں شاہانہ محل کی چوڑی چوڑی خوبصورت سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر کی منزل میں آ گیا یہاں سنگ مرمر کے ستون کے درمیان ایک غلام گردش مصر میں دالان کی طرف نکل گئی تھی اس دالان کے آخر میں ملکہ کا خاص کمرہ تھا اس کمرے کے باہر خواجہ سرا پہرہ دے رہے تھے شاہان کو کنیز کے ساتھ آتا ہوا دیکھ کر انہوں نے دروازہ کھول دیا۔ اندر ایک عالی شان تخت پر ملکہ مصر بیٹھی تھیں وہ ادھیڑ عمر ہو رہی تھیں چہرے پر بڑھاپے کے آثار نمایاں ہونا شروع ہو گئے تھے ملکہ نے شاہان کو غور سے دیکھا اور ہاتھ کے اشارے سے بیٹھ جانے کا حکم دیا۔ ملکہ نفران نے اشارے سے کنیز کو باہر جانے کو کہا کنیز سر جھکا کر شاہی حجرے سے باہر نکل گئی اب کمرے میں ماں بیٹا دونوں اکیلے رہ گئے تھے ملکہ نے شاہان کو اپنے پاس بلا کر بٹھایا اور کہا۔

شاہان کیا تمہیں یقین ہے کہ تم امال کے بیٹے ہو شاہان نے ایک نظر ملکہ کو اپنی ماں کو دیکھا اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اس کا دل ماں کے قدموں میں نچھاور ہونے کو بے تاب ہو گیا اس نے سر جھکا لیا ملکہ نے اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ لیے اس نے شاہان کے سر پر ہاتھ رکھ لیا شاہان نے اپنے خون میں ماں کی ممتا کو محسوس کیا اس کی آنسو بھری پلکیں اٹھا کر کہا۔

ملکہ عالیہ مجھے درویش گرشنک نے بتایا تھا کہ میں ایک ننھی سی کشتی میں دریائے نیل کی موجوں پر بہتا جا رہا تھا ایک صبح میرے ماں باپ نے مجھے وہاں سے اٹھا لیا اور گھر لا کر پرورش شروع کر دی ملکہ کی پلکوں میں آنسو کے ستارے لرزنے لگے۔ اس نے کہا۔

اس کشتی میں ایک شاہی مہر بھی تھی وہ مہر میرے پاس موجود ہے ملکہ عالیہ میرے باپ نے مرتے وقت وہ مجھے دے دی تھی اور ایک خط بھی لکھ گیا تھا کہ میں اس کا بیٹا نہیں ہوں بلکہ مصر کے شہزادوں میں سے ہوں اس نے شاہی لباس کی جیب میں سے باپ کا خط اور شاہی مہر نکال کر ملکہ کے سامنے رکھ دی ملکہ نے خط کو غور سے پڑھا پھر شاہی مہر کو دیکھا اور میرے بیٹے کہہ کر شاہان کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ دونوں ماں بیٹے کی آنکھوں

سے آنسوؤں کی ندیاں بہہ رہی تھیں پندرہ برس کے بعد ماں اور بیٹے کا ملاپ ہوا تھا۔ وہ کتنی ہی دیر ایک دوسرے کے پاس بیٹھے ممتا بھری باتیں کرتے رہے میرے بیٹے اگر تیرے باپ کے دشمن تمہارے پیچھے نہ ہوتے تو میں تمہیں کیسے اپنے سے جدا کر سکتی تھی میں نے کیسے پر پتھر باندھ کر تمہیں دریا کے سپرد کیا تھا میں نے اپنے رب عظیم کے حضور دعا کی تھی کہ وہ تمہاری رکھوالی کرے اور تمہیں جلد مجھ سے ملا دے رب عظیم نے آج میری دعا قبول کر لی آج کا دن میرے لیے سنہری دن ہے میرے جگر کا ٹکڑا پھر مجھ سے آن ملا ہے شاہان نے اپنی ماں کا ہاتھ اپنی آنکھوں پر لگاتے ہوئے کہا ماں میں بھی اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھتا ہوں کہ اتنے عرصے کے بعد تم سے آن ملا اگر میرا باپ زندہ ہوتا تو میں کبھی اپنی ماں سے نہ مل سکتا تھا۔ ملکہ نے اسی وقت شاہین کو طلب کیا شاہین بھی ادھیڑ عمر کی ہو چکی تھی وہ اندر آ گئی تو ملکہ عالیہ نے کہا۔

شاہین یہ میرا بیٹا شاہان ہے تم نے ہی اسے کشتی پر سوار کیا تھا جب اس کی عمر بمشکل ایک دن تھی کیا یہ وہی ناک نقشہ نہیں ہے میرے بچے کا۔

شاہین نے اپنا سر جھکا کر کہا۔ ملکہ عالیہ میں تو پہلے ہی آپ سے کہتی تھی کہ شاہان آپ کا ہی بیٹا ہے اس کی آنکھیں نیلی ہیں اور آپ کے بچے کی آنکھیں بھی نیلی تھیں اور پھر شاہی مہر سوائے آپ کے بچے کی کسی اور کے پاس نہیں ہو سکتی۔

شاہین شاہان مجھے مل گیا ہے میرا بیٹا مجھے واپس مل گیا ہے اگر میں اپنے بیٹے کو دیکھے بنا مر جاتی تو میری روح کو کبھی سکون نہیں ملتا۔ اب میں آرام سے مر سکوں گی۔

شاہان نے اپنی ماں کا ہاتھ تھام کر کہا۔ ایسا نہ کہو ماں میں تمہیں ہرگز مرنے نہ دوں گا۔

ملکہ نے ایک سرد آہ بھری اور کہا۔ تمہیں کیا معلوم کہ میرے اور فرعون مصر کے قتل کے لیے دربار میں کیسی کیسی گھناؤنی سازشیں ہو رہی ہیں آلون بھولا بھالا فرعون ہے دربار کے اکثر لوگ اس کے خلاف ہو گئے ہیں اور بڑا پجاری سپہ سالار کے ساتھ مل کر بغاوت کا منصوبہ بنا رہا ہے۔

شاہان نے کہا مجھے اس کا علم ہے ملکہ عالم۔

پھر تم اس کے لیے کیا کر سکتے ہو بیٹا۔

دراصل ہم سب مل کر اس سازش کو ناکام بنا دیں گے ارمان ایک زبردست چال چل رہا ہے اس کا ارادہ فرعون مصر اور مجھے قتل کر کے تخت پر زبردستی قبضہ کرنا چاہتا ہے۔

وہ اپنے ناپاک ارادوں میں کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکے گا ماں میں اس کا مقابلہ کروں گا۔

آپ اس کا مقابلہ کریں گے ہم سب مل کر اس کا مقابلہ کریں گے۔ بڑا پجاری اور فوج کا بہت بڑا حصہ اس کے ساتھ ہے شاہان۔

پھر کیا ہوا ماں ہم ہر حالت میں ارمان کے ناپاک عزائم کا مقابلہ کریں گے۔

ملکہ نفران اپنے بیٹے اپنے شہزادے کا ماتھا چوم کر کہا۔ تم واقعی میرے بہادر بیٹے ہو شاہان تم ایک دلیر اور جرات مند شہزادے ہو میں جانتی ہوں کہ تم اپنے ماں باپ کے تخت و تاج اور عزت پر آنچ نہیں آنے دو گے مگر تم ارمان اور بڑا پجاری کی طاقت کا غلط اندازہ لگا رہے ہو ان دونوں کے درباریوں کی ایک بڑی تعداد کو اپنے ساتھ ملا رکھا ہے۔ انکا مقابلہ کرنے کے لیے ہمیں بڑی ہوشیاری اور سیاست سے کام لینا پڑے گا۔

تم مجھے حکم کرو ماں جیسا کہو گی میں کروں گا۔

میرے خیال میں ہمیں چھوٹے پجاری اور وزیر دربار کو ساز باز کر کے اپنے ساتھ شامل کر لینا ہوگا یہ وہ لوگ ہیں جو ارمان اور بڑے پجاری کے خلاف بڑی آسانی سے صرف آزما ہو جائیں گے۔ یہ میرا کام ہے میں آج ہی ان دونوں کو الگ الگ بلا کر ان سے بات کرتی ہوں۔

آخر انہیں کیا پڑی ہے ماں کہ وہ سپہ سالار اور بڑے پروہیت کے خلاف محاذ کھولیں گے۔

میں وزیر دربار کے بیٹے کو سپہ سالار بنا دوں گی اور چھوٹے پجاری کو بڑے پروہیت کا درجہ دے دوں گی میرے خیال میں یہ حکمت عملی مناسب رہے گی۔ ملکہ نے سوچ کر کہا۔ ایک بات کا ہمیں خاص خیال رکھنا چاہیے کہ ابھی دربار میں کسی پر یہ راز نہیں کھلنا چاہیے کہ تم میرے شہزادے ہو اور مجھ سے مل چکے ہو۔ اس لیے میں تمہیں آج بڑے خفیہ طریقے سے محل میں منگوایا ہے۔

ایسا ہی ہوگا ماں۔

اب میرے بیٹے تم جا سکتے ہو۔ کل شام تم مجھ سے ملنے آنا میں انتظار کروں گی۔

جو حکم ملکہ عالیہ۔

شاہان ماں سے مل کر واپس آ گیا تھوڑی دیر بعد دربار لگا فرعون مصر آلون اور ملکہ نفران تخت پر آ کر جلوہ افروز ہوئے دربار میں فرعون نے دوسرے اعلیٰ درباریوں کے ساتھ شاہان کو بھی کرسی پیش کی اور ضروری کاروائی کے بعد دربار برخاست ہو گیا اس دوران میں ملکہ نفران نے شاہان کی طرف دو ایک بار غور سے دیکھا جیسے کہہ رہی ہو کہ میرے بیٹے ابھی کسی پر ماں بیٹے کے ملاپ کا راز نہ کھلے دربار برخاست ہونے کے بعد ارمان نے شاہان سے ادھر ادھر کی دو تین باتیں کیں اور رخصت ہو گئے۔ شاہی مہمان کے باہر انجیر کے درختوں کے پجاری اور فرعون کا ایک خاص ملازم ایک رتھ پر بیٹھے ارمان کا انتظار کر رہے تھے ارمان ان کو ساتھ لے کر قلعے کی طرف روانہ ہو گیا قلعے کی شمالی برج کے پیچھے ایک پرانے اہرام کے کھنڈر میں انہوں نے اپنی خفیہ ملاقات شروع کر دی اس ملاقات میں یہ طے پایا۔

کسی وقت آج رات فرعون مصر اور ملکہ کو ہلاک کر دیا جائے۔

میرے خیال میں آدھی رات کے بعد انہیں زہر دے کر ہلاک کر دینا چاہیے یہ رائے بڑے پجاری نے دی تھی ارمان سوچنے لگا وہ ایک ہی وقت میں دونوں کو ہلاک کرنے کے حق میں تھا۔ اور اسکے لیے رات کے شروع کا حصہ اس کے خیال میں بے حد موزوں تھا اس نے فرعون کے خاص ملازم کو سونے کے سکوں کی ایک تھیلی دیتے ہوئے کہا۔

یہ لو اپنا حصہ او کام خوش اسلوبی سے ختم کرنے کے بعد تمہیں ترقی دے کر داروغہ مطبخ بنا دیا جائے گا تمہارا یہ کام ہے کہ رات کو جب بادشاہ اور ملکہ کھانا کھانے بیٹھیں تو تم سب کی آنکھ بچا کر صرف بادشاہ اور ملکہ کے کھانے میں زہر ملا دو یہ زہر پھیکا ہے اور اسکا اثر ایک پل کے اندر اندر ہو جاتا ہے اگر تم نے یہ کام کامیابی سے کر دیا تو تمہیں اور بھی انعام دیا جائے گا۔

فرعون کے ملازم خاص نے زہر کی چمڑے کی بوتل ارمان کے ہاتھ سے لے کر جیب میں رکھتے ہوئے کہا

زیوس کی قسم آج کی رات فرعون اور ملکہ کی آخری رات ہوگی کل وہ اس دنیا میں نہیں ہوں گے۔

شاباش اس کے بعد بڑے پجاری اور ارمان نے آپس میں کچھ دیر صلاح مشورہ کیا اور پھر روانہ ہو گئے ارمان نے ایک بڑا زبردست منصوبہ بنایا تھا۔ فرعون کی حکومت کا تختہ الٹنے کے لیے یہ ایک بڑی ہی خوفناک سازش تھی ارمان کا منصوبہ یہ تھا کہ فرعون اور ملکہ کے ہلاک ہوتے ہی فوراً ان کی موت کا اعلان کر کے تخت پر قبضہ حاصل کر لیا جائے۔ ملک کی تمام سرحدیں بند کر دیں جائیں غیر ملکی سفیروں کی حویلیوں کے باہر پہرہ لگا دیا جائے اور فرعون کے حامیوں کو فوراً سرعام قتل کر دیا جائے۔

یہ ایک گھناؤنی سازش تھی جس سے بے خبر فرعون بڑے سکون سے اپنے محل کی عبادت گاہ میں رب عظیم کی عبادت کر رہا تھا وہ بڑے عجز وانکسار کے ساتھ دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے سر جھکائے دعا مانگ رہا تھا دوسری طرف ملکہ نفران اپنی خواب گاہ میں ریشمی پردوں کے پیچھے خوشبوؤں میں آرام دہ مسہری پر بیٹھی شاہین کے ساتھ باتیں کر رہی تھی اور فراسانی ہرن کی اون کے بنے ہوئے دھاگے سے بنائی بھی کر رہی تھی ملکہ نفران نے شاہین کو سارے راز سے آگاہ کر دیا تھا۔ اور اس نے وزیر دربار اور نائب پجاری کو بلا کر ان سے ساری بات طے کر لی تھی انہیں تیار کر لیا تھا کہ وہ ارمان اور بڑے پجاری کے خلاف ہر قسم کی سازش میں ان کا ساتھ دیں دونوں وفاداری ملکہ کے سامنے سر جھکا کر راضی ہو گئے تھے مگر قسمت ملکہ کے ان تمام منصوبوں پر مسکرا رہی تھی جوں جوں شام کے کھانے کا وقت قریب آ رہا تھا ملکہ کی موت کا وقت بھی قریب آ رہا تھا رات کا کھانا فرعون آلون اور ملکہ نفران ایک ساتھ کھایا کرتے تھے حسب معمول جب رات کے کھانے کا وقت قریب آیا تو کنیزوں نے سونے کی چلچی لا کر ملکہ مصر کے ہاتھ دھلائے۔ اور انہیں کاشان کے ریشمی شال سے پونچھ کر خشک کیا پھر ملکہ کے بالوں میں کنول کے سفید پھولوں کا گجرا لگایا اور ان کی ریشمی عبا تھام کر کھانے کے کمرے کی طرف چل پڑی کھانے کے کمرے میں ایک طرف سے ملکہ مصر اور دوسرے کمرے سے فرعون مصر داخل ہوا دونوں ایک جگہ پہنچ کر ایک دوسرے کے ساتھ مل گئے وسط میں سونے چاندی کی طشتریوں میں قسم قسم کے کھانے سجے ہوئے تھے ایسے کھانے کبھی کسی بادشاہ کی میز پر بھی کم دیکھنے میں آئے تھے دنیا کا کوئی پرندہ ایسا نہیں تھا جس کا بھنا ہوا گوشت وہاں موجود نہ تھا ملکہ مصر اور فرعون آلون ساتھ ساتھ کھانے کی میز پر بیٹھ گئے۔ نوکروں نے کھانا ڈالنا شروع کر دیا فرعون کا ملازم خاص اپنی مکار آنکھوں سے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے مناسب وقت کا انتظار کر رہا تھا سے اچھی طرح معلوم تھا کہ بادشاہ اور ملکہ کو سوڈان کے سیاہ انگوروں کا رس بہت پسند ہے اور کھانے کے بعد وہ انگور کا رس کا ایک ایک گلاس ضرور پیتے تھے۔ اس ملازم نے زہر اس وقت کے لیے بچا کر رکھا تھا کھانے کی محفل کوئی دو گھنٹے تک جاری رہی فرعون اور ملکہ کھانا بھی کھاتے رہے اور باتیں بھی کرتے رہے اسی اثنا میں ارمان فوج کے دستوں میں اپنے خاص فوجی افسروں کو ضروری ہدایت دے چکا تھا بڑے پجاری بھی دربار کے اپنے مخصوص طبقے کو اپنے ساتھ کر لیا تھا ارمان بادشاہ کے محل کی بارہ دری میں بڑے پجاری کے ساتھ چھپ کر بیٹھا فرعون اور ملکہ مصر کے ہلاک ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔

کھانے کے بعد جب انگور کا رس پینے کا خیال آیا تو بادشاہ نے ملازم خاص کی طرف اشارہ کیا ملازم خاص نے ادب سے سر جھکا لیا اور پردے کے پیچھے جا کر جیب سے زہر کی بوتل نکالی اور دونوں گلاسوں میں زہر کا ایک ایک قطرہ انڈیل دیا یہ زہر بہت قاتل زہر تھا اس کا ایک ایک قطرہ پچاس آدمیوں کو ہلاک کر سکتا تھا انگور کے رس میں زہر ملا کر ملازم خاص سونے کے طشت میں دونوں گلاس سجا کر باہر لے آیا جھروکے کی جالیوں میں سے بڑا پجاری اور ارمان یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا موجود فرعون اور ملکہ کی موت کی گھڑی قریب

آ رہی تھی ان کے دل کی دھڑکنوں کی رفتار تیز ہوتی جا رہی تھی جب انہوں نے ملازم خاص انگوروں کا رس بادشاہ اور ملکہ کی طرف بڑھاتے ہوئے دیکھا تو دم بخود سے ہو کر نتیجے کے سامنے کا انتظار کرنے لگے ایک پل کے اندر نتیجہ انکے سامنے آنے والا تھا ارمان ایک پل کے بعد مصر کا بادشاہ بننے والا تھا۔ شاہی تخت و تاج کا ملک بننے والا تھا۔ ملکہ اور فرعون آلون نے انگوروں کے سیاہ میٹھے مگر زہر آلود رس کے گلاسوں کو ہاتھ سے تھام لیا اور ایک دوسرے کی طرف مسکرا کر دیکھا اور کہا اسے غٹا غٹ پی گئے اس سے بے خبر کہ ان گلاسوں میں بڑا مہلک زہر ملا ہوا تھا۔ بادشاہ اور ملکہ نے جونہی اس گلاس سے ہونٹ لگائے ہی تھے کہ ملازم خاص فوراً دوسرے کمرے میں روپوش ہو گیا۔ جونہی رس کے گلاس خالی ہوئے بادشاہ اور ملکہ کی طبیعت خراب ہونے لگی انہوں نے ایک دوسرے کی طرف تعجب سے دیکھا مگر اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ قاتل زہر معدے میں جا کر اپنا کام کر چکا تھا ان کے ہاتھوں پر پسینہ ہو گئے۔ ان کے جسم ٹھنڈے پڑے گئے اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے دھڑام سے نیچے بیش قیمت قالین پر مردہ ہو کر گر پڑے۔ ان کے گرتے ہی ہر طرف ایک کہرام مچ گیا کنیزوں اور ملازموں کی چیخیں نکل گئیں نوکروں نے شور مچاتے ہوئے ادھر ادھر دوڑنا شروع کر دیا۔ حبشی غلام بھاگ کر اندر آ گئے انہوں نے بادشاہ کو اٹھانا چاہا مگر بادشاہ کا جسم مر کر پتھر ہو چکا تھا اتنے میں ننگی تلوار ہاتھ میں لیے سپہ سالار فوج ارمان اندر داخل ہوا اور اس نے آتے ہی اعلان کیا خبردار اگر کسی نے یہاں سے ہلنے کی کوشش کی فرعون مر چکا ہے آج سے میں فرعون مصر ہوں ایک وفادار حبشی خنجر لے کر ارمان کی طرف بڑھا ارمان نے تلوار کے ایک ہی وار میں حبشی کے دو ٹکڑے کر دیئے اس کے بعد کسی کو بھی آگے بڑھنے کی جرات نہیں ہوئی ارمان فوراً شاہی محل کے دیوان خاص میں آیا وہاں فرعون کے قتل کی خبر پہنچ چکی تھی اور فرعون کے وفادار درباری شور مچا رہے تھے ارمان نے آتے ہی بادشاہ کے وفادار درباریوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ جب وہ گیارہ درباریوں کو قتل کر چکا تو باقیوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور ادھر فوج میں ارمان کے خاص افسروں نے بادشاہ کے وفادار افسروں کو ہلاک کر کے ساری فوج کو زیادہ تنخواہ کا لالچ دے کر اپنے ساتھ ملا لیا تھا بڑے پجاری نے نائب پجاری کو قتل کرنے کے بعد سارے پروہتوں کی حمایت حاصل کر لی تھی اور اعلان کر دیا تھا کہ فرعون مر چکا ہے اور ان کا پرانا مذاہب نئے فرعون ارمان نے بحال کر دیا ہے ارمان نے دربار کے وسط میں کھڑے ہو کر اپنے فرعون ہونے کا اعلان کر دیا۔ سارے دربار پر سناٹا چھایا ہوا تھا وہ اپنے سر پر سونے کا تاج رکھ کر اپنے وفادار فوجی سرداروں کے ساتھ چبوترے کی طرف بڑھا اور تخت پر جا کر بیٹھ گیا فوجی سرداروں نے زور زور سے نعرے لگائے جس کا جواب درباریوں نے بھی نعروں سے دیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ دربار نے ارمان کو فرعون تسلیم کر لیا تھا ارمان فرعون بن کر مصر کے تخت پر بیٹھ گیا اس نے راتوں رات آلون اور ملکہ نفران کی لاشوں کو ایک بہت قدیم بادشاہ کے اہرام میں دفن کروایا۔

اگلے روز شابان سو کر اٹھا اور محل کی طرف روانہ ہوا آج اسے اپنی والدہ ملکہ کے ساتھ مل کر بہت سی اہم باتوں پر گفتگو کرنا تھی۔ محل میں آتے ہی اسے یہ اندوہناک خبر مل گئی کہ ارمان نے سازش کر کے اس کے چچا فرعون اور والدہ ملکہ کو ہلاک کرنے کے بعد یہاں کے تخت و تاج پر قبضہ کر لیا ہے یہ خبر شابان کے لیے انتہائی افسوسناک اور حیران کن تھی وہ خبر سن کر بت بنا رہ گیا مگر سانپ نکل چکا تھا تیر کمان سے نکل چکا تھا وہ خاموش رہ کر اپنی والدہ ملکہ نفران اور چاچا کا سوگ منانے کے اور کچھ نہیں کر سکتا تھا بلکہ کھلے بندوں ارمان کے آگے اپنے غم کا اظہار بھی نہیں کر سکتا تھا ارمان نے فوج اور پجاریوں سمیت سارے اہل دربار کو اپنے ساتھ ملا لیا تھا

چند ایک درباری جو مقتول فرعون کے حامیوں میں سے تھے وہ بھی ارمان کے آگے خاموش ہو گئے تھے اس لیے کہ اس نے اپنے تمام مخالفوں کو رات ہی رات میں بڑی بے دردی سے قتل کروادیا تھا شاہان کے نزدیک اس کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا۔کہ ارمان کو فرعون مصر بننے پر مبارک باد دے اور خاموش رہ کر مناسب وقت کا انتظار کرے اسے اپنی والدہ کے قتل کا بے حد دکھ تھا اس کا دل خون کے آنسو رو رہا تھا اور وہ ارمان سے اپنی ماں کے قتل کا بدلہ لینا چاہتا تھا مگر اس وقت وہ مجبور اور بے بس تھا سے اپنے شدید غم کو دل کے اندر ہی دفن کر دیا اور ارمان کو مبارک باد دینے اس کے خاص محل میں آ گیا ارمان سونے کی میز پر شاہی تاج ایک طشت میں رکھے اسے فاتحانہ نظروں سے دیکھ رہا تھا اس نے اپنے پیچھے کسی کے قدموں کی چاپ سنی تو جھٹ تلوار نکال کر پلٹا۔مگر اپنے سامنے شاہان کو دیکھ کر ٹھٹھک گیا اس کے دل میں خیال آیا کہ وہ ابھی تلوار کے ایک ہی وار سے شاہان کا سر قلم کر دے کیونکہ اسے یقین ہو چکا تھا کہ شاہان ملکہ مصر کا بیٹا ہے وہ مصر کا شہزادہ ہے اور فرعون کے تخت کا جائز وارث ہے ہوسکتا ہے کہ وہ بھی تخت کے لیے اس کے خلاف کوئی سازش کھڑی کر دے لیکن پھر اس نے یہ سوچ کر تلوار میان میں کر لی کہ ارمان کی طاقت کے آگے شاہان کی کوئی حیثیت نہیں ہے اس نے چہرے پر بناوٹی مسکراہٹ سے شاہان کی طرف ہاتھ بڑھایا شاہان نے بھی چہرے پر مصنوعی مسکراہٹ لاتے ہوئے ارمان کا ہاتھ تھام کر دبایا اور کہا۔

مصر کا تخت مبارک ہو دوست۔مجھے امید ہے کہ تم رعایا کے لیے ایک نیک دل اور عدل ہمدرد بادشاہ ثابت ہوں گے لوگوں کی ہمدردیاں تمہارے ساتھ ہیں اس لیے کہ آلون نے عوام کے مذہب کو تباہ کرنے کی کوشش کی تھی جس کو ہرگز برداشت نہیں کیا جا سکتا تھا ارمان کو اچھی طرح احساس تھا کہ شاہان جھوٹ بول رہا ہے اصل میں اسے ارمان کے فرعون بننے کی کوئی خوشی نہیں بلکہ سخت رنج ہے کہ اس نے اس کی والدہ ملکہ کو ہلاک کر کے تخت پر قبضہ کر لیا ہے۔مگر اس نے اپنے دل کی بات شاہان سے ظاہر نہ کی اور قہقہہ لگا کر سینہ تان کر بولا۔

شاہان میں نے اپنے زور بازو سے مصر کا تخت پر قبضہ کر لیا ہے آلون نے لوگوں کے مذہب کے خلاف جو سنگین جرم کیا تھا اس کی سزا اسے مل کر رہی ہے میں نے عوام کے پرانے مذہب کو پھر سے بحال کر دیا ہے اب مندروں اور گھروں میں اور شاہی عبادت گاہ میں پرانے بتوں کی پوجا ہوگی۔لوگ مجھ سے خوش ہیں اور میرے بہت جلد اپنا جشن تاج پوشی مناؤں گا۔

شاہان کے دل کو جیسے کسی نے اپنی مٹھی میں بند کر لیا جشن تاج پوشی کا سن کر اسے صدمہ ہوا اس لیے یہ کہ تاج تخت اس کا حق تھا جس تاج کو ارمان نے اپنے سر پر رکھا ہوا تھا وہ تاج شاہان کی ملکیت تھی مگر تقدیر نے شاہان کے خلاف اور ارمان کے حق میں فیصلہ دے دیا تھا مگر شاہان کو یقین تھا کہ ایک نہ ایک روز حق وانصاف کا فیصلہ ضرور ہوگا کیونکہ رب عظیم کے ہاں دیر ضرور ہو جاتی ہے مگر اندھیر نہیں ہوتی اس نے خوشی کے انداز میں کہا میں بڑی بے تابی سے جشن تاج پوشی کے دن کا انتظار کروں گا ارمان۔تم میرے پرانے دوست ہو جتنی خوشی مجھے ہوگی اور بھلا کسے ہوگی۔

کیوں نہیں۔کیوں نہیں۔میں تمہیں بے شمار خوشیوں کے موقعے دوں گا میں اتنے فتوحات حاصل کروں گا کہ تمہیں میرے لیے قدم قدم پر خوشی منانی ہوگی اور میرے لیے تمہیں خوشی مناتے دیکھ کر سب سے زیادہ خوشی ہوگی۔

شاہان اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ ارمان اس پر چوٹ کررہا ہے اسے حسد کی آگ میں جلانا چاہتا ہے اس کے دل کو اندر ہی اندر چوکے لگانے کی تھی ارمان نے شاہان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا دوست تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے دربار میں تمہارا عہدہ برقرار رہے گا۔

شکریہ ارمان مجھے تم سے ایسی انصاف کی امید تھی۔

اچانک ارمان نے تیز لہجے میں کہا انصاف نہیں شاہان بلکہ میری دوست نوازی ہے انصاف کا تقاضہ کچھ تھا اگر میں تمہارے بارے میں انصاف کا تقاضا پورا کرتا تو شاید تمہیں خوشی نہ ہوتی۔ مگر میں نے دوستی سے کام لیا ہے اور تمہارے عہدے کو برقرار رکھا ہے شاہان نے بڑی موقع شناسی سے کام لیتے ہوئے کہا۔

میں حضور کا اس کے لیے بھی شکر گزار ہوں اتنے میں بڑا پجاری اور وزیر دربار میں داخل ہوئے وزیر دربار نے آتے ہی کہا مجھے تنہائی میں آپ سے کچھ بات کرنی ہے عزت پناہ ارمان نے شاہان کی طرف دیکھا اور کہا اب تم جا سکتے ہو شاہان نے سلام کیا اور شاہی ایوان سے باہر نکل آیا باہر نکل کر وہ سیدھا دربار خاص کی طرف آگیا اپنے ہر کسی سے باتوں ہی باتوں میں بڑے طریقے سے معلوم کرنے کی سر توڑ کوشش کی کرنے فرعون نے اپنے پرانے فرعون آلون اور اس کی ملکہ نفران کی لاشوں کو کہاں دفن کیا ہے مگر کوئی شخص بھی اسے کچھ نہ بتایا۔ اصل میں کسی کو بھی علم نہ تھا کہ آلون اور اس کی ملکہ کو ہلاک کرنے کے بعد کہاں دفن کیا گیا ہے۔۔

شاہان شاہی محل سے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلا! بظاہر اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گیا مگر حقیقت میں وہ بزرگ گرشک کے پاس جانا چاہتا تھا کہ اس خیال سے کہ فرعون کا سراغرساں اس کا تعاقب نہ کررہا ہو اس نے اپنی حویلی کو جانے والا راستہ اختیار کیا ایک جگہ کھجوروں کے جھنڈ کے پاس پہنچ کر اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا جب اسے اطمینان ہو گیا کہ کوئی بھی اس کا پیچھا نہیں کررہا تو اس نے اپنا گھوڑا بزرگ گرشک کی جھونپڑی کی طرف ڈال دیا دریائے نیل کے کنارے کنارے سرپٹ گھوڑا دوڑاتے وہ بہت جلد بزرگ گرشک کی جھونپڑی میں پہنچ گیا اس وقت بزرگ اپنی جھونپڑی سے باہر انار کے درختوں کی چھاؤں میں بورے پر بیٹھا عبادت کررہا تھا شاہان گھوڑا کھڑا کرکے ایک طرف ریت میں بیٹھ گیا اور گرشک کی عبادت ختم ہونے کا انتظار کرنے لگا گرشک نے عبادت سے فارغ ہونے کے بعد شاہان کو دیکھا اور اٹھ کر اسے گلے لگا لیا شاہان کچھ کہنے ہی والا تھا کہ گرشک نے اس سے کہا۔

جانتا ہوں بادشاہ اور ملکہ کی روحیں ارمان سے اس کے ظلم کا بدلا ضرور لیں گے شاہان کہنے لگا ان کے بدلہ لینے سے پہلے میں ارمان سے انتقام لینا چاہتا ہوں ابھی مرے پر کٹے ہوئے ہیں ابھی میں مجبور ہوں ابھی میں اکیلا ہوں اور بے یار و مددگار ہوں۔ مگر بہت جلد رب عظیم کی مہربانی سے میرے ساتھ پوری فوج اور پورا دربار ہوگا اور میں ارمان کی گردن اڑا کر اس سے اپنا جائز حق مصر کا تاج و تخت چھین لوں گا۔

رب عظیم نے چاہا تو ایسا ہی ہوگا شاہان فی الحال تمہیں صبر اور حکمت عملی سے کام لینا ہوگا اور مناسب وقت کا انتظار کرنا ہوگا شاہان نے سر جھکا لیا۔ اور پلکوں پر آنسو بھر کے بولا۔

اے بزرگ ہستی مجھے یہ بتائے کہ میری والدہ ملکہ کی قبر کہاں ہے بزرگ گرشک نے یہ سوال سن کر آنکھیں بند کرلیں اور ریت پر دوزانوں ہو کر مراقبے میں بیٹھ گیا کافی دیر مراقبہ کرنے کے بعد اس نے آنکھیں کھولیں اور کہا شاہان تمہاری والدہ ملکہ اور چاچا کی قبریں تمہارے پرداوا کے پڑدادا فرعون کے اہرام کے کھنڈروں میں دیکھ رہا ہوں تم وہاں جا کر ان کی قبروں پر دعا پڑھ سکتے ہو یہ کھنڈر شہر کے شمال مشرق میں

ہیں۔

شکریہ بزرگ میں ابھی دعا پڑھتے جا رہا ہوں بزرگ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اجازت لے کر شاہان گھوڑے پر سوار ہو کر قدیم اہرام کے کھنڈروں کی طرف روانہ ہو گیا۔ شام ہونے سے پہلے وہ وہاں پہنچ گیا اہران کے یہ کھنڈر ویران اور اجاڑ پڑے تھے گھوڑے کو وہ باہر باندھ کر اہرام کے اندر داخل ہو گیا۔ یہاں چاروں طرف ٹھنڈا اور مرطوب اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ اس نے مشعل جلا کر ہاتھ میں تھام لی۔ اچانک ایک طرف سے ایک جانور اڑ کر اس کے سر پر پھڑ پھڑاتا ہوا نکل گیا اور اس کے ساتھ ہی اسے ایک آواز سنائی دی۔

اے شہزادے تو کیا اپنی والدہ کی قبر کی تلاش میں آیا ہے۔

شاہان کو ایسے لگا کہ یہ آواز جیسے اس نے جانی پہچانی ہو۔ ہاں اے مقدس آواز رب عظیم تجھے اپنی رحمت سے نوازے میری رہنمائی کر اور بتا کہ میری والدہ کی قبر کہاں ہے۔

آواز پھر سنائی دی۔ اس کے لیے تجھے میری ایک شرط ماننی ہوگی اگر تم نے میری شرط مان لی تو میں تجھے تمہیں تمہاری والدہ ملکہ کی قبر تک پہنچا دوں گا لیکن اگر تم نے میری شرط نہ مانی تو تم ساری زندگی ان غاروں میں بھٹکتے رہو گے۔ اور تمہیں اپنی ماں کی قبر کا پتہ نہ چل سکے گا۔

شاہان نے جلدی سے کہا۔ مجھے اپنی شرط بتا میں اسے تسلیم کروں گا۔

آواز سنائی دی۔ اپنے سیدھے کی طرف دیکھو وہاں ایک پیالہ ہے اسکے اندر جو کچھ ہے وہ پی جاؤ۔

شاہان نے ذرا ہچکچایا۔ یہ۔۔۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

آواز نے غصے سے کہا۔ تو پھر ان غاروں میں ساری عمر بھٹکتا پھر میں جا رہا ہوں۔

نہیں نہیں ایسا نہ کرنا میں تیار ہوں اور شاہان نے ہاتھ اٹھا کر پیالا اٹھایا اور غٹا غٹ پی گیا ایک عجیب سا اور بہترین ذائقہ تھا جس کا احساس بیان نہیں کیا جا سکتا شاہان نے جیسے ہی پی کر پیالا رکھا فضا میں ایک قہقہہ بلند ہوا اور غار کی دیواریں گونج اٹھیں نیچے دیکھو تمہاری والدہ کی قبر تمہارے سامنے ہیں شاہان نے جھک کر دیکھا ایک گڑھے میں دو قبریں بنائی ہوئی تھیں ایک قبر پر اس کی والدہ کا نام اور دوسری پر اس کے چاچا فرعون آلون کا نام کندہ تھا اس نے ہاتھ اٹھا کر دونوں قبروں پر دعا مانگی اور غار سے باہر نکلنے سے آواز کو مخاطب کر کے بولا۔ اس پیالے میں کیا تھا اور مجھے ہی کیوں پلایا ایک بار پھر قہقہہ گونجا اور جواب ملا۔

تمہیں ایک کام کے لیے چن لیا گیا ہے۔

وہ کیا ہے۔

یہ راز رفتہ رفتہ تم پر خود بخود کھلتا جائے گا تمہیں ہزاروں سالوں کا سفر طے کرنا ہوگا اور تمہیں موت نہیں آئے گی نہ تیر سے نہ تلوار سے نہ زہر سے نہ آگ سے نہ پانی جو چاہے جیسے چاہے کر لے مگر تمہیں کوئی مار نہیں سکتا اور سنو اب تمہیں رات کے پچھلے پہر دریا پر پہنچنا ہوگا وہاں ایک جہاز تمہارے انتظار میں کھڑا ہوگا یہ ہمیشہ کی زندگی کا جہاز ہوگا تم اس پر سوار ہو جاؤ گے۔

شاہان نے کہا میں ضرور پہنچ جاؤں گا۔ ایک بار پھر قہقہہ گونجا جیسے کوئی پہاڑ کی چوٹی سے پتھروں کے ساتھ نیچے لڑھک رہا ہو اس کے بعد آواز غائب ہو گئی شاہان غار سے باہر نکل گیا اس کی مشعل بجھ کر اندر ہی کہیں گر چکی تھی گھوڑے پر سوار ہو کر شاہان سیدھا اپنی حویلی میں آ گیا اہرام کے اندر جو کچھ ہوا وہ اس کی سمجھ سے باہر تھا وہ بڑا حیران تھا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے گا۔ اور اسے کبھی بھی موت نہیں آئے گی

اس چیز کو آزمانے کے لیے اس نے خنجر لے کر اپنے بازو پر ایک خراش ڈالی وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ بازو کی کھال کٹ گئی لیکن خون کا ایک قطرہ بھی باہر نہیں نکلا۔ اس کے ساتھ ہی زخم اپنے آپ ہی مل گیا وہ ابھی غور ہی کر رہا تھا کہ اسے باہر گھوڑوں کے رکنے اور حویلی کے اندر قدموں کی آواز سنائی دی۔ دروازہ ایک دم کھلا اور دو سپاہی تلوار سونتے اس کی طرف بڑھے ہم فرعون مصر کے حکم پر تمہیں گرفتار کرتے ہیں۔ ہمیں حکم ملا ہے کہ تمہیں گرفتار کر کے زمین زندہ دفن کر دیں شابان پہلے تو حیرت زدہ ہو کر رہ گیا پھر اسے خیال آیا کہ وہ تو مر نہیں سکتا کیوں نہ مقابلہ ہی کرے۔ اس خیال کے ساتھ ہی اس نے بھی تلوار نکال لی اور دونوں سپاہی اس پر تلواریں لے کر ٹوٹ پڑے بڑا زبردست مقابلہ تھا شابان اگر تلوار بازی میں ماہر تھا تو وہ بھی سپاہی کسی سے کم نہ تھے ایک کا دو سے مقابلہ تھا کبھی شابان کا پلہ بھاری ہوتا اور کبھی سپاہی اسے دھکیلتے ہوئے دیوار تک لے جاتے آخر کار ایک کامیاب راؤنڈ کھیل کر شابان نے ایک زوردار وار کر کے ایک سپاہی کی گردن اڑا دی اور سپاہی اپنے ساتھی کی موت سے غضبناک ہو گیا۔ اس نے تلوار کا ایک بھرپور وار شابان کی گرن پر کیا تلوار سیدھی شابان کی گردن میں لگی مگر گرن کٹنے کی بجائے تلوار جھنجھنا کر اچٹ گئی جیسے کسی لوہے کی ڈھال سے ٹکرائی ہو چھن کی آواز پیدا ہوئی اور گردن کا کچھ بھی نہیں بگڑا تھا سپاہی کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اس نے ایسا شدید اور بھرپور وار کیا تھا اگر پتھر پر بھی کیا جاتا تو اس کے بھی ٹکڑے اڑ جاتے مگر شابان کی گردن پر ایک ہلکی سی خراش بھی نہ آئی تھی وہ گھبرا گیا شابان نے اس کی گھبراہٹ کا فائدہ اٹھاتے ہوئے تلوار اس کے دل میں اتار دی ایک چیخ کے ساتھ سپاہی مردہ ہو کر گر پڑا شابان نے تلوار میان میں رکھی اور اپنی حویلی کو ایک نظر دیکھا اور گھوڑے پر سوار ہو کر دریا کی طرف اندھا دھند دوڑا اسے ڈر تھا کہ کہیں فرعون کی فوج اس کی تلاش میں نہ آ رہی ہو اگرچہ وہ ہمیشہ کے لیے زندہ کر دیا گیا تھا مگر پھر بھی اسے ڈر تھا کہ زمین کے اندر دفن ہونے سے کہیں اس کا سانس نہ رک جائے اور دم گھٹنے سے نہ مر جائے اس کیا خبر تھی کہ وہ زمین میں دفن ہونے کے بعد بھی ہزاروں سال تک بغیر سانس لیے اور کچھ کھائے پیئے زندہ رہ سکتا ہے رات آدھی سے زیادہ ڈھل چکی تھی وہ دریائے نیل کے کنارے پہنچا تو دریا کنارے ایک چھوٹا سا بادبانی جہاز لنگر انداز تھا۔ جہاز پر روشنی ہو رہی تھی اور ملاحوں کے گیت گانے کی آواز سنائی دے رہی تھی وہ ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ کس کو آواز دے کہ جہاز سے ایک چھوٹی سی کشتی اتر کر اس کے پاس آئی اور ایک ادھیڑ عمر جہازی نے کہا تشریف لائیے ہم آپ کا ہی انتظار کر رہے تھے شابان چپ چاپ کشتی میں سوار ہو گیا اسے لے کر بادبانی جہاز کے ساتھ لگ گئی۔ ایک سیڑھی کے ذریعے شابان جہاز کے اوپر آ گیا وہاں جہازی گیت گاتے ہوئے اپنے اپنے کام میں لگے ہوئے تھے شابان کو سوار ہوتا دیکھ کر جہاز کے کپتان نے جہاز کا لنگر اٹھوا دیا اور جہاز نے پچھلے پہر کی ہوا میں دریا میں سفر شروع کر دیا۔ رات بھر اور اگلا دن سفر کرنے کے بعد جہاز کھلے سمندر میں داخل ہو گیا۔ اس دوران جہاز پر کسی نے بھی شابان سے کوئی بات نہ کی تھی سارے جہازی اپنا اپنا کام کر رہے تھے شابان جس کسی سے بھی بات کرنے کی کوشش کرتا وہ اس کی طرف دیکھ کر خاموشی سے مسکراتا اور بغیر جواب دیئے اپنے کام میں مشغول ہو جاتا رات ہوئی اس رات سمندر میں طوفان آ گیا۔ صبح طوفان تھم گیا بادلوں میں سورج نکلا تو شابان لکڑی کے کیبن سے نکل کر عرشے پر آیا تو یہ دیکھ کر حیران ہو گیا کہ وہاں ایک بھی جہازی نہیں تھا وہ بھاگ کر کپتان کے کمرے میں گیا وہاں بھی کوئی نہیں تھا وہ نیچے آیا جہاز کے چپو اپنے آپ چل رہے تھے ملاحوں کے گیت سنانے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں مگر ایک بھی ملاح دکھائی نہیں دے رہا تھا وہ سارے جہاز میں

گھوم گیا سارے کا سارا جہاز خالی تھا پھر ملاحوں کے گیت کی آوازیں بھی بند ہوگئیں۔ چپو اپنے آپ چلتے رہے جہاز کسی نامعلوم منزل کی طرف سمندر کی لہروں پر بہتا رہا شاہان اپنی خالی اور ویران جہاز پر شاید ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تنہا رہ گیا تھا کیا وہ موت سے زندگی کی طرف جا رہا تھا اسے یہ کہا گیا تھا کہ وہ کبھی نہیں مرے گا وقت گزرتا چلا گیا لوگ پیدا ہوں گے اور بوڑھے ہو کر مر جائیں گے قومیں ابھریں گی اور مٹ جائیں گی بادشاہ تخت پر بیٹھیں گے اور ایک ایک کر کے تخت چھوڑ کر مقبروں میں دفن ہوتے جائیں گے مگر شاہان کو موت نہیں آئے گی وہ ہر حکومت میں ہر عہد میں ہر مقام پر ہر بادشاہ کے دور میں زندہ رہے گا اگر وہ کچھ کھانا چاہیے تو کھا سکتا تھا پینا چاہے تو پی سکتا تھا مگر نہ کبھی اسے بھوک لگے گی اور نہ پیاس لگے گی وہ ہمیشہ جوان رہے گا اس کے چہرے پر جھریاں نہیں پڑیں گی اس کے بال سفید نہیں ہوں گے اسکی کمر کبھی نہیں جھکے گی وہ کبھی بوڑھا نہیں ہوگا وہ کبھی نہیں مرے گا۔

دوستو آ جانتے ہیں کہ شاہان کس طرح نئے دور سے پرانے دور میں آیا اسے صرف اس دور میں موت نہیں آئے گی جب وہ واپس جائے گا پھر ویسا ہی ہوگا۔ تو دوستو مصر کا جلاوطن شہزادہ شاہان اپنے چاچا فرعون آلون اور والدہ ملکہ نفران کے قتل کے بعد مصر سے ایک بحری جہاز میں سوار ہو کر بھاگ گیا غیبی آواز نے اسے کہا تھا کہ وہ دریائے نیل کے کنارے پہنچ جائے وہاں اسے ایک جہاز تیار ملے گا جو اسے مصر سے فرار ہونے میں مدد دے گا شاہان دریا پر پہنچ گیا وہاں ایک چھوٹا سا بادبانی جہاز اس کا انتظار کر رہا تھا جہاز کے کپتان نے اسے جہاز پر سوار کرایا جہاز پر ملاح اپنا اپنا کام کر رہے تھے کسی ملاح نے شاہان سے کوئی بات نہیں کی شاہان جس ملاح سے بھی کوئی بات پوچھتا جواب میں وہ ملاح صرف مسکرا کر خاموش ہو جاتا۔ جہاز کا کپتان بھی خاموش تھا اور اپنا کام کر رہا تھا شاہان سوچنے لگا یہ لوگ کیسے ہیں اس سے کوئی بات نہیں کرتے اور اپنے اپنے کام میں مگن ہوئے تھے جہاز کھلے سمندر میں پہنچا تو رات ہوگئی شاہان نے سوچا کہ صبح اٹھ کر جہاز کے کپتان سے مل کر ضرور پوچھے گا کہ یہ جہاز کدھر جا رہا ہے ملاح اس سے بات کیوں نہیں کرتے۔ رات کو وہ کچھ دیر بادبانی جہاز کے عرشے پر کھڑا سمندر کی لہروں کو اندھیرے میں دیکھتا رہا۔ پھر وہ اپنے چھوٹے سے کمرے میں جا کر فرش پر قالین بچھا کر سو گیا صبح اس کی آنکھ کھلی تو کمرے کے گول سوراخ میں سے دھوپ اندر آ رہی تھی وہ جلدی جلدی منہ ہاتھ دھو کر اوپر آ گیا پہلی بات اسے یہ محسوس ہوئی کہ اسے بھوک محسوس نہیں ہو رہی تھی حالانکہ ہر روز صبح اسے بھوک لگتی تھی اور وہ ناشتہ کرتا تھا مگر اس روز اسے بالکل بھوک محسوس نہیں ہو رہی تھی طبیعت بھی ہر طرح سے ہشاش بشاش تھی وہ جہاز کے عرشے پر آ گیا یہاں ایک بھی ملاح نہیں تھا وہ جہاز کے کپتان کے کمرے میں گیا وہاں سے ہر شے موجود تھی مگر کپتان موجود نہیں تھا وہ بھاگ کر نیچے گیا جہاں غلام حبشی قطاروں میں بیٹھے چپو چلایا کرتے وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ چپو سمندر میں اپنے آپ چل رہے تھے مگر حبشی ملاح ایک بھی نہیں تھا شاہان کو پسینہ آ گیا۔

اے رب عظیم یہ کیا ماجرہ ہے اس نے سارا جہاز گھوم کر دیکھا وہاں سوائے اس کے اور وہاں ماسوائے اس کے اور کوئی انسان موجود نہیں تھا تو کیا وہ جہاز پر اکیلا رہ گیا تھا آخر یہ سارے ملاح اور کپتان کہاں چلے گئے رات کو تو سب کے سب موجود تھے سمندر کی لہریں بڑی پرسکون تھیں اور جہاز کے بادبان کھلے تھے اور وہ اپنے آپ کسی نامعلوم منزل کی طرف سمندر میں بہا چلا جا رہا تھا کہ وہ بحری جہاز پر اکیلا رہ گیا ہے اور وہاں ایک بھی ملاح موجود نہیں ہیں کیا وہ باتیں سچ ثابت ہو رہی ہیں کہ وہ ہمیشہ کے لیے زندہ اور غیر فانی ہو گیا تھا وہ

اٹھ کر بے چینی کے عالم میں لکڑی کے فرش پر ٹہلنے لگا وہ کہاں جا رہا تھا کس طرف جا رہا تھا وہ جہاز کے کپتان کے کمرے میں آ گیا اس نے قطب نما کو دیکھا۔ بادبانی جہاز جنوب مشرق کی طرف بڑھ رہا تھا اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ بہت جلد افریقہ کے کسی ملک کے ساحل پر لگنے والا تھا۔

اچانک ایک چیخ سنائی دی۔ وہ بھاگ کر اوپر عرشے پر آ گیا جہاز کے اوپر گدھ کی شکل کا ایک بہت بڑا پرندہ پر پھیلائے ہوئے منڈلا رہا تھا وہ رک رک کر بڑی بھیانک آواز میں چیخ رہا تھا شاہان بادبان کے کھمبے سے لگا اسے حیرت سے دیکھتا رہا کچھ دیر جہاز کے اوپر منڈلانے کے بعد پرندہ سمندر کے اوپر اڑتا ہوا غائب ہو گیا۔ شاہان نیچے آ گیا اسے بھوک بالکل محسوس نہیں ہو رہی تھی پھر بھی اس نے عادت سے مجبور ہو کر اپنے کمرے میں جا کر جو کی سوکھی ہوئی مرغابی کے بھنے ہوئے گوشت کے ساتھ کھائی اور قالین پر لیٹ کر غور کرنے لگا۔ اسکے ساتھ کیسا واقعہ پیش آیا تھا غور کرتے کرتے اسے نیند آ گئی اور وہ سو گیا۔ جب وہ اٹھا تو شام ہو رہی تھی اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ سارا دن سوتا رہا ہے جہاز اسی رفتار سے آگے بڑھ رہا تھا۔ سمندر پر رات کے سائے پھیلنے لگے تھے جہاز کے بادبانوں میں ہوا بھری ہوئی تھی اور نیچے اس کے چپو اپنے آپ چل رہے تھے کچھ دیر وہ عرشے پر کھڑا سمندر میں سورج کو غروب ہوتے ہوئے دیکھتا رہا پھر اپنے کمرے میں آ کر بستر پر لیٹ گیا اس نے موم کی شمع روشن کی تھی جس کی دھندلی روشنی میں وہ بستر پر لیٹا گزرے ہوئے زمانے اور آنے والے وقت کے بارے میں غور کر رہا تھا۔ جانے رات کتنی دیر تک وہ بستر پر لیٹا پہلو بدلتا رہا۔ پھر وہ گہری نیند میں کھو گیا۔ صبح دن چڑھے وہ اٹھا اور عرشے پر آ کر ایک بار پھر وہ کھڑا ہو کر سمندر کا نظارہ کرنے لگا سمندر کا رنگ خیالا ہو گیا تھا اس کا مطلب یہ تھا کہ کسی دریا کا پانی اس میں شامل ہونا شروع ہو گیا تھا اور وہ زمین کے قریب پہنچنے والا تھا ایک پہر گزرنے کے بعد آسمان پر مرغابیوں نے چکر لگانا شروع کر دیئے تھے ۔ یہ بھی اس بات کا اشارہ تھا کہ زمین قریب ہے دوپہر کے بعد شاہان کو دور ساحل کی لکیر نظر آئی جہاز دھیمی رفتار کے ساتھ ساحل سمندر کی طرف اپنے آپ بڑھ رہا تھا شام تک عرشے پر کھڑا وہ زمین کی کالی لکیر کو قریب آتے ہوئے دیکھتا رہا۔ جب رات ہوئی اور وہ تھک گیا تو نیچے اپنے کمرے میں آ کر بستر پر گر پڑا اور سو گیا۔ اکیلے جہاز میں اسے کسی وقت خوف بھی محسوس ہوتا تھا اگلے دن سورج نکلنے کے بعد شاہان کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے مرغابیوں کی آوازیں سنیں وہ لپک کر اوپر عرشے پر آ گیا یہ دیکھ کر اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی کہ اس کا جہاز اپنے آپ رک گیا تھا اور کوئی دو فرلانگ کے فاصلہ پر ساحل تھا جہاں ناریل کے درختوں کے جھنڈ دھوپ میں چمک رہے تھے وہ حیران ہو رہا تھا کہ جہاز سمندر میں اپنے آپ کیسے کھڑا ہو گیا اس نے پانی میں کشتی اتاری اور اس میں سوار ہو گیا اور ساحل کی طرف چل دیا۔ ریشا جھولا اور تلوار اس نے گلے میں لٹکا رکھی تھی جھولے میں جو کی خشک روٹی کا ایک ٹکڑا تھا اور فرعون مصر کے سونے کے چند سکے تھے ساحل پر پہنچ کر اس نے کشتی ایک طرف کھینچ کر کنارے کے درخت سے باندھ دی ساحل ویران پڑا تھا اور کچھ معلوم نہیں تھا کہ جہاں وہ اترا ہے وہ کسی جزیرے کا ساحل ہے یا کسی نئے ملک کا کنارہ ایک کچا راستہ جنگل کے بیچ میں سے جا رہا تھا اس راستے کو دیکھ کر شاہان کو معلوم ہوا کہ وہاں سے لوگ آتے جاتے ہوں گے راستے پر گھوڑوں کے سموں کے نشان بھی تھے اب وہ بڑا ہوشیار ہو کر چلا جا رہا تھا کیونکہ اسے کوئی خبر نہیں تھی کہ وہ جس علاقے میں جا رہا ہے وہ دشمن کا علاقہ ہے یا وہاں آدم خور حبشی آباد ہیں۔ اس کے بعد کیا ہوا یہ سب جاننے کے لیے خوفناک ڈائجسٹ کا اگلا شمارہ ضرور پڑھئے۔

سیاہ رات

۔۔۔تحریر: ساحل دعا بخاری۔ بصیر پور۔

اس بارے میں زیادہ نہیں جانتی ہوں لیکن اتنا جانتی ہوں کہ اس حویلی میں ایک جادوگر آیا تھا وہ کئی دنوں تک یہاں رہا تھا اور اس دوران ہی لوگوں کا قتل ہونے لگا تھا۔ یعنی جادوگر نے ان کو انسانی گوشت کھانے کا عادی بنا دیا تھا ورنہ ایک انسان دوسرے انسان کا گوشت کیسے کھا سکتا ہے میں اس کی بات سن کر سب کچھ سمجھ گیا کہ یہ سب یہ خوشی سے نہیں کرتے ہیں بلکہ مجبور ہیں ایسا کرنے کے لیے اگر وہ ایسا نہ کریں تو ہو سکتا ہے کہ وہ خود بھی زندہ نہ رہ سکیں۔ ایسی میں نے کئی کہانیاں پڑھ رکھی تھیں اور میں اب اس کی زبانی یہ سب جان کر اطمینان کر بیٹھا تھا کہ یہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے کوئی جن بھوت نہیں بلکہ وہ خود ہی ایسا کرتے ہیں اور وہ سب سے بڑھ کر وہ خود ہی جن بھوت ہیں۔ وہ کہانی سناتے ہوئے رو رہی تھی مجھے اس پر بہت ترس آ رہا تھا ابھی میں نے بہت کچھ پوچھنا تھا اور بہت کچھ جاننا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی میں نے دروازہ کھولا تو حیات آیا تھا اس کے ساتھ وہ گونگا بھی تھا اور کچھ محافظ بھی تھے حیات نے ہمیں دھوکا دیا تھا وہ ان لوگوں کو اپنے ساتھ لے کر آیا تھا۔۔

ایک دلچسپ اور سنسنی خیز کہانی

شام کی سرمئی چادر تاریکی کے سیاہ سمندر میں ڈوب کر نکلی تو وہ خود بھی سیاہ رنگ ہو چکی تھی تاریکی نے اپنے ہیبت ناک پنجوں میں ہر شے کو جکڑ لیا تھا۔ ہر چیز پر تیرگی کا سایہ تھا اور ہر چیز تاریکی کی فولادی گرفت کے شکنجے میں جکڑی تھی اور تاریکی کا سایہ بھی آسیب کے سائے کی مانند ہوتا ہے جس پر پڑ جائے اسی کو بے قرار کر ڈالے جیسے کہ تقدیر کا سایہ بھی جس پر پڑتا ہے اس کو برباد کر ڈالتا ہے ہاں تقدیر ایسی ہی زور آور ہے کہ اس کے آگے کوئی تدبیر کارگر نہیں رہتی میں حتی الامکان تیز چلنے کی کوشش کر رہا تھا سڑک تا حد نگاہ ویران تھی صرف سناٹا تھا جو میرے ساتھ ساتھ چلتا تھا اور تاریکی تھی جو مجھ پر سایہ فگن تھی کتابوں کا تھیلا میں نے پشت پر لاد رکھا تھا۔

''نذیر۔'' عقب سے ابھرنے والی آواز نے مجھے ٹھٹک کر رکنے پر مجبور کر دیا پلٹ کر دیکھا تو سوائے تاریکی کے کچھ دکھائی نہ پڑا بس ہیبت ناک اندھیرا تھا جو آنکھیں پھاڑے مجھے دیکھ رہا تھا اور میں اسے۔

''کون ہے۔۔'' میں نے پوچھا۔ مگر جواب ندارد میں نے اپنا وہم جان کر سر جھٹکا اور قدم آگے بڑھا دیے۔

''نذیر۔۔ بات سنو۔''

اب کے آواز واضح آئی تھی میں چاہ کر بھی اسے وہم گردان نہ سکتا تھا میں نے ٹارچ روشن کی اور پلٹا سنسان سڑک منہ چڑا رہی تھی خوف کی کٹیلی لہر برق رو کی مانند پاؤں کی ایڑھیوں سے سر تک کوندی کچھ دیر تو مجھ میں ہلنے کی بھی سکت نہ رہی میں بزدل نہیں ہوں مگر ذرا اندازہ کریں کہ گاڑھی تاریکی ہو یقیناً آپ کی بھی یہی حالت ہوگی میں نے ایک طویل سانس لے کر خود کو کمپوز کیا اور چلنے لگا آسمان کو بادل

گزر گیا میں نے دھیان نہ دیا پھر تیز ہوا سرسراتی ہوئی گزرنے لگی ہوا اس قدر تیز تھی کہ زمین پر قدم جمانا مشکل ہو رہا تھا سڑک کے اطراف طویل تھا مست دوخت تھے میں نے درخت کے نیچے پناہ لینے کا سوچا ٹارچ کی روشنی نے درخت کو چھوا اور میں ساکت رہ گیا درخت ساکت تھا اس کا ایک پتا بھی نہ ہل رہا تھا جبکہ تیز ہوا میرے قدم اکھیڑ دے رہی تھی میں نے اضطراری انداز میں ٹارچ سے تمام درختوں کو کھنگال ڈالا وہ سب کے سب ساکن تھے۔

''کیا تھا یہ۔۔۔اور کیوں تھا یہ۔۔؟''

کسی نے میرا دل میں مٹھی میں بھینچ کر چھوڑا تھا ہر اس پسینہ بن کر مجھے شرابور کر گیا تھا میرے کپڑے پھڑ پھڑا رہے تھے اور میرے قدم لڑکھڑا رہے تھے۔۔۔

''نذیر۔۔۔''میری مدد کرو۔میں مشکل میں ہوں۔ کراہتی ہوئی آواز میرے حواس سن کر گئی

''مجھے۔مجھے کچھ ہو جائے گا۔میرا دل ڈوب رہا ہے۔میری مدد کرو۔۔''

کسی مرد کی آواز تھی جس میں درد بھرا تھا میں نے اپنی تمام تر قوتوں کو مجتمع کیا اور سرپٹ دوڑ لگا دی تیز ہوا بار بار میرے آگے روڑے اٹکا رہی تھی درد بھری سرگوشیاں میری سماعتوں کو چیرے دیتی تھیں لیکن میں کسی قیمت پر رکنے پر آمادہ نہ تھا کسی بھی قیمت پر نہیں ہر ہر قدم پر میرا دل مارے خوف کے اچھل کر حلق میں آن پھنسا تھا۔

''میری مدد کرو نذیر میں مر جاؤں گا۔۔۔''

کوئی چلایا دہشت نے میرا دل دبوچ لیا میں نے اپنی رفتار تیز کر دی اچانک کسی بائیک کے بریک چرچرائے میں نے ہڑبڑا کر دیکھا وہ میرے جاننے والے تھے۔

''شکور چاچا۔۔۔''

''کیا بات ہے نذیر پتر۔۔''اتنا گھبرایا ہوا کیوں ہے تو۔

میں ایک دم جیسے ہوش میں آیا تھا ہوا رک چکی تھی میں نے پسینہ صاف کرتے ہوئے حواس بحال کیے اور کہا۔

''کچھ نہیں چاچا۔ ایسے ہی اکیلے میں دل گھبرا رہا تھا۔''

''چل میرے ساتھ چل۔۔''

انہوں نے کہا تو میں نے ان کتابوں کا تھیلا سنبھالا اور ان کے پیچھے بیٹھنے میں لمحہ بھر کی بھی تاخیر نہ کی۔اور چل دیا۔

بابا۔،،محمد احمد نے مجھے جگایا تو میرے چہرے پر پسینے کی نمی تھی۔

''چلیں نماز پڑھنے۔۔۔''

وہ مجھے جگا کر چلا گیا اتنے عرصہ بعد یہ خواب۔۔،،میرا ذہن الجھ گیا میں اس وقت نوجوان تھا جب میرے ساتھ یہ بچپن والا واقعہ پیش آیا تھا۔

''بابا آ بھی جائیں۔''احمد کی آواز ابھری تو میں سر جھٹک کر واش روم میں چلا گیا وضو کیا ہم باپ بیٹا قریب مسجد کی طرف روانہ ہو گئے نماز پڑھ کر ہم گھر آئے تو ناشتہ کر کے احمد اسکول روانہ ہو گیا اور میں اپنی شاپ۔نذیر بلنڈ پوائنڈ اسپورٹس سنٹر چلا گیا یہ شاپ میرے سب سے بڑے بھائی ظہور احمد کی تھی ابو کی وفات کے بعد گھر کا سارا خرچ اس دکان کے سہارے چل رہا تھا پھر مقبول بھیا نے اپنی تعلیم ادھوری چھوڑی اور انکا ساتھ دینے لگے ہم پانچ بہنیں اور پانچ ہی بھائی تھے ظہور بھائی شادی کے بعد لاہور ماڈل ٹاؤن شفٹ ہو گئے تھے وہ رمضان میں مسجد میں اعتکاف بیٹھے تھے تیسرے روز بائیس نومبر کو ہارٹ اٹیک میں اللہ کو پیارے ہو گئے اس کے کچھ عرصہ بعد بھائی مقبول احمد بھی انیس اپریل کو چل بسے والدہ

محترمہ بیٹوں کی جدائی برداشت نہ کر سکیں اور وہ بھی
ہمارا ساتھ چھوڑ گئیں محض گیارہ ماہ میں اتنے پیارے
رشتے ایک ایک کر کے بچھڑ گئے صدمہ بہت بڑا تھا
مگر انسان بھی نہایت ڈھیٹ واقع ہوا ہے کیا کیا نہیں
سہہ جاتا بہرحال وقت گزرتا رہا دکان بڑے بھائی منیر
احمد چلا رہے تھے میں بھی اکثر دکان پر ہی ہوتا تھا
میرا ایک ہی بیٹا تھا محمد احمد خیر منیر بھائی بھی اللہ میاں
کے پاس چلے گئے منظور بھائی تو میری پیدائش سے
بھی قبل وفات پا گئے تھے منیر بھائی کی موت کا صدمہ
سہنا اگرچہ بہت مشکل تھا مگر بہرحال سہہ ہی لیا کیونکہ
سہنا ہی پڑتا ہے پھر ایک بہن ثریا بھی زندگی کی بازی
ہار گئیں یوں بھائیوں میں صرف میں ہی ہوں چاروں
بہنیں اپنے اپنے گھروں میں خوش ہیں۔

انکل احمد فراز کی نایافت ہے آپ کے پاس۔"
ایک لڑکے کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔

نہیں۔۔۔لیکن میں آپ کو منگوا دوں گا۔

اس کے جانے کے بعد میں پھر ماضی میں کھو گیا
اس دن مجھے ظہور بھائی نے بکشاپ کے لیے کچھ
کتابیں وغیرہ لینے بھیجا تھا واپسی پر بس خراب ہو گئی
مسافر بس اور سب ڈرائیور کو کوستے اپنے اپنے گھروں
روانہ ہو گئے تھے میں بھی گھر آ رہا تھا کہ وہ واقعہ پیش آیا
اب تو میں اس واقع کو ماضی میں دفن کر چکا تھا لیکن
آج خواب میں پھر۔۔

نذیر چاچا ایک رجسٹر اور تین پوائنٹس دیجیے گا
۔ایک لڑکے کی آواز نے پھر مجھے چونکا دیا تھا۔ میں سر
جھٹک کر حال میں پہنچ گیا۔

"اوئے سونے۔" رجسٹر پکڑا اور یہ عامر ابھی
تک نہیں آیا میں نے ملازم کو آواز دی اور پوری طرح
دکان کی سمت متوجہ ہو گیا پھر سارا دن سر کھجانے کی بھی
فرصت نہ ملی رات کو جب میں گھر جا رہا تھا تو اکثر
دکانیں بند ہو چکی تھیں گلی سنسان تھی مجھے بار ہا احساس
ہوا کہ کوئی میرے پیچھے چل رہا ہے پلٹ کر دیکھنے پر
کسی ذی روح کا نشان بھی نہ ہوتا معاً آ پہنچو۔" کی
آواز ابھری میں نے گرد و پیش کو نگاہوں سے کھنگال
ڈالا کوئی ذی روح تھا نہ ذی نفس۔۔

اس رات والی کیفیت تازہ ہو رہی تھی میں نے
قدموں کی رفتار بڑھا دی دفعتاً کسی کی یخ بستہ سانسوں
کا بھپکا میری گردن کی پشت سے ٹکرایا تو نجانے کیوں
میری ریڑھ میں خوف کی کٹیلی سرد لہر سنسنی بن کر دوڑ گئی
گھر پہنچنے تک میرے ساتھ یہی حال رہا۔ بہرحال
رات بخیریت گزری سوائے اس خواب کے اس رات
بھی وہی خواب بھوت بن کر آیا تھا۔

"عامر۔وہ پچاس ہزار روپیہ دینا میں شیخ
صاحب کے ساتھ ہی لاہور چلا جاتا ہوں۔"

شاپ کے لیے کافی سامان لینا تھا کچھ دیر قبل
میں نے عامر کو پیسے پکڑائے تھے اس نے دراز کھولی
میں اپنی جیب سے روپے نکال کر گننے لگا جب ہی
عامر کی پریشان سی آواز سنائی دی

"سر پیسے تو اس میں نہیں ہیں۔" میں نے
چونک کر سر اٹھایا۔

"کیا مطلب۔پھر کہاں ہیں"۔

"پ۔" پتہ نہیں سر میں نے تو یہیں رکھے تھے
۔" وہ گھبرا کر درازیں کھنگالنے لگا مگر روپے نہ ملے صبح
صبح کا وقت تھا ابھی تک شاپ پر کوئی بھی نہیں آیا تھا عمر
کے علاوہ دونوں ملازم لڑکے دیر سے آتے تھے
میں نے محض بیس منٹ قبل اسے پیسے پکڑائے تھے
جواب غائب تھے عامر میرے پاس کافی عرصہ سے
کام کر رہا تھا وہ نہایت ہی ایماندار تھا میں اسے اچھی
طرح جانتا تھا لہذا اس پر شک کرنے کا سوال ہی پیدا
نہیں ہوتا تھا وہاں میں تھا یا عامر۔ پھر پیسے آخر گئے
کہاں عامر گھبرایا ہوا تھا مل جائیں گے یار کہیں
اور رکھ دیئے ہوں گے تو نے مجھے تجھ پر پورا بھروسہ
ہے میں نے اسے تسلی دی کچھ دیر بعد میں نے جیب

سے موبائل نکالا تو ٹھٹک گیا پیسے میری جیب میں تھے میں نے نکال کر دیکھا وہی پچاس ہزار۔۔ حالانکہ میں اچھی طرح جیبیں ٹٹول چکا تھا

''پیسے مل گئے عامر'' وہ شلف میں کتابیں سیٹ کر رہا تھا فوراً لپک آیا۔

''کہاں سے''

''میری جیب سے''۔ میری آواز پست تھی۔

''آپ نے اٹھا کر جیب میں رکھ لیے ہوں گے سر'' وہ ہکا بکا ہو کر پلٹ گیا۔ میں الجھے ذہن کے ساتھ وہیں بیٹھا رہا کچھ سمجھ میں نہ آ رہا تھا۔

آسمان سیاہ بادلوں کی زد میں تھا گرمی سے جھلستی ہوا ذرا سرد ہوگئی تھی اگر بارش ہو جاتی تو گرمی کا زور ٹوٹ جاتا۔

''سر میں ذرا رال بیکری سے سموسے لے آؤں''۔ عامر بتا کر جانے لگا تو میں نے اسے آواز دی۔ یہ سموسوں کے لیے اور چائے بھی لیتے آنا۔

اور جب وہ آیا تو بارش کھل کر برس رہی تھی عامر بارش میں تر ابور تھا۔

''یہ لیں باس''۔ بارش نے عامر کا موڈ بھی خوشگوار کر دیا تھا اس نے چائے کا تھرماس اور سموسوں اور بسکٹ کی ٹرے کاؤنٹر پر دھری اور خود پلٹ کر تولیے سے بال جھاڑنے لگا میں نے پلکیں جھپکیں اور دنگ رہ گیا سارے کے سارے سموسے غائب تھے غالباً بھاپ بن کر ہوا میں تحلیل ہو گئے تھے۔

''یہ کیا سر۔ سموسے آپ کھا گئے اتنی جلدی۔''

اس کی نظروں میں ہی لہجے میں بے یقینی تھی میں چپ رہا اس نے تھرماس اٹھا کر کپ میں چائے انڈیلنا چاہی تو حیرت کا ایک اور جھٹکا لگا تھرماس خالی تھا مگر خالی وہ مجھے بے یقینی سے دیکھتا ہوا ٹرے اٹھا کر چلا گیا کچھ دیر بعد وہ واپس آیا تو ششدر رہ گیا۔

''سس۔ سر۔۔۔؟ اس کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا

تھا۔ کیا ہوا میں نے پلٹ کر دیکھا اور سر تھام لیا۔ شاپ کی ہر چیز بکھری پڑی تھی شیلف اور الماری خالی تھیں جبکہ فرش پہ کتابیں۔ اور دیگر اشیا کا ڈھیر لگا تھا جبکہ مجھے کسی بھی چیز کے گرنے کی آواز تک نہ آئی تھی

''آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے ناسر'' عامر کا لہجہ الجھا ہوا تھا میں محض سر ہی ہلا سکا وہ اندر آ کر سامان سیل کرنے لگا اس کی تعجب نگاہ گاہے بگاہے مجھ پر اٹھ جاتی تھی۔

پھر ایسے واقعات معمول بن گئے گھر میں بھی یہی ہونے لگا پکا ہوا کھانا حتی کہ فریج تک خالی ہو جاتا کمرے کی تمام اشیا بکھری ہوئی ہوتیں گویا طوفان آیا ہو ادھر ہر چیز سمٹی اور ادھر کمرہ تیپٹ مبہم سرگوشیاں اور قہقہے سنائی دیتے کبھی کبھی ساری ساری رات کسی کی درد بھری کراہیں نیند اڑائے رکھتیں کبھی کسی کے چلانے کی آوازیں آتیں شاپ پر بھی یہی سب چل رہا تھا ڈرے ہراساں رہنے کے غرض زندگی محض ایک الجھن بن کر رہ گئی کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا ہو رہا ہے اور یہ سلسلہ کب ختم ہوگا۔

وہ جون کی ایک گرم سہ پہر تھی لڑکے کسی نہ کسی کام سے گئے ہوئے تھے میں اکیلا بیٹھا تھا جب کسی کی سسکیاں ابھرنے لگیں۔ کسی کی التجاؤں کو چھوتی ہوئی سسکیاں کون ہو تم میں عاجز آ گیا تھا اس صورت حال سے جواباً سسکیاں تیز ہو گئیں۔

''میں نے پوچھا ہے کہ کون ہو تم کیوں اس طرح سے زندگی عذاب بنا رہے ہو چاہتے کیا ہو کیا بگاڑا ہے میں نے تمہارا''

میں پھٹ پڑا تبھی سسکیاں تھم گئیں اور ایک سرمئی سایہ سا میرے سامنے آ گیا اس کے نقوش مبہم تھے۔

''کیا بگاڑا ہے تم نے میرا یاد کرو وہ رات جب میں نے تم سے مدد مانگی تھی تمہاری منتیں کی تھیں اگر تم

اس وقت میری مدد کر دیتے تو میں اتنے سال یوں اذیت بھی نہ گزرتا مجھے میرا دشمن پکڑنا چاہتے تھے اور وہ مجھے پکڑ کے لے گئے اگر تم بے حس نہ بنتے تو میں اس نے طیش سے بولتے ہوئے بات ادھوری چھوڑ دی۔

"مجھے کیا پتہ تھا کہ تم مشکل میں ہو اور میں بھلا تمہاری مدد کیسے کر سکتا تھا۔" میں نے اپنا دفاع کیا۔

"چپ مت کہو وہ چلا اٹھا اس کی آواز فرط غیض سے کانپ رہی تھی۔۔۔ میں نے کہا تو تھا کہ میری مدد کرو اور اگر تم میرا ہاتھ تھام لیتے تو وہ لوگ مجھے بھی مجھے نقصان نہ پہنچا سکتے تھے کیونکہ تمہارے پاس جو کتابیں تھیں ان میں مجموعہ وظائف بھی تھا اور قرآنی آیات کی وجہ سے ہم لوگ تمہیں ہاتھ نہیں لگا سکتے تھے اگر تم میرا ہاتھ تھام لیتے تو مجھے اذیت تو بے شک ہوتی لیکن میں ان دشمنوں سے تو بچ جاتا لیکن تم نے میری آواز پہ کان تک نہ دھرا اب مزہ چکھو گے وہ بولتے بولتے آخر میں اس کا لہجہ فاتحانہ ہو گیا تمہارا مطلب ہے کہ تم مجھے ایسے ہی تنگ کرتے رہو گے میں نے الجھ کر استفسار کیا۔

"ہاہاہا۔ یہ تو ٹریلر ہے پکچر تو ابھی باقی ہے میرے دوست۔" وہ ہنسا تو زمین لرزنے لگی اسی اثنا میں کچھ کسٹمرز آ گئے تو وہ چپ ہو گیا شاپ پر کام کرنے والے لڑکے بھی آ گئے تھے ایک کسٹمر نے بکس پہ کور لگوانے تھے۔

"اوئے یہ کور لگا دے۔" میں کہہ کر باقی کسٹمرز کی جانب متوجہ ہو گیا شاپ پر کافی رش تھا ایک لڑکا ہیڈ منشن لے رہا تھا عامر اسٹپلر دیتا میں نے عامر کو آواز دی وہ بری طرح کھانستا ہوا اسٹپلر اٹھا لایا اچانک میرے سر پر کوئی وزنی چیز گری درد کی شدید ترین ٹیسیں مجھے سر تھامنے پر مجبور کر گئیں۔

اگلے ہی لمحے سر پر دوسری بھاری ضرب لگی تو ضبط کے باوجود میری کراہ نکل گئی لوگوں کے بولنے کی آوازیں آئیں میں نے پلٹ کر دیکھا عامر ہاتھ میں بھاری اسٹپلر لیے ہکا بکا کھڑا تھا دونوں لڑکے اور کسٹمرز اس سے پوچھ رہے تھے کہ اس نے ایسا کیوں کیا عامر تم مجھے یقین نہ آیا وہ ایسا کر سکتا ہے۔

"مم مجھے معاف کر دیں سر مجھے پتہ نہیں چلا کہ۔" وہ گڑبڑایا ہوا تھا۔

"واہ پتہ کیسے نہیں چلا تم نے خود سر کو اسٹپلر مارا ہے۔" دوسرا لڑکا چہک کر بولا کسٹمرز بھی اسے لعن طعن کرنے لگے تبھی میں نے عامر کے ساتھ کھڑے اس سرمئی سائے کو دیکھا وہ مسکرا رہا تھا میں سمجھ گیا کہ یہ اسی سائے کی کارستانی ہے عامر شرمندگی سے سر جھکائے کھڑا تھا اچانک ایک پرچھائی سی کسٹمرز پر جھپٹی ان کی بے اختیار چیخیں نکل گئیں اور وہ بھاگ اٹھے پھر ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے کاؤنٹر گلاس تڑخ کر چکنا چور ہو گیا۔ اس کی کرچیاں بارش کے قطروں کی طرح ارد گرد بکھر گئیں میں ایک بار پھر سر تھام کر رہ گیا۔

پے در پے ایسے واقعات نے مجھے چکرا کر رکھ دیا تھا کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں بہر حال پھر میں نے حافظ منظور احمد سے رابطہ کیا اور انہیں تمام احوال کہہ سنایا وہ بغور سنتے رہے ان کے تاثرات گمبھیر تھے کل آنا میں سر ہلا کر واپس آ گیا میں زیر لب قرآنی آیات کا ورد کر رہا تھا تاہم مجھے بار بار لگتا رہا تھا کہ کوئی مجھ پر موت بن کر جھپٹنے والا ہے دل خوف کے شکنجے میں بری طرح جکڑا ہوا تھا اس دن بھی غیر معمولی واقعات پیش آتے رہے مثلاً سامان بکھر جاتا زمین تپ کر تندور بن جاتی یا سر سراہٹیں ابھرنے لگیں تنگ آ کر میں اٹھ گیا۔ اور لڑکیوں کو بھی دکان بند کر کے شٹر گرانے کا کہہ دیا۔

یہ تین دن کا عمل ہے تمہیں کسی ویران جگہ کرنا ہوگا تمہیں بہت ڈرایا جائے گا بہت سے واقعات

دکھائے جائیں گے لیکن وہ محض نظر کا فریب ہوگا تمہارے اعصاب توڑنے کے لیے اگر تم نے اپنے اعصاب پر خوف پر قابو پالیا تو کامیابی حاصل کرسکو گے بصورت دیگر انہوں نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا مگر مفہوم واضح تھا وہ قدرے توقف سے مجھے عمل کا طریقہ بتانے لگے ایک آیت کا ورد مکمل درست تلفظ سے کرنا تھا میں نے چند منٹ ہی میں وہ آیت یاد کرلی یہ میری کامیابی کی کنجی تھی۔

درحقیقت قرآن مجید ہی ہماری کامیابی اور نجات۔ پریشانیوں سے مصائب وآلام سے نجات کی چابی ہے مگر ہم بھٹک چکے ہیں اس ذریعہ نجات کو چھوڑ کر ہم نے وقتی تسکین کے دوسرے بہت سے ذرائع تلاش کرلیے ہیں یورپ کی اندھی تقلید دھیرے دھیرے ہمیں ختم کررہی ہے مگر ہم ہیں کہ سمجھ کر بھی سمجھنا نہیں چاہتے اور اس لیے ہم دنیا میں ناکام ہیں دنیا وآخرت کی کامیابی اور ہماری بھلائی اسلام میں ہی ہے مگر ہم اسلام کی اصل روح کو نہیں سمجھتے اللہ ہمارے حال پر رحم کرے بہرحال کچھ دیر وہاں بیٹھ کر ان کا شکریہ ادا کرکے لوٹ آیا۔

رات تاریک تھی آسمان پر ستارے زمین کو روشنی کی خیرات بانٹ رہے تھے یہ الگ بات تھی کہ یہ خیرات تاریکی کی آنکھوں میں چبھ رہی تھی خوف کسی ہیبت ناک عفریت کی صورت فضا پر مسلط تھا۔

میں نے اپنے گرد حصار کھینچا اور بنجر زمین پر بیٹھ گیا اور اسی آیت کریمہ کا ورد کرنے لگا جو حافظ صاحب نے مجھے بتائی تھی پھر میرے اندر کنڈلی مارے بیٹھا ہراس دھیرے دھیرے سر ابھارنے لگا نجانے کیوں مگر دل دھڑکنے کی رفتار معمول سے بڑھ رہی تھی قریباً بیس منٹ نارمل گزرے پھر اچانک میرے سر کے اوپر سے ایک چیل دردناک انداز میں کرلاتی ہوئی گزری چند لمحے ہی گزرے ہوں گے کہ مجھے کسی کے درد سے کراہنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں یوں لگتا تھا کہ کوئی سخت اذیت میں ہے تاریک رات تنہائی اور کسی کی دردناک کراہیں میرا دل دہشت کی مٹھی میں جکڑا جانے لگا وقت رینگ رینگ کر گزر رہا تھا بلکہ مجھے تو لگ رہا تھا کہ وقت سرے سے گزر ہی نہیں رہا تھا لمحے صدیوں کا روپ دھار چکے تھے کراہیں لحہ لحہ بلند ہوتی گئیں اور بلا آخر ان کی آواز اس قدر بلند ہوگئی کہ مجھے لگا میری سماعت چلی جائے گی کانوں کے پردے پھٹ جائیں گے وہ لمحے اعصاب شکن تھے میں سخت ذہنی اذیت میں مبتلا تھا اضطراب کے لبادے میں ملفوف وحشت میرے جسم میں لہو کے ساتھ ساتھ گردش کررہی تھی شدت سے دل چاہتا تھا کہ سب چھوڑ چھاڑ کر بھاگ جاؤں یہ خواہش بار بار کسی ضدی فقیر کی طرح دل میں سر ابھار رہی تھی کچھ اس شدت سے کہ میں اس کا سر کچلنے میں یکسر ناکام رہتا تھا کراہیں بلند سے بلند تر۔ اور بلند تر سے بلند ترین ہوگئیں ایک وقت ایسا بھی آیا کہ میں بے اختیار بھاگنے کے ارادے سے اٹھ کھڑا ہوا مگر قبل اس کے کہ میں دائرے سے باہر نکلتا میں نے خود پر قابو پالیا بہرحال وہ اعصاب شکن لمحات اپنے تمام تر تناؤ سمیت گزر گئے برے وقت کی واحد خوبی یہی ہوتی ہے کہ یہ گزر جاتا ہے بھلے اپنے ساتھ سب کچھ ہی لے جائے اور اچھے وقت کی خامی یہ ہے کہ یہ رکتا نہیں گزر جاتا ہے بہرحال وقت گزر گیا میرا عمل مکمل ہوگیا اور میں نے گھر کی راہ لی میں سخت اعصابی شکن کا شکار تھا۔

اگلے روز ابھی میں نے دائرہ کھینچا ہی تھا کہ وہی درد بھری کراہیں ابل پڑیں میں نے شاپ عمل کے دنوں میں بندہی رکھنے کا فیصلہ کیا تھا میں گھر پر ہی رہا مجھے سارا دن وہ سایہ عمل سے روکتا رہا کبھی دولت کا لالچ دیتا تو کبھی دھمکیاں۔

دن اسی طرح گزر گیا تھا اور اب میں یہاں تھا میں نے ورد شروع کر دیا کراہیں اس قدر بلند ہو گئیں کہ خود کو دی گئی تمام تر تسلیاں اور کی گئی تلقین بھک سے اڑ گئی اس وقت میری خواہش محض یہی تھی کہ میں یہاں سے بھاگ جاؤں یہ خواہش اضطراب بن کر رگوں میں دوڑ رہی تھی بلکہ گوندر رہی تھی کچھ دیر کے بعد ایک شخص آتا ہوا دکھائی دیا اس کے دونوں بازو کندھوں کی جڑ سے غائب تھے گھٹنوں سے نیچے پنڈلی یا پاؤں نامی کسی شے کا وجود نہیں تھا اس کے باوجود چل رہا تھا اس کا باقی ماندہ وجود لہو میں تر تھا جوں جوں وہ آگے بڑھ رہا تھا خون کا تالاب سا پیچھے بنتا جا رہا تھا یکا یک اس نے گردن کو جھٹکا دیا اور اس کا سر تن سے الگ ہو کر فضا میں اس کے قد کے برابر تیرنے لگا۔

''اے۔۔''ادھر آ کر میری بات سنو۔'' اس کا مخاطب غالباً نہیں یقیناً میں ہی تھا میں چپ چاپ عمل میں مصروف رہا اچانک کتے کے بھونکنے کی آواز آئی میری گردن میکانکی انداز میں اس طرف مڑ گئی وہ سیاہ دیوہیکل کتا تھا سر اڑتا ہوا کتے پہ جھپٹا اور کتا دھپ کی آواز سے نیچے گر گیا اس کا بھی سر نکل گیا تھا سر پھر آ کر اس شخص کے پاس فضا میں معلق ہو گیا۔

''اے سنائی نہیں دیتا کیا۔''ادھر آؤ'' تحکم سے بھرپور لہجہ خوف رسیاں بن کر میرے وجود کو جکڑے جا رہا تھا اور اس کی گرفت لمحہ بہ لمحہ سخت ہوتی جا رہی تھی ''لگتا ہے تمہیں سبق سکھانا ہی پڑے گا اس کے ساتھ ہی وہ بھیانک سر مجھ پر جھپٹا خوف جھپٹ کر میرا گلا دبوچ چکا تھا میں نے لاشعوری طور پر آنکھیں میچ لیں۔

''ٹھک۔۔'' کی آواز ابھری اور جب میں نے آنکھیں کھولیں تو وہاں کچھ بھی نہ تھا کچھ بھی نہیں عمل کا وقت مکمل ہو گیا تھا میں اٹھا اور گھر چل دیا۔

رات نجانے کسی کی موت کا سوگ منا رہی تھی سر تا پا سیاہ کپڑوں میں ملبوس تھی آسمان کو گہرے بادل ڈھانپے ہوئے تھے اس لیے ستارے بھی روشنی کی خیرات لٹانے سے قاصر تھے لہذا آج سیاہ رات کا سیاہ کشکول یکسر خالی تھا اور سیاہ رات حسرت و یاس کے عالم میں سر اٹھائے آسمان پر ستاروں کے سکے ڈھونڈ رہی تھی دفعتاً اس کے کشکول میں ٹھک سے کچھ گرا اس نے بے اختیار کشکول میں جھانک کر ملنے والی خیرات کو دیکھا پھر خیرات ایک تواتر سے کشکول میں گرنے لگی لیکن وہ خیرات روشنی کی خیرات نہیں تھی وہ بادلوں کے آنسوؤں کی خیرات تھی سیاہ رات کے سیاہ کشکول میں گرتے خیرات کے قطرے بھی سیاہ رنگ تھے یا پھر اسی کو ایسے لگ رہے تھے اس نے کشکول پھینک دیا اور بادلوں کے ساتھ مل کر ہواؤں سے لپٹ کر رونے لگی۔

اس نے جان لیا تھا کہ اس کے سیاہ وجود کی طرح اس کی قسمت بھی سیاہ ہے اس نے جان لیا تھا کہ اس کے مقدر میں روشنی کا سراغ نہ تھا اسی لیے اس لیے وہ سیاہ رات اپنی سیاہ بختی پہ آنسو بہا رہی تھی مجھے عمل شروع کئے دس منٹ ہونے کو تھے جب وہ کراہیں پھر ابھرنے لگیں اس بار یہ کسی ایک شخص کی کراہیں نہیں بلکہ بہت سے لوگ بہت سی آوازیں تھیں ان میں ہر عمر کے شخص کی آواز شامل تھی شیر خوار بچوں سے لے کر بوڑھوں تک وہ سب کے سب انتہائی دردناک انداز میں کراہ رہے تھے گویا انہیں کوئی ذبح کر رہا ہو وہ دلخراش چیخیں تھیں جو دل کو چیر کے جاتی تھیں میرا دل ورد کرنے سے انکاری ہو رہا تھا حواس منجمد ہو چکے تھے حلق خشک تھا اور حلق کا کوئی کانٹا بن کر چبھ رہا تھا یکدم خاموشی چھا گئی ہر آواز مر گئی تھی گویا کہیں پاتال کی گہری کھائیوں میں دفن ہو گئی تھی قبل اس کے کہ میں سکون کا سانس لے پاتا یکلخت آسمان پھاڑ دینے والا شور بلند ہوا گویا آسمان زمین پر آن گرا تھا گویا زمین کا کلیجہ شق ہو گیا تھا گویا محشر برپا ہو گیا تھا لوگ بھاگ رہے تھے رو رہے تھے چلا رہے

تھے وہ آوازیں اس قدر اذیت ناک تھیں کہ میں تڑپ تڑپ گیا پھر اچانک شور تھم گیا جیسے کوئی mute کا بٹن دبا دے پھر فضا پر خاموشی کا پہرہ لگ گیا ایسی گھمبیر خاموشی کہ دل دھڑکنے کی آواز نقارے کی آواز سے مشابہ تھی میں نے ایک سیاہ روشخص کو اپنی جانب آتے ہوئے دیکھا اس کا قد کم از کم بھی نو فٹ رہا ہوگا اس نے ہاتھ میں کسی شخص کو یوں اٹھا رکھا تھا گویا کسی پتہ کو اس نے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچ لیں اس کی انگلیاں ہاتھ میں پکڑے شخص کے جسم کے پار نکل گئیں اس بدنصیب کی آخری چیخ بڑی بھیانک تھیں وہ دیوزاد اس کی لاش کو منٹوں میں ہڑپ کر گیا رات بے حد سیاہ تھی مگر اسکے باوجود وہ منظر میں یوں دیکھ رہا تھا کہ گویا دوپہر کا وقت ہو عمل روک دو ورنہ نتیجہ بھیانک ہوگا وہ مجھ سے مخاطب ہوا۔

''اسے عمل روک دے ورنہ بری طرح پچھتائیگا'' اس آواز میں بادلوں کی سی گرج تھی نجانے کیا ہونے والا تھا جو وہ دیوزاد کیا کرنے والا تھا

''ہم م م۔'' لگتا ہے تو ایسے نہیں مانے گا وہ اپنی انگارہ آنکھوں سے مجھے گھورتا ہوا پلٹ گیا کچھ دیر بعد وہ آتا ہوا دکھائی دیا تو میں نے جلدی سے آنکھیں میچ لیں۔

میں کچھ بھی دیکھنا نہیں چاہتا تھا حیرت ہے کہ آنکھیں بند کرنے کا خیال مجھے پہلے کیوں نہ آیا۔ اس طرح تو باہر جو بھی ہوتا رہے مجھے کچھ بھی دکھائی نہ دے گا وہ۔ میں دل ہی دل میں مسرور ہوا میرے ہونٹ بدستور ورد میں مصروف ہوگئے ایک سہمی سہمی سی مانوس آواز نے مجھے اچھلنے پر مجبور کر دیا میں نے دہل کر یکلخت آنکھیں کھول دیں سامنے کا منظر میری جان نکالنے کو کافی تھا۔ میں پوری جان سے لرز اٹھا جسم کا تمام خون گویا خشک ریت میں ڈھل گیا تھا وہ دیوزاد میرے بیٹے محمد احمد کو کسی ہلکے پھلکے کاغذ کی مانند اٹھائے ہوئے تھا۔

''ہاں او۔'' وہ۔ احمد ہی تھا میرا اکلوتا بیٹا بابا مجھے بچالیں۔ اس کی آواز دہشت زدہ تھی اور آنکھوں میں خوف کے سائے لرزیدہ تھے دیوزاد نے احمد کو زمین پر پٹخ دیا احمد کے ساتھ ساتھ میری بھی چیخ نکل گئی ہوا گھبرا اٹھی اور ارد گرد چکرانے لگی۔

''باہر آجاؤ ورنہ میں تمہارے سامنے اس کے ٹکڑے۔۔۔؟'' اس کی بات پوری ہونے سے قبل ہی میں اٹھ کھڑا ہوا۔

''تمہیں بہت ڈرایا جائے گا لیکن حصار کے باہر مت نکلنا۔'' حافظ صاحب کی تنبیہہ میری سماعتوں سے ٹکرائی۔ میرے قدم دوبارہ حصار کے اندر گڑ گئے۔

''باہر آجاؤ ورنہ۔۔۔'' وہ دیوزاد انگارہ اگلتی آنکھوں مجھے گھورتے ہوئے بولا

''اگر تم نے عمل کے دوران حصا کو توڑ دیا تو تمہیں جو نقصان ہوگا سو ہوگا مگر باقی لوگوں کا بھی جینا حرام ہو جائے گا۔''

حافظ صاحب کا سخت لہجہ میری سماعتوں میں تازہ تھا۔

''بابا۔'' احمد نے مجھے التجائیہ انداز میں پکارا میں نے قدم باہر نکالنا چاہے پھر رک گیا میرا وجدان چیخ چیخ کر خطرے کا احساس دلا رہا تھا۔

''باہر مت آنا۔''

سیاہ رات اپنی تمام تر سیاہ بختی سمیت سہم کر التجا کر رہی تھی کہ میں کشمکش و پیچ میں مبتلا تھا اچانک سیاہ بادلوں کا سینہ شق ہوا اور بجلی لپک گئی بادل غصہ سے گرج اور بارش برسنے لگی میرا عمل مکمل ہو چکا تھا وہ سرمئی سایہ میرے سامنے کھڑا التجائیں کر رہا تھا۔

''مجھے جانے دو اگر بجلی پھر چمکی تو میں جل جاؤں گا۔''

احمد اور وہ دیوزاد کہیں نہیں تھے۔

''او خدایا۔ شکر ہے کہ وہ فریب نظر تھا۔'' میرا

روم روم خدا کا مشکور ہوگیا بپھری ہوائیں مشتعل ہوکر چکرا رہی تھیں درختوں کو کھاڑنے کے درپے تھیں مگر درختوں کے تنے سینہ سپر ہوکر اپنی جڑیں چھوڑنے سے انکاری تھے البتہ ان کی شاخیں اور سرے دہشت سے مغلوب ہوکر دہرے تہرے ہورہے تھے بارش کی بوندیں گولیوں کی طرح برس رہی تھیں بار بار ہوا پانی کی بوچھاڑ کو بانک کرلاتی اور آگے دھکیل دیتی مجھے جانے دو سایہ گزگزایا مجھے اس پر ترس آ گیا لیکن اس لمحے میرے کانوں میں حافظ صاحب کا جملہ گونج اٹھا

"یہ ایک کافر جن ہے اور مسلمانوں کو خواہ مخواہ ستانا اس کا مشغلہ ہے کئی مسلمان اس کی وجہ سے جان سے گئے ہیں۔"

قبل اس کے کہ میں کوئی فیصلہ کرتا یکا یک گڑگڑاہٹ کا دیوتا عالم طیش میں دھاڑا تھا اس کے اندر محو خواب بجلی کی دیوی کسمسائی اور اس نے آنکھیں مل کر نیچے جھانکا اور اس لمحے اس نے کسی چیتے کی طرح زمین کی جانب جست لگائی میں نے بس اتنا ہی دیکھا کہ سیاہ بادلوں سے روشنی کی ایک لکیر سرمئی سائے پر جھپٹی ہے ایک دلخراش چیخ نے بادلوں کی گڑگڑاہٹ میں دم توڑ دیا لمحے کے ہزارویں حصہ میں بجلی لپک کر بادلوں میں واپس چلی گئی اب میرے سامنے کچھ بھی نہ تھا۔

میں بارش میں بھیگتا ہوا گھر چل دیا گھر کے دروازے پر ہی احمد میرا انتظار کررہا تھا شکریہ آپ آ گئے۔ ورنہ میں آپ کے پیچھے آنے والا تھا۔ وہ مجھ سے لپٹ گیا۔ میں نے اس کا سر تھپتھپایا اور اندر بڑھ گیا بادلوں کا کھوکھلا سینہ چیر کر چاند جھانک رہا تھا سیاہ رات کا سیاہ بخت یکا یک روشن ہوگیا تھا میں نے ایک نظر سیاہ رات کو دیکھا جس کی مانگ میں چاند کا جھومر سجا تھا اور بالوں میں ستاروں کی افشاں جھلملا رہی تھی اور وہ خوشی سے مسکرا رہی تھی میرے لبوں پر بھی ایک بھرپور مسکراہٹ آن ٹھہری میں نے اپنے قدم اندر بڑھا دیے مجھے آج ایک بھرپور نیند سونا تھا کیونکہ سیاہ رات روشن جو ہوگئی تھی۔

اے میرے خالق
میں کچھ نہیں چاہتی
مگر
سوائے اس کے کہ میری جو بات
میرا جو عمل
میرا جو سجدہ
تجھے پسند ہو
تو پھر میری وہی بات
میرا وہی عمل
میرا وہی سجدا
بس آخری ہو

میر حسین محمد۔ کوئٹہ

غزل

ایک پتھر سے پیار کیا تھا
دل نے جب اصرار کیا تھا
برسوں خاموشی سے چاہا
لیکن پھر اظہار کیا تھا
اس نے بڑی بے رحمی سے
چاہت کا اظہار کو موڑا تھا
میری وفا اور پیار ٹھکرا کے
سپنوں کو محلوں میں سلا کے
ہر شے سے انکار کیا تھا
دل ٹوٹا تو آنکھیں رو دیں
چین سکون اور نیند ہی کھو دی
بے چینی سانول سے بولی پتھر تو آخر پتھر ہیں

مقبول سانول۔ فقیر والی

آسیبی کھوپڑی

تحریر: محمد قاسم رحمان۔ ہری پور

اس بارے میں زیادہ نہیں جانتی ہوں لیکن اتنا جانتی ہوں کہ اس حویلی میں ایک جادوگر آیا تھا وہ کئی دنوں تک یہاں رہا تھا اور اس دوران ہی لوگوں کا قتل ہونے لگا تھا۔ یعنی جادوگر نے ان کو انسانی گوشت کھانے کا عادی بنا دیا تھا ورنہ ایک انسان دوسرے انسان کا گوشت کیسے کھا سکتا ہے میں اس کی بات سن کر سب کچھ سمجھ گیا کہ یہ سب کچھ وہ خوشی سے نہیں کرتے ہیں بلکہ مجبور ہیں ایسا کرنے کے لیے اگر وہ ایسا نہ کریں تو ہو سکتا ہے کہ وہ خود بھی زندہ نہ رہ سکیں۔ ایسی میں نے کئی کہانیاں پڑھ رکھی تھیں اور میں اب اس کی زبانی یہ سب جان کر اطمینان کر بیٹھا تھا کہ یہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے کوئی جن بھوت نہیں بلکہ وہ خود ہی ایسا کرتے ہیں اور وہ سب سے بڑھ کر وہ خود ہی جن بھوت ہیں۔ وہ کہانی سناتے ہوئے رو رہی تھی مجھے اس پر بہت ترس آ رہا تھا ابھی میں نے بہت کچھ پوچھنا تھا اور بہت کچھ جاننا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی میں نے دروازہ کھولا تو حیات آیا تھا اس کے ساتھ وہ گونگا بھی تھا اور کچھ محافظ بھی تھے حیات نے ہمیں دھوکا دیا تھا وہ ان لوگوں کو اپنے ساتھ لے کر آیا تھا۔

ایک دلچسپ اور سنسنی خیز کہانی

رات کی تاریکی نے اپنی چادر ہر طرف پھیلا دی تھی ہر طرف ویرانی ہی ویرانی تھی اماوس کی گہری اور منحوس رات تھی ایسے میں ایک سایہ اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھا اس سائے کی منزل پرانا اور آسیبی قبرستان تھا یہ بات نہیں تھی کہ وہ کسی عمل کی غرض سے پرانے قبرستان جا رہا ہو بلکہ وہ تو دولت کی ہوس میں پرانے قبرستان جا رہا تھا اس کا نام گوپال تھا اس کی دو بہنیں سونکشی اور آرتی تھیں ان کے گھر میں غریبی نے اپنا ڈیرہ ڈال رکھا تھا دو وقت کی روٹی مشکل سے ملتی تھی اور آج گوپال ایک شیطان کا ساتھ دے رہا تھا۔ محض اس وجہ سے کہ اسکے گھر میں غریبی ختم ہو جائے اس کے ہاتھ میں ایک کالا کپڑا تھا جسے اس نے بہت مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا اس کپڑے کے اندر ایک کھوپڑی تھی شیطانی کھوپڑی۔

گرو جی کیا وہ لڑکا آپ کی آگیا کا پالن کرے گا چھوٹے پجاری نے پوچھا۔

بالکل غربت انسان سے ہر کام کروا لیتی ہے کالی چرن نے جواب دیا۔

لیکن گرو جی وہ مسلا ہے کہیں غداری نہ کرے چھوٹے پجاری نے پوچھا۔

نہیں کرے گا غداری۔ مجھے اس پر یقین ہے گرو کالی چرن نے جواب دیا۔

کالی چرن شروع سے شیطان کا پجاری نہ تھا اس کا بھی خاندان تھا لیکن کالا جادو سیکھنے کی ہوس کی وجہ سے آج وہ اس مقام پر تھا اس کی خوراک انسان ہونے کے باوجود انسانی گوشت تھا انسانی خون اس کے منہ کو لگ چکا تھا وہ اس بڑی دلدل

میں پھنس کر رہ گیا تھا اب کالی چرن کو بابو کی آتما کی فکر تھی چونکہ بابو کوئی عام نوجوان نہ تھا۔ جب وہ پیدا ہوا تھا تو اس کے اندر بہت خاص طاقتیں تھیں۔ لیکن اس معصوم نوجوان کو ان طاقتوں کی کوئی خبر نہ تھی۔ لیکن کالی چرن نے بابو کو شیطان کے قدموں میں قربان کر دیا تھا اور جب بابو کی آتما کالی چرن کو نظر آنے لگی تو کالی چرن اس خطرے کے سدباب کی ترکیبیں سوچنے لگا۔

آرتی۔۔ آرتی۔۔ سنا کشی مسلسل آرتی کو آوازیں دے رہی تھی۔

کیا تکلیف ہے۔۔ آرتی کمرے سے برآمد ہوئی۔

گوپال بھائی کدھر ہے۔ رات کے دس بج چکے ہیں اور وہ اب تک گھر نہیں آئے سنا کشی نے پوچھا۔

آجائے گا۔ وہ بچہ تھوڑی ہے۔۔ آرتی نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

ہاں ایک بات پوچھنی تھی تم سے آرتی۔۔۔ سنا کشی بولی۔

ہاں پوچھو۔

تم رات کو کس سے فون پر باتیں کر رہی تھی۔ سنا کشی نے پوچھا تو آرتی کے چہرے پر سایہ سا لہرا گیا۔

تم نے کوئی خواب دیکھا ہوگا۔۔۔۔ آرتی چور لہجے میں بولی۔

اچھا یار۔ سنا کشی نے کہا اور باہر چلی گئی آرتی نے سکھ کا سانس لیا۔

باباجی میں عملیات سیکھنا چاہتا ہوں آپ جیسا بننا چاہتا ہوں۔ بابو کی روح ایک انسان کی شکل میں ایک ہندو پنڈت کے پاس بیٹھی تھی۔

بالک اس کے لیے تم ہمارے گرو سے رابطہ کرو میں یہ کام نہیں کر سکتا ہوں۔

کون ہے آپ کا گرو۔ بابو کی روح نے پوچھا۔۔۔۔ اسے معلوم تھا کہ یہی جواب ملے گا اس لیے ہی اس نے کالی چرن کے پاس جانے کا فیصلہ کر لیا تھا تاکہ کالی چرن کو اس پر ذرا بھی شک نہ ہو۔

ٹھیک ہے بالک میں تمہیں ان کا پتہ بتائے دیتا ہوں پنڈت نے کہا۔۔۔ لیکن بالک یہ تم جیسا نازک نوجوان نہیں کر سکے گا یہ ناممکن العمل ہے کالی دنیا کی بدروحوں اور چڑیلوں کی شرانگیزی تم نہ دیکھ سکو گے۔

نہیں پنڈت جی میں بدروحوں اور چڑیلوں کے متعلق بہت کچھ جانتا ہوں کیونکہ میں خود ایک روح ہوں۔

اچھا مذاق کیا تم نے بالک مجھے پسند آیا پنڈت نے کہا پنڈت کو کیا معلوم تھا کہ اس کے سامنے ایک روح بیٹھی ہوئی ہے۔

آخر بہت سوچ وبچار کے بعد کالی چرن نے ایک منصوبہ سوچ لیا اس نے نہایت ہوشیاری سے بابو کی آتما کی تمام شکتیاں ایک کھوپڑی میں بند کر دیں اور پھر گوپال کی غربت دور کرنے کا لالچ دے کر اس کھوپڑی کو ایک قبرستان میں بند کرنے کا کہہ دیا گوپال ایک شریف انسان تھا اس کالی چرن کی ہیرا پھیری کا کچھ نہ پتہ تھا۔ بالاخر اس نے کالی چرن کی بات مان لی اور اس شیطان کھوپڑی کو قبرستان میں دفن کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ لیکن وہ یہ نہ جان سکا کہ کھوپڑی کے دفن ہوتے ہی وہ خود بھی موت کی آغوش میں چلا جائے گا پھر اگر غربت واقعی اس دور بھی ہوئی تو کوئی تو امیری کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا اس لیے کیونکہ وہ اس سنسار

میں نہیں رہے گا۔

کیا ہوا اتنا کیوں رو رہی ہے بالاخر سناکشی نے پوچھ لیا۔

اس لیے کیونکہ بابو اب اس دنیا میں نہیں رہا آرتی نے اپنے رونے کا جواز بیان کیا۔ بابو کون سناکشی نے حیرت سے پوچھا۔

میری جان میری آتما میرا دل اور میرا سب کچھ اور میرا شوہر بھی آرتی دکھی لہجے میں بولتی چلی گئی

یہ کیا کہہ رہی ہو تم تمہارا نکاح ہو گیا۔

ہاں پہلے وہ میرا بوائے فرینڈ تھا پھر میں نے اور اس نے کورٹ میرج کر لی کیونکہ میں جانتی تھی کہ بھائی ہمارا جہیز بھی جمع نہیں کر سکیں گے جس گھر میں دو وقت کا کھانا مشکل سے میسر ہو وہاں جہیز تو آرتی نے اپنی بات ادھوری چھوڑ دی۔

ہاں بولو خود غرض لڑکی تمہیں ایسا کرتے ہوئے ذرا بھی شرم نہیں آئی سناکشی کا غم و غصے سے برا حال تھا۔

نہیں۔۔۔۔ میں نے کوئی بے شرمی والا کام نہیں کیا۔

کیا تم نے کچھ نہیں کیا تم ہو ہی ایسی اس گھر سے دفع ہو جاؤ سناکشی رونے لگی۔

گوپال ایک قبر کا انتخاب کر چکا تھا اس نے پاس پڑی ہوئی کدال اٹھائی اور تیزی سے قبر کھودنے لگا ایسا کرتے ہوئے اس کا دل کانپ رہا تھا مسلسل لرز رہا تھا اس نے ساری قبر کھودی نیچے ملبیں ہٹانے کے بعد اسے تابوت دکھائی دیا۔ اس نے تابوت کو جیسے ہی باہر نکالا قبرستان کے ایک واحد درخت پر ایک الو کر یہہ آواز میں چیخ کر اڑ گیا جب تابوت نیچے رکھ کر کھول دیا

گوپال مکمل طور پر پسینہ میں شرابور تھا سخت سردی کے باوجود بھی اس نے لاش کو جب دیکھا تو اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تابوت میں کفن میں لپٹا ہوا ایک ڈھانچہ پڑا تھا اس نے تابوت میں کھوپڑی رکھی اور جلدی سے تابوت بند کر دیا تابوت کو قبر میں رکھنے کے بعد اس نے قبر پر مٹی ڈالی اور جیسے ہی قبرستان سے قدم باہر نکالا تو اس کی روح نے جسم سے وفاداری ختم کر کے اس کو خالی چھوڑ دیا۔

بے چینی اور بے سکونی کی ملی جلی کیفیات تھی بابو کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کی روح جل رہی ہو اس کی لازوال طاقتیں ختم ہوتی جا رہی تھی وہ غائب ہونا چاہتا تھا لیکن غائب نہ ہو رہا تھا۔ اس کے اندر جیسے آگ سی جل رہی تھی بالاخر اس کے قدم نامعلوم منزل کی طرف اٹھتے چلے گئے بابو کی روح کا سر زور زور سے چکرا رہا تھا وہ کالی چرن کے مندر چلا گیا۔

آؤ اے بے چین آتما۔ کالی چرن زہریلی مسکراہٹ سے بولا۔

تم نے میرے ساتھ کیا کیا ہے۔

تم اسی کے قابل تھے۔

اور تم کس چیز کے قابل ہو کالی چرن تم شیطان کے پرستار ہو اور عنقریب تمہارا یہ ناپاک وجود میں اس دھرتی سے مٹا دوں گا پھر تم دیکھنا تمہارے ساتھ میں کیا کروں گا۔

تم اب میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تمہاری ساری طاقتیں اب کھوپڑی میں بند ہیں اور وہ کھوپڑی پرانے قبرستان میں دفن ہے۔

کالی چرن میں واپس آؤں گا تمہیں ختم کرنے کے لیے میں ضرور واپس آؤں گا۔

بالکل یہ تمہاری بھول ہے اب وہ کھوپڑی

کبھی قبر سے نہیں نکل سکے گی اور کالی چرن قہقہے لگانے لگا۔

وقت کے پرندے نے اپنی اڑان بھری اور دیکھتے ہی دیکھتے اٹھارہ سال بیت گئے ان اٹھارہ سالوں میں بہت تبدیلیاں آئی کالی چرن شیطان اور طاقتور ہو گیا بابو کی روح اس کی قید میں تھی پرانے قبرستانوں پر بل چلا کر مکان بنائے جانے لگے اور پرانا قبرستان جس میں شیطانی کھوپڑی دفن تھی وہاں ایک محل نما کوٹھی بنا دی گئی اور اس کوٹھی کو خرید لیا گیا خریدنے والا نثار احمد تھا جس کی ایک عدد چھوٹی سی بیٹی نائلہ اور دو بیٹے کاشان اور ذیشان تھے ایک دن اور اتفاق سے اس کوٹھی کا ایک کمرہ کچا تھا جہاں مرغیاں وغیرہ رہتی تھیں اسی کمرے میں دفن تھی وہ آسیبی کھوپڑی ایک دن نائلہ وہ کھیل رہی تھی کہ اس کے دماغ میں زمین کو کھودنے کی بات سوجی اس نے زمین کی کھدائی شروع کردی کہ اچانک اس کے کان میں آواز سنائی دی۔

بیٹا جلدی کھودو۔

بہت چھوٹی ہونے کے باوجود نائلہ ایک بہادر لڑکی تھی اس نے زمین کو کھودنا شروع کردیا اور آخر کار تابوت تک آ ہی گئی اس نے تابوت کا باہر نکالا اور تھوڑی سی کوشش کے بعد تابوت کھل گیا تابوت میں ایک کالا کپڑے میں لپٹی ہوئی کوئی چیز پڑی تھی اور یہ دیکھ کر وہ حیران رہ گئی کہ وہ ایک کھوپڑی ہے۔ کھوپڑی کے باہر نکالتے ہی کھوپڑی سے سفید دھواں نکلا۔ اور دھویں نے بابو کی روح کی شکل اختیار کرلی۔ نائلہ یہ سب کچھ دیکھ کر خوفزدہ ہوگئی۔

شکریہ بیٹا تم نے مجھے آزاد کیا لیکن اس بات کا ذکر کسی سے نہ کرنا اور باہر جاؤ۔

نائلہ نے کوئی سوال پوچھنا مناسب نہ سمجھا اور باہر چلی گئی۔

کالی چرن میں آرہا ہوں اپنا انتقام لینے۔ بابو کی روح نے کہا اور غائب ہوگئی۔

شنکر شنکر کدھر مر گئے ہو کالی چرن مسلسل چھوٹے پجاری کو آوازیں دے رہا تھا۔

کیا ہوا حضور۔ شنکر بھاگم بھاگ چلا آیا۔

وہ دراصل لیموں لال ہوگیا ہے۔ مطلب بابو کی آتما آزاد ہوگئی ہے۔ وہ اب پہلے سے زیادہ شکتی شالی ہے اس کو ختم کرنے کا کوئی نہ کوئی طریقہ تمہیں سوچنا ہے اوپر سے بابو کی آتما کے پاس قدرتی طاقتیں بھی ہیں جن سے وہ ناواقف ہے۔

لیکن گروجی اب کیا ہوسکتا ہے۔ شنکر بولا۔

یہ سوچنا تمہارا کام ہے شنکر چونکہ میں نے تم کو اپنا چھوٹا پجاری اور وکیل مقرر کیا ہوا ہے۔

گروجی وہ آسیبی کھوپڑی کس طرح باہر آگئی شنکر نے پوچھا۔

میں نے تمہیں بتایا تھا نہ کہ اس جگہ کوئی گھر تعمیر ہو کالی چرن بولا۔ اور اسے نائیلہ نے آزاد کیا ہے تم دیکھنا کہ میں اس کیا نائیلہ کے ساتھ کیا کرتا ہوں کالی چرن بہت غصہ میں تھا۔

مہاراج دھیرج رکھیں ہم ضرور اس کشٹ کا کوئی نہ کوئی اوپائے نکالیں گے۔

پتہ نہیں کب میرے غلام۔۔۔ کالی چرن بڑبڑایا

رات کی گہری تاریکی ہر طرف اپنا راج بکھیر چکی تھی نائیلہ اپنے کمرے میں پرسکون نیند کے مزے لوٹ رہی تھی کہ اچانک اسے ایسے محسوس ہوا جیسے اسے کسی نے اٹھایا ہو۔ نائیلہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی اور لائٹ لگا دی کہ اچانک ہی

لائٹ آف ہوئی پھر یونہی ہونے لگا کبھی بتی بجھ جاتی اور کبھی جل جاتی ہواؤں کی سرسراہٹیں نائلہ کے کانوں میں سنائی دے رہی تھیں خوف ودہشت نے نائیلہ کا براحال ہورہا تھا اس نے اٹھنے کی کوشش کی تو اسے لگا کہ اس کا سارا جسم سن ہو چکا ہے اچانک ایک انسان اس کے سامنے ظاہر ہوا جو کوئی اور نہیں کالی چرن تھا۔

کالی چرن نام ہے میرا تو نے میرے دشمن کو آزاد کیا ہے اب دیکھ میں تیرے ساتھ کیا کرتا ہوں کالی چرن نے کہا اور نائیلہ کے بالوں سے پکڑ کر اسے اٹھا دیا نائیلہ درد کی شدت سے رو رہی تھی اس نے اس کا سر دیوار کے ساتھ دے مارا رو رو کر نائیلہ کا برا حال تھا مگر اس ظالم کو نائیلہ کے دکھ کا احساس نہ ہوا اس نے نائیلہ کی گردن پکڑ لی نائیلہ نے شدید مزاحمت کی لیکن اس کی مزاحمت کا کوئی اثر نہ ہوا اس کی روح نے جسم کا ساتھ چھوڑ دیا۔

بابو کی روح کو جسے ہی نائیلہ کی موت کا پتہ چلا تو اس نے ایک عمل کر کے نائیلہ کی روح کو واپس بلا لیا۔ نائیلہ تم کیسے مری کیا کیا اس منحوس نے تمہارے ساتھ۔ بابو نے پوچھا تو نائلہ کی روح نے ساری بات بابو کی گوش گزار کر دی۔

اب کالی چرن کا خاتمہ کیسے کیا جائے بابو بڑبڑایا۔

ایک طریقہ ہے نائیلہ کی روح بولی۔

وہ کیا بابو نے پوچھا۔

ہم دونوں اپنی روحیں ایک جسم میں ڈال لیتے ہیں شاید ہماری طاقتیں زیادہ ہو جائیں اور کالی چرن کا خاتمہ کر سکیں۔

لیکن ہم کس کا جسم استعمال کریں گے۔ بابو نے پوچھا۔

ذیشان کا میں نے اپنے بھائی کو رات میں ساری تفصیل بتا دی ہے۔ اور بابو اور نائلہ کی روحیں ذیشان کے جسم میں داخل ہو گئیں۔

کالی چرن بیٹھا ہوا تھا جب ذیشان اس کے سامنے ظاہر ہوا۔

کون ہو تم کالی چرن نے پوچھا۔

تمہاری موت۔ نائیلہ کہو بابو کہو یا ذیشان۔

کالی چرن کے شیطانی دماغ نے فورا ساری بات سمجھ لی۔ اوہ لیکن پھر بھی تم میرا مقابلہ نہیں کر سکتے

یہ تو وقت بتائے گا۔ کالی چرن۔

بالکل۔

کالی چرن نے اپنا منتر پڑھ کر پھونک ماری تو تین خوفناک ناگ ظاہر ہوئے اور بابو ذیشان کی طرف بڑھنے لگے ذیشان نے اپنا ورد پڑھ کر ناگ پر پھونک ماری تو تینوں ناگ پلٹ گئے اور کالی چرن کو ڈس لیا بالآخر زمین سے ایک ناسور کا خاتمہ ہو گیا بابو اور نائیلہ کی روحیں ذیشان کے جسم سے باہر آ گئیں۔

کام ہو گیا۔ ذیشان نے پوچھا۔

ہاں ہو گیا۔ اب ہم جا رہے ہیں۔

بابو اور نائیلہ کی روحیں انتقام لینے کے بعد آسمان کی طرف چلی گئیں۔

قارئین کرام مجھے امید ہے کہ یہ کہانی بھی باطل کی پرستاری اور روحوں کا دلیس کی طرح آپ کو پسند آئے گی۔

بانتھ جادوگر

---تحریر: سدرہ پروین ڈوگر۔ کسووال

اس بارے میں زیادہ نہیں جانتی ہوں لیکن اتنا جانتی ہوں کہ اس حویلی میں ایک جادوگر آیا تھا وہ کئی دنوں تک یہاں رہا تھا اور اس دوران ہی لوگوں کا قتل ہونے لگا تھا۔ یعنی جادوگر نے ان کو انسانی گوشت کھانے کا عادی بنا دیا تھا ورنہ ایک انسان دوسرے انسان کا گوشت کیسے کھا سکتا ہے میں اس کی بات سن کر سب کچھ سمجھ گیا کہ یہ سب کچھ وہ خوشی سے نہیں کرتے ہیں بلکہ مجبور ہیں ایسا کرنے کے لیے اگر وہ ایسا نہ کریں تو ہو سکتا ہے کہ وہ خود بھی زندہ نہ رہ سکیں۔ ایسی میں نے کئی کہانیاں پڑھ رکھی تھیں اور میں اب اس کی زبانی یہ سب جان کر اطمینان کر بیٹھا تھا کہ یہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے کوئی جن بھوت نہیں بلکہ وہ خود ہی ایسا کرتے ہیں اور وہ سب سے بڑھ کر وہ خود ہی جن بھوت ہیں۔ وہ کہانی سناتے ہوئے رو رہی تھی مجھے اس پر بہت ترس آ رہا تھا ابھی میں نے بہت کچھ پوچھنا تھا اور بہت کچھ جاننا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی میں نے دروازہ کھولا تو حیات آیا تھا اس کے ساتھ وہ لوگ بھی تھا اور کچھ محافظ بھی تھے حیات نے ہمیں دھوکا دیا تھا وہ ان لوگوں کو اپنے ساتھ لے کر آیا تھا۔۔

ایک دلچسپ اور سنسنی خیز کہانی

ہاہاہا صرف بیس دن بعد مجھے کوئی بھی نہیں ختم کر سکتا۔ میں ہمیشہ کے لیے امر ہو جاؤں گا اس کے ساتھ ہی بانتھ جادوگر نے کوئی منتر پڑھا اور سامنے بت پر پھونک دیا بت میں جان آ گئی اور اس کی آنکھیں لال ہو گئیں۔

ہو کیا کہنا ہے میرے بہادر غلام میں تم سے بہت خوش ہوں شیطان بت نے کہا۔

اے میرے آقا آپ نے مجھے بائیس دن کے لیے کہا تھا کہ بائیس لڑکیوں کی بھینٹ چڑھانی ہے جس میں سے میں نے دو لڑکیوں کی بھینٹ چڑھا دی ہے اب اور کیا حکم ہے۔ میرے آقا۔ بانتھ جادوگر نے عاجزی سے کہا۔

بانتھ ابھی تمہارا کام ختم نہیں ہوا تم بیس لڑکیوں کی قربانی میرے قدموں میں دو اور ان کا گوشت آپ کھاؤ اس کے بدلے میں تمہیں بہت سی شکتیاں دوں گا جس سے تم ہمیشہ کے لیے امر ہو جاؤ گے شیطان نے یہ کہا اور اس کے ساتھ ہی بت کی آنکھیں بے جان ہو گئیں اور وہ چلا گیا۔

بانتھ جادوگر نے زور سے پاؤں زمین پر مارا اور ایک دیو حاضر ہوا۔

کیا حکم ہے میرے آقا۔ دیو نے معصومیت سے کہا۔

حکم کے بچے تمہیں پتہ نہیں جو کام ہر روز کرتے ہو اب بھی کرو۔

اچھا میں سمجھ گیا میرے پیارے آقا آپ کا مطلب ہے لڑکیاں پکڑ کر لاؤں۔

اچھا اب جلدی کرو پہلے ہی دیر ہو چکی ہے بانتھ نے غصے سے کہا۔

بہت بہتر میرے آقا اور اس کے ساتھ ہی دیو غائب ہو گیا۔

کیا اس بار بھی کرکٹ ٹورنامنٹ میں حصہ لے رہے ہو عمران عبداللہ نے روزانہ کی طرح مذاق کرتے ہوئے کہا۔

لوں گا بھی اور انشاء اللہ جیتوں گا بھی عمران نے اس کے سوال کے جواب میں کہا۔ کالج میں سات دوست پڑھتے تھے یعنی ہم سات دوستوں کا گروپ تھا ہمارا جن کے نام یہ تھے عمران ۔عبداللہ ۔ بلال ۔ ہانیہ ۔قاسم ۔ سویرا ۔ اسامہ ۔ ہم بہت گہرے دوست تھے یہ جو میں ایک دکھی اور خوفناک کہانی سنانے جارہا ہوں مجھے یقین ہے کہ آپ اسے بہت پسند کریں گے بات کدھر کی کدھر چلی گئی تو بات ہورہی تھی کالج میں ٹورنامنٹ کی یہ عجیب واقعہ ہے کہ ہمارے گاؤں سے کچھ دنوں سے لڑکیاں غائب ہورہی تھیں صبح ہم کالج گئے تو اسامہ اور عبداللہ جہاں پہلے ہی موجود تھے۔

کیا حال ہے عمران کچھ پریشان لگتے ہو ہانیہ نے میرے آتے ہی سوال کرڈالا۔

کچھ نہیں چھوڑو ان باتوں کو دوسرے ساتھی نہیں آئے کیا۔ اتنی دیر میں سویرا قاسم اور بلال بھی وہاں آن پہنچے۔

لو وہ آگئے۔ ہانیہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

آقا آقا جلدی آؤ اور دیکھو آج میں دو شکار کر کے لایا ہوں آدمخور دیو نے آتے ہی دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔

بہت خوب بہت ہی خوب کہاں ہیں دو شکار آج ایک کا گوشت کے ساتھ خون بھی ملے گا بانتھ جادوگر نے کہا۔

یہ دونوں بہت شیطانی آدمخور تھے انہوں نے بڑی بے حسی سے ایک لڑکو دیکھا جو ڈر کی وجہ سے بے ہوش ہوچکی تھی اسے اٹھایا اور ایک چبوترے میں بٹھادیا اس کی گردن کے نیچے ایک بڑا پیالہ رکھ دیا تاکہ خون نیچے گر کر ضائع نہ ہوجائے اب دونوں شیطان کے چیلے اسکا خون پینے لگے۔

ہر طرف افراتفری کا عالم تھا ہر شخص کی آنکھ اشک بار تھی کیونکہ گاؤں کے چوہدری کی دو لڑکیاں جو غائب ہوچکی تھیں چوہدری صاحب بہت ہی نیک اور رحمدل تھے چوہدری نور محمد غم کی وجہ سے بے ہوش ہوچکے تھے ہوا یوں کے رات کو جب چوہدری پانی پینے کے لیے اٹھے تو دیکھا کہ ان کو کسی کا سایہ دکھائی دیا چوہدری صاحب نے اسے اپنا وہم سمجھا ابھی وہ کمرے میں جانے ہی والا تھا کہ اس کو اپنی بڑی بیٹی کی آواز کے ساتھ چیخ بھی سنائی دی وہ دوبارہ اس طرف گیا اور جب کمرے میں دیکھا تو وہ سایہ دیوا اپنا کام کرچکا تھا یعنی دونوں لڑکیاں غائب تھیں اسی غم میں وہ رو رہا تھا۔ جب اسے ہوش آیا تو سب لوگ اسے تسلیاں دے رہے تھے اس طرح جب ہمیں معلوم ہوا تو ہم بھی چوہدری کے گھر کی طرف چل دیئے قاسم نے خوف کے عالم میں کہا۔

کہیں یہ دیو تو نہیں جو روزانہ کسی نہ کسی گھر یا گاؤں سے کسی کی لڑکی کو اٹھا کر لے جاتا ہے عبداللہ نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

آنے دو اسے میں نے بھی اس کو اپنا کلمہ نہ پڑھایا تو میرا نام بھی اسامہ نہیں ہے۔

اتنا غرور مت کیا کرو یار اسامہ ایسا نہ ہو کہ کہیں وہ پہلا آدمی کا شکار تمہیں نہ بنالے اس بار بلال نے ہنستے ہوئے کہا۔

چلو چھوڑو ان باتوں کو اب کالج کا ٹائم بھی ہوگیا ہے میں نے سب کو خاموش کروایا اتنی دیر میں دوسرے دوست بھی وہاں آگئے۔

آقا ہم لڑکیوں کا گوشت کھاتے ہوئے بور ہوگئے ہیں اب آدمیوں کا یعنی لڑکوں کا شکار بھی کرتے ہیں دیو نے اپنی آدم خوری ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

واہ۔واہ۔کیا بات کی ہے تم نے میں بھی یہی چاہتا ہوں بانتھ جادوگر نے بھی اپنی آدم خوری ظاہر کرتے ہوئے کہا۔تو چلو آج رات کو لڑکے کا شکار کرتے ہیں اور ہمارے اپنے دیوتا کے لیے کوئی لڑکی لے کر آنا۔اور یاد رکھو جو آخری لڑکی ہوگی وہ اپنے ماں باپ کی اکلوتی اور لاڈلی بیٹی ہوگی۔

جو حکم میرے آقا۔۔اس کے ساتھ ہی دیو غائب ہوگیا۔

آج چاند کی تیرہ تاریخ تھی اور پوری دنیا اس کی روشنی میں منور تھی آج پھر وہی سایہ ایک طرف سے آتا ہوا دیکھائی دیا لیکن اس بار اس کا رخ اسامہ کے گھر کی طرف تھا اسامہ گہری نیند میں سو رہا تھا کہ کسی کی آہٹ سن کر جاگ گیا یہ بہت ہی خوفناک منظر تھا اسامہ کے سامنے ایک بھیانک دیو کھڑا اسے گھور رہا تھا اس کے پورے جسم پر بال ہی بال تھے ہاتھوں پر بھی بال تھے اس کی ایک آنکھ پیچھے کی طرف تھی جبکہ دو آنکھیں صحیح جگہ پر تھیں لیکن اسامہ میں تو غرور بھرا ہوا تھا وہ اسے دیکھ کر ذرا بھی نہ ڈرا بلکہ اسے گالیاں بھی دینے لگا۔

اے کتے کے بچے میں بہت دیر سے تیرا ہی انتظار کر رہا تھا اب میں تجھے نہیں چھوڑوں گا آ تو مجھ سے لڑ وہ میں تمہیں ختم کر دوں گا یہ کہہ کر اسامہ اسے آنکھیں نکال کر دیکھنے لگا دیو پہلے ہی غضبناک ہو چکا تھا اب اس نے اسامہ پر حملہ کر دیا اور کچھ پڑھ کر اسامہ کی طرف پھونک دیا اسامہ اس حملے کے لیے بالکل بھی تیار نہ تھا دیو کے منہ سے آگ نکلی اور اسامہ کو آگ نے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا کچھ ہی لمحوں بعد اسامہ بھنا ہوا دیو کے سامنے موجود تھا دیو بہت خوش ہوا اور اسے اپنے آقا کے پاس لے گیا اس طرح اسامہ کا قصہ تمام ہوا۔

آج کالج میں سب ہی موجود تھے سوائے اسامہ کے میں نے اپنے موبائل سے اس کو چار پانچ مرتبہ کال کی لیکن اسامہ کا کوئی جواب نہ ملا سب ہی اس کے لیے پریشان تھے کیونکہ اس سے پہلے اسامہ کبھی سکول سے غیر حاضر نہیں ہوا تھا کیا مسئلہ ہوا ہوگا اسامہ کو بلال نے خاموشی کو توڑتے ہوئے کہا کوئی بات نہیں شام کو گھر جا کر معلوم کرلیں گے عبداللہ نے بات ختم کرتے ہوئے کہا اس طرح میں اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہوگئے۔

انہیں کیا معلوم تھا کہ اسامہ ہمیشہ کے لیے میٹھی نیند سو گیا ہے شام کو جب اپنے کاموں سے سب فارغ ہوگئے تو سب ہی اسامہ کے گھر کی طرف چل دیے جب ہم اس کے گھر پہنچے تو سب کو حیران ہونا پڑا کیونکہ ان کے والد بتا رہے تھے کہ اسامہ کل رات سے غائب ہے افسوس اور پریشانی کے عالم میں ہم گھر کی طرف چل دیے راستے میں سب ہی پریشان تھے آخر اسامہ جا کہاں سکتا ہے کہیں یہ کام تو اسی کا نہیں جس نے شہر میں کہرام مچا رکھا تھا جو لڑکیوں کو پکڑ کر لے جاتا ہے سو پرانے خوف سے کانپنے لگے سب ہی پریشان ہوگئے کیونکہ ان کا اس طرف ذرا بھی خیال نہ تھا واقعی مجھے بھی یہی لگتا ہے۔

ہانیہ نے بات بڑھاتے ہوئے کہا۔

چھوڑو ان باتوں کو قاسم نے کہا رات کو ایک ایسا منظر ہوا کہ جس نے سب کے رونگٹے کھڑے کر دیے بہت دکھ ہوا جب ہمارے گروپ سے ایک اور ساتھی غائب ہوگیا ہوا یوں کہ رات سویرا جب سونے لگی تو اسے ایک سایہ دکھائی دیا سویرا اسے دیکھتے ہی بے ہوش ہوگئی دیو نے اپنا کام کر دیا

اور اسے بھی اپنے آقا کی شیطان گاہ میں لے گیا۔

آقا اب ہمیں کیا کرنا ہوگا۔

کرنا کیا ہے وہی کرو جو پہلے کرتے تھے بانتھ جادوگر نے کہا۔

اچھا آقا اب مجھے اجازت دو تاکہ میں آپ کے لیے اور اپنے لیے شکار لے آؤں۔

جاؤ تمہیں اجازت ہے بانتھ جادوگر نے غصہ ختم کرتے ہوئے۔

کہا یار اب ہمیں کچھ نہ کچھ کرنا ہوگا اب ہمیں کسی نتیجے پر پہنچنا ہوگا ہمیں کسی بزرگ کے پاس جانا ہوگا وہی ہمیں اس مسئلہ کا حل بتا سکتے ہیں قاسم نے کہا اور اس بات کی طرف ہمارا خیال بھی نہ تھا تو چلو آج سے ہی کسی بزرگ کی تلاش میں چلتے ہیں میں نے جواباً کہا تو چلو چھٹی ٹائم چلے جائیں گے چھٹی کے وقت سب نے ہی کھانا کھایا اور بلال کی گاڑی میں بیٹھ کر ہم اپنی منزل کی طرف چل دیئے شام کے وقت ہمیں کسی بزرگ کا پتہ چلا جب ہم وہاں پہنچے تو وہاں لوگوں کی ایک لمبی قطار بنی ہوئی تھی جب ہماری باری آئی تو ہم نے بابا کو سارا قصہ سنا دیا تو ہمیں بابا نے کہا۔

بیٹا تم سب کل کو یہاں آ جانا میں تمہیں ان کے متعلق بتا دوں گا یاد رہے کل ساڑھے سات بجے سے پہلے آنا میں ورنہ ورد کا ٹائم ختم ہو جائے گا کل ہم چھ بجے ہی وہاں پہنچ گئے اور ہم بابا علی عباس کے سامنے تھے۔

بیٹا میری بات غور سے سنو یہ جو لڑکیاں غائب ہو رہی ہیں یہ سب کام بانتھ جادوگر کا ہے۔

بانتھ جادوگر۔۔۔ سب ہی حیران ہو گئے یہ کون ہے میں نے بابا جی سے پوچھا۔

بیٹا یہ شیطان لوگ ہے بانتھ جادوگر کا ایک غلام بھی ہے جو لوگوں کو پکڑ کر لاتا ہے اور اسے شیطان پر قربان کر دیتا ہے۔ بابا نے پھر ہمیں سب کچھ ہی بتا دیا۔

بیٹا اس کو امر ہونے میں ابھی دس دن باقی ہیں میں چاہتا ہوں۔ کہ اسے امر ہونے سے پہلے ہی مار دو۔

لیکن بابا میں اسے کیسے مار سکتا ہوں وہ تو بہت ہی طاقت ور ہے اور اس کے پاس جادو بھی ہے میں نے فکر مندی سے کہا۔

بیٹا میں تمہیں سات دن کا ورد یاد کرواتا ہوں تمہیں قبرستان کے جو باہر کی طرف غار ہے اس کے سامنے وہ ورد کرنا ہوگا یعنی تمہیں چلہ کرنا ہوگا اس کے بعد وہ شیطانی آدم خور خود ہی جل کر مر جائے گا بولو تیار ہو بابا نے ہمیں دیکھا۔

ہاں بابا انسانیت کو بچانے کے لیے میں بالکل تیار ہوں میں اپنی جان بھی دے سکتا ہوں میں نے اس بات میں نجانے کیا کہہ دیا تھا کہ بابا خوش ہو گئے اور بولے۔

شاباش بیٹا تم سے یہی امید تھی اور ہاں یہ لو پانچ تعویذ تمہارے لیے اسے جو کچھ بھی ہو جائے اپنے گلے سے مت اتارنا۔

ٹھیک ہے بابا ہم ایسا ہی کریں گے اور ہم اپنے گھروں کو چلے گئے۔

آج میرے چلے کا پہلا دن تھا میں نے ورد یاد کیا اور غار کے باہر جگہ صاف کر کے بیٹھ گیا اور حصار کھینچ لیا اور پھر ورد شروع کر دیا خدا کے فضل سے تین دن آرام سے گزر گئے چوتھے دن رات کو بلال کو بہت گرمی لگ رہی تھی وہ اٹھا اور نہانے کے لیے غسل خانے میں چلا گیا جب اس نے کپڑے اتارے تو تعویذ بھی بھول کر اتار دیا پھر کیا تھا پانی کی جگہ خون نکلنے لگا بلال کے رونگٹے کھڑے ہو گئے ابھی وہ باہر جانے ہی لگا تھا کہ ان دیکھی قوت نے اسے باہر جانے ہی نہ دیا

کسی چیز نے اسے اپنے قبضے میں کیا اور وہاں سے غائب ہو گیا۔ جتنے پہلے ہی دو ساتھیوں سے جدا ہو گئے تھے ہم ان کا غم بھی نہ بھولے تھے کہ ہمارا ایک اور ساتھی ہم سے بچھڑ گیا پانچویں دن میں ورد کرنے کے لی حصار میں بیٹھا ہی تھا کہ مجھے بابا ایک طرف سے بھاگتی ہوئی نظر آئی جب وہ قریب پہنچی تو میں نے دیکھا کہ اس کے پیچھے کچھ لوگ لگے ہوئے تھے اس نے مجھے دیکھا تو زور زور سے پکارنے لگی ابھی میں اٹھنے ہی والا تھا کہ میرے کانوں میں بابا کی آواز ٹکرائی وہ کہہ رہے تھے بیٹا کچھ بھی ہو جائے تم نے حصار سے باہر نہیں نکلنا یہ سب نظر کا دھوکہ ہے وہ دیکھو اس کے پاؤں پیچھے کو مڑے ہوئے ہیں جب میں نے دیکھا تو ڈر کے مارے بے ہوش ہوتے ہوتے بچا جب اس نے دیکھا کہ اس طرح کام نہیں چلے گا تو اس نے بہت ہی خوفناک شکل اختیار کر لی میں نے آنکھیں بند کر لیں جب آنکھیں کھولیں تو سامنے کچھ بھی نہیں تھا صاف موسم ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی میرا ورد ختم ہونے میں ایک گھنٹہ باقی تھا کہ اچانک ہی خوفناک بارش برسنے لگی میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ بارش حصار کے باہر برس رہی تھی حصار کے اندر نہیں آ رہی تھی میں ڈرنے لگا خدا خدا کر کے چلے کا ٹائم ختم ہو گیا اور میں اٹھا اور مسجد کی طرف چل دیا اور خدا کے حضور سجدہ ریز ہو گیا اور اپنی کامیابی کی دعا مانگنے لگا۔

آج چلے کا چھٹا دن تھا ہر طرف سناٹا طاری تھا میں حصار میں بیٹھ گیا آج میں بہت سوچ رہا تھا کہ آج میرا چھٹا دن ہے اور ادھر ہونے میں ابھی چار دن پڑے ہیں یہ سب سوچ کر میں بہت خوش بھی ہوا کیونکہ میرا چلہ صرف ایک دن کا رہ گیا تھا اچانک اس سناٹے میں مجھے کسی کے غرانے کی آواز سنائی دی کوئی میری طرف آ رہا تھا۔ جب وہ میرے قریب آیا اور زور زور سے قہقہے لگانے لگا۔

تم ہمارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے ہو اے آدم خور دیو نے زور سے غراتے ہوئے کہا۔

اے شیطان کے بچے میں تمہیں اور تمہارے آقا کو ختم کر دوں گا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کل میں تم دونوں کو جہنم واصل کروں گا یہ سن کر وہ قہقہے لگانے لگا پھر غصے سے میری طرف دوڑ لگا دی ابھی میں ڈر کر باہر نکلنے ہی لگا تھا کہ مجھے بابا کی بات یاد آ گئی کہ بیٹا جو کچھ بھی ہو جائے نکلنا نکلنا مت حصار کے اندر ہی رہنا۔ ورنہ مارے جاؤ گے میں پھر سے وہی بیٹھ گیا اور وہ حصار سے ٹکرانے لگا اور پیچھے بھاگ گیا۔ اور اس کو آگ نے اپنی لپیٹ میں لے لیا وہ شیطان کا غلام جل کر مر گیا۔

آج میرے چلے کا آخری دن تھا گاؤں والوں کو میں نے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ میں نے اس کے غلام کو مار دیا ہے سب بے حد خوش ہوئے میں نے سب کو بتا رکھا تھا کہ گاؤں والوں آج انشاء اللہ میں اس آفت کو ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دوں گا تم سب صبح کو میرا انتظار کرنا میں بہت جلد اس کی موت کا پیغام لے کر آؤں گا۔

ابھی میرے چلے کرنے کا وقت شروع ہوا ہی تھا کہ اس دیو کا آقا میرے سامنے آ گیا اس نے اپنا ہاتھ میری طرف کیا اور کچھ پڑھ کر پھونک دیا آگ کے بڑے بڑے گولے میری طرف بڑھنے لگے لیکن خدا کا شکر ہے کہ وہ حصار کو لگتے ہی غائب ہو گئے تھے اس نے اپنا دوسرا حملہ کیا اور کچھ پڑھ کر آسمان کی طرف پھونک ماری کئی بڑے بڑے خلائی پرندے اوپر سے آئے ان کے پنجوں میں بڑے بڑے پتھر تھے وہ سب میری طرف پھینکنے لگے لیکن وہ سب حصار سے باہر گر رہے تھے جب اس سے بھی کوئی کام نہ چلا تو اس نے دوسرا داؤ کھیلا جو

بہت ہی خطرناک تھا اس نے کچھ پڑھا اور زمین زور زور سے ہلنے لگی حیرت کی بات یہ تھی کہ میرا حصار بھی ہلنے لگا تھا تین چار گھنٹے تک ایسا ہی ہوتا رہا پہلے تو میں نے سوچا کہ بھاگ جاؤں لیکن یہ سوچ کر بیٹھا رہا کہ مرنا تو ہے ہی اگر باہر نکلا تو بھی مر گیا پھر اندر ہی سہی جب میں نے گھڑی کی طرف دیکھا تو رات کے تین بج رہے تھے یعنی چلے کا ٹائم ختم ہونے میں ابھی دو گھنٹے باقی تھے پتہ نہیں وہ اور کیا کیا کرتا کیا کیا کھیل کھیلے گا میری منزل قریب آتی جا رہی تھی اور اس شیطان کی موت کا وقت عنقریب تھا اب جھٹکے لگنے بند ہو گئے تھے کچھ ہی دیر بعد سینکڑوں مردے میری طرف آ رہے تھے میری نظریں گھڑی پر اٹکی ہوئی تھیں جس پر ساڑھے تین بج رہے تھے اتنے میں مردے میرے قریب پہنچ کر رک گئے ان کے جسموں پر گوشت نام کی کوئی چیز نہ تھی بس ہڈیاں ہی ہڈیاں تھیں ان میں سے ایک مردہ میری طرف بڑھا اس نے ابھی مجھے پکڑنے کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا ہی تھا کہ اچانک اس کے ہاتھ کو آگ لگ گئی آگ نے پوری طرح اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا دوسرا تیسرا چوتھا سارے مردے ایسے ہی آگ کے سپرد ہو گئے جب ایک گھنٹہ باقی رہ گیا تو شیطان جادوگر مجھ سے معافیاں مانگنے لگا۔

مجھے معاف کر دو عمران اب میں نیک بن جاؤں گا۔

اے شیطان تم نے بہت سے مظلوموں کو مارا ہے اب تم جہنم میں جا کر ہی کلمہ پڑھنا مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ تمہاری زندگی صرف ایک گھنٹہ ہے جو کچھ کرنا ہے کر لو میں خدا کو مانتا ہوں وہ میری ہی مدد کرے گا۔

میں نے پتہ نہیں اس کو کیا کیا کہہ دیا جب اس نے دیکھا کہ ایسے کام نہیں چلے گا اس نے زمین پر خود سے پاؤں مارا اسی وقت ایک طلسمی تلوار نکل آئی اور اس میں سے آواز آئی کیا۔

حکم ہے میرے آقا۔

اس کو جلد ختم کر دو اے میری طلسمی تلوار اسے زندہ نہیں چھوڑنا۔

ٹھیک ہے میرے آقا ایسا ہی کرتا ہوں میں اس کو ایک منٹ میں قتل کر دیتا ہوں تلوار سے آواز سنائی دی اور پھر تلوار کا رخ میری طرف ہو گیا۔ اور جونہی میرے حصار کے قریب آئی تو حصار سے ٹکرا کر دور جا گری۔ پھر وہ تلوار اٹھی پندرہ منٹ ایسے ہی ہوتا رہا۔ اس نے کہا۔

آقا یہ میرے بس کی بات نہیں ہے۔ میں اب جا رہی ہوں۔

جاتی کہاں ہو تم نے میری خلاف ورزی کی ہے میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا یہ کہہ کر اس نے ایک پھونک ماری تو تلوار کو آگ لگ گئی اب صرف آدھا گھنٹہ رہ گیا تھا میرا چلہ ختم ہونے میں میں نے زور زور سے ورد پڑھنا شروع کر دیا۔ وہ اپنے بت کے سامنے بیٹھ گیا اور کہنے لگا۔

اے میرے آقا میرے چلہ کو ابھی تین دن رہتے ہیں لیکن مجھے تین دن پہلے ہی امر کر دو بھگوان کے واسطے ورنہ میں مارا جاؤں گا۔

اس کی بات سن کر بت میں حرکت پیدا ہوئی اور اس میں سے آواز سنائی دی۔

اے بانتھ جادوگر میں ہرگز ایسا نہیں کر سکتا اتنے کم وقت میں تمہیں امر نہیں کر سکتا ہوں ویسے بھی اب تمہیں اس نے مار دینا ہے جادوگر نے یہ سنا تو فوراً غصہ میں آ گیا اور غار میں پڑا ہوا پتھر اٹھا کر بت کے سر پر دے مارا اور بت کے ٹکرے ٹکڑے کر دیئے وہ غصہ میں کہہ رہا تھا کہ جب تم مجھے بچا نہیں سکتے تو تمہارا کیا فائدہ۔

بت سے آواز سنائی دی۔ میں تو اب ویسے بھی جا رہا ہوں اور تو مجھے تین دن بعد امر ہونے

کو کہہ رہا ہے یہ کیا ہوا ایسا کبھی بھی نہیں ہوسکتا تم کو جو وقت دیا تھا اسی میں تمہیں وہ طاقتیں ملنی تھیں جو میں نے تمہارے لیے رکھی تھیں اب اس وقت کو آنے میں تین دن ہیں بس پھر آواز خاموش ہوئی تھی وہ یہ سب سن کر باہر کی طرف بڑھا۔

مجھے معاف کر دو میں آئندہ کسی کو بھی نہیں ماروں گا وہ رو رو کر کہہ رہا تھا۔

بہت پیاری ہے ناں تمہیں اپنی زندگی دوسروں کو بھی اسی طرح پیاری ہوتی ہے۔ اب تیری زندگی صرف پانچ منٹ رہ گئی ہے۔

اس نے بہت منتر جنتر پڑھے مگر قسمت اس کی میں کچھ اور ہی لکھا تھا آخر وہ تھک گیا اور اپنی موت کا انتظار کرنے لگا اچانک مجھے اذان کی آواز سنائی دی میں نے گھڑی کی طرف دیکھا تو ایک منٹ اوپر ہو گیا تھا پھر کیا تھا میں نے سامنے کھڑے بانجھ جادوگر کی طرف پھونک ماری اس کو آگ نے اپنی لپیٹ میں لے لیا میں کھڑا ہو گیا ایک طرف سے بابا علی عباس اور گاؤں کے لوگ آ رہے تھے بابا نے سب سے پہلے مجھے اور گاؤں والوں کو مبارک باد دی اور کہا۔

بیٹا۔ مجھے یقین تھا کہ تم اس امتحان میں ضرور کامیاب ہو جاؤ گے اور یہ پھر بابا نے مجھے گلے سے لگا لیا۔ سب ہی بہت خوش تھے اور بانجھ جادوگر کو جلتا ہوا دیکھ رہے تھے کچھ ہی دیر اس کا جسم خاک ہو گیا اور ہوا میں اڑ گیا۔ اور ہم سب مسجد کی طرف چل دیے مولوی صاحب نے مجھے مبارک باد دی اور میرے دوستوں نے مجھے کندھوں پر اٹھا لیا لیکن مجھے اپنے دوستوں کا بھی بہت غم تھا جو مجھے ہمیشہ کے لیے چھوڑ گئے تھے بابا نے مجھے حوصلہ دیا اور کہا۔ کہ ابھی میں ان کو مسکرا کر دکھاؤں۔ تو میں ہولے سے ہنس دیا ایک بار پھر بابا نے مجھے اپنے سینے سے لگا لیا۔ بابا نے نعرہ لگایا۔ اللہ ہو اکبر۔ اور پھر ہم سب ہی گاؤں واپس آ گئے۔

قارئین کرام کیسی لگی میری کہانی میں نے پہلی دفعہ لکھی ہے اگر آپ نے میری کہانی کی حوصلہ افزائی کی تو میں انشاء اللہ مزید لکھتی رہوں گی اپنی قیمتی رائے سے مجھے ضرور نوازیئے گا۔

نہ ہو بدنام پھر کیوں کر وطن میرا زمانے میں
لگے ہیں سب سیاستدان یہاں فتنے جگانے میں
میں وعدہ کر چکا ہوں ووٹ کا ایک اور صاحب سے
بڑی تاخیر کی ہے آپ نے دانہ چگانے میں
میرا ہمراز بھی شامل ہے اونچا بننے والوں میں
مجھے ہیں مشکلیں درپیش حال دل سنانے میں
نئے ممبر سے بہتر ہے پرانے کو ہی رہنے دو
نیا آتے ہی لگ جاتا ہے اپنا گھر بنانے میں
نیا جو حکمران آتا ہے پاکستان میں یارو
یہی کہتا ہے وہ ہم سے نہیں کچھ بھی خزانے میں

قادر یار۔ ڈڈیال

نظم

کسے دا دل نہ دکھاویں اتھے عشق دے روگی رہندے نیں
میں نئیں کیندا ایہ گل یارو لوگ سیانے کیندے نیں
عشق اولڑا روگ اے اس دا بھار نہ چاوے کوئی
زخم تے لگے ہور کسے نوں درد وونڈاوے کوئی
ڈاہڈا بھیت اندر دا ایہدا بھیت نہ جانے کوئی
ست سمندروں ڈوہنگا پانی جا سکے تے جاوے کوئی
عشق بلھا توں ہاسے چک دا ہنجو اکھیاں دے
حال وی کوئی نہ پچھدا ایہدے آکھے کلیاں دے
عشق دا روگی کن پڑوا وے اپنا آپ گواوے
عشق دا روگی ہس دا ہس دا سولی تے چڑھ جاوے

تصور حسین۔ گجرات

انتظار

---تحریر: ملک این اے کاوش۔ سلانوالی۔ 0300.2305767

اس بارے میں زیادہ نہیں جانتی ہوں لیکن اتنا جانتی ہوں کہ اس حویلی میں ایک جادوگر آیا تھا وہ کئی دنوں تک یہاں رہا تھا اور اسی دوران ہی لوگوں کا قتل ہونے لگا تھا۔ یعنی جادوگر نے ان کو انسانی گوشت کھانے کا عادی بنا دیا تھا ورنہ ایک انسان دوسرے انسان کا گوشت کیسے کھا سکتا ہے میں اس کی بات سن کر سب کچھ سمجھ گیا کہ یہ سب کچھ وہ خوشی سے نہیں کرتے ہیں بلکہ مجبور ہیں ایسا کرنے کے لیے اگر وہ ایسا نہ کریں تو ہو سکتا ہے کہ وہ خود بھی زندہ نہ رہ سکیں۔ ابھی میں نے کئی کہانیاں پڑھ رکھی تھیں اور میں اب اس کی زبانی یہ سب جان کر اطمینان کر بیٹھا تھا کہ یہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے کوئی جن بھوت نہیں بلکہ وہ خود ہی ایسا کرتے ہیں اور وہ سب سے بڑھ کر وہ خود ہی جن بھوت ہیں۔ وہ کہانی سناتے ہوئے رو رہی تھی مجھے اس پر بہت ترس آ رہا تھا ابھی میں نے بہت کچھ پوچھنا تھا اور بہت کچھ جاننا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی میں نے دروازہ کھولا تو حیات آیا تھا اس کے ساتھ وہ گونگا بھی تھا اور کچھ محافظ بھی تھے حیات نے ہمیں دھوکہ دیا تھا وہ ان لوگوں کو اپنے ساتھ لے کر آیا تھا۔۔

ایک دلچسپ اور سنسنی خیز کہانی

ہلکی ہلکی بوندا باندی نے سارے موسم میں خنکی سی پیدا کر رکھی تھی حالانکہ جون جولائی کے دن تھے مگر متواتر تین دن سے ہونے والی اس بارش نے موسم کی کروٹ بدل کے رکھ دی تھی کئی دن سے ہونے والی اس موسلا دھار بارش نے جو کبھی سپیڈ پکڑتی تھی اور کبھی بوندا باندی کی شکل اختیار کر لیتی تھی ٹھنڈ پیدا کر دی تھی کہ لوگ گھروں میں دبک کر بیٹھ گئے تھے معمولات زندگی مفلوج ہو کر رہ گئے تھے زندگی میں پہلی بار ایسا ہو رہا تھا حالانکہ ہر سال جون جولائی اور اگست میں مہینے میں متواتر بارشوں کے سلسلے شروع ہوتے تھے مگر موسم کی ایسی کروٹ پہلی بار دیکھنے کو مل رہی تھی۔ ہمیشہ کی طرح اس کے بزرگ اور چند نوجوان سردار حمدان کے ڈیرے پہ بیٹھے تھے سردار حمدان بہت شریف النفس اور نیک انسان تھا اسے گاؤں کی سرداری وراثت میں ملی تھی حالانکہ اس کی عمر شاید اٹھائیس یا تیس برس کی ہوگی۔ مگر لوگ پھر بھی اسے چھوٹے سردار کے نام سے پکارتے تھے چائے کا دور شروع ہوا اور پھر سب کے لیے کھانے کا بندوبست کیا گیا۔

آج جمعرات کا دن تھا ہر جمعرات کے دن سردار حمدان لوگوں کے لیے کھانے وغیرہ کا اہتمام کرتا تھا جس میں گاؤں کے سب لوگ اکٹھے ہوتے تھے کسی کے ساتھ کوئی زور زبردستی نہ تھی جو کسی وجہ سے نہ پہنچ پاتے ان کے لیے کھانا ان کی دہلیز پہ سردار حمدان کے آدمی پہنچا دیا کرتے تھے لوگ سردار حمدان کے نام کے ترانے گاتے تھے اس کی نیک نیتی کا ڈنکا بجتا تھا۔ وہ ایسا تھا نہیں حالات نے اسے نیک شریف النفس اور متقی بنا دیا تھا ورنہ ایک نامی گرامی بگڑا ہوا اور لوفر انسان تھا۔

ہمہ تن گوش اسکی نگاہیں دوسروں کی عزتوں کی تاک میں سرگرداں رہتی تھی۔

باپ کی وفات کے بعد تو جیسے اس کی کایا پلٹ گئی لوگ حیران تھے کہ سرداروں کا بگڑا ہوا لونڈا جس سے ہر شخص پناہ مانگتا تھا آناً فاناً کیسے نیک پاک بن گیا ہے مگر انہیں آموں سے غرض تھی کہ گٹھلیوں سے ان کی عزتیں سلامت رہیں انہیں اور کیا چاہیے تھا گاؤں کا برسوں سے کھویا ہوا سکون پلٹ آیا تھا اور لوگوں نے سکھ کا سانس لیا تھا۔

سردار حمدان اس وقت اپنے دیوان خانے میں موجود تھا ماضی کے دن اس کے دماغ کی سکرین پر نمودار ہونے لگے کچھ جانے انجانے سے عکس اسے دکھائی دینے لگے خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ کر اعصاب کو ڈھیلا کرتے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے اس نے آنکھیں موند لی تھیں۔ دن مہینوں میں اور مہینے سالوں میں بدلتے چلے گئے اور اس کے اپنے ایک ایک کرکے اس سے بچھڑ گئے بس ایک وہ تھا بچھڑے ہوؤں کا غم سینے میں سمیٹے ہوئے موت کے قدموں کو اپنی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ رہا تھا کبھی کبھی رات کی تنہائی میں یادوں کی کھڑکیاں کھول کر جب وہ جھانکتا تھا تو وہی اچھے برے دن تصور کے پردے پر ابھرنے لگتے تھے اور ان کھڑوں کی تابانی سے آج بھی اس کی آنکھیں چدھیائی سی گئی تھیں شاید پھر شاید ان کی جدائی میں بہتے اشکوں کی وجہ سے آنکھوں میں نمی کی وجہ سے آنکھیں چدھیائی سی لگتی تھیں جب بھی اسے بیتے دن یاد آتے تھے وہ جی بھر کے رویا کرتا موت کی تمنا کرتا مگر موت اور اس کے بیچ ایک دیوار تھی اور وہ دیوار اس نے خود کھڑی کی تھی اس دیوار کے ایک طرف اس کے اپنے تھے جو ایک پل میں اس سے بچھڑ گئے تھے جبکہ دوسری طرف وہ اکیلا تھا جو ان سب کی یاد کی آتش میں سلگ رہا تھا موت کی خواہش کرتا مگر موت کی دیوی اس پر مہربان نہ ہو رہی تھی لیکن اسے پتہ تھا کہ اس کے دن پورے ہو چکے ہیں اس پونم کی رات کو وہ اسے موت کی نیند سلا دے گی موت کا خوف اس کے دل و دماغ سے ماؤف ہو چکا تھا وہ تو خود موت کو تمنی تھا مگر موت تھی کہ اس سے بغل گیر ہونے کو تیار نہ تھی لیکن آج پونم کی رات تھی اور اسے پکا یقین تھا کہ وہ اسے بھی موت کے گھاٹ اتار دے گی کیونکہ اب وہی اس کا آخری شکار تھا ہر پونم کی رات کو وہ اس کی فیملی کے ایک فرد کو موت کے گھاٹ اتار دیتی تھی۔

اس کے پاس ہی گاڑی کے ٹائر ورسے چرچرائے اور اس کے سر پر دھرا گھڑا دھڑام سے زمین پر جا گرا اور چھناچور ہو گیا وہ کانپ کے رہ گئی تھی اسے یوں لگا جیسے کسی نے گاڑی اس کے اوپر چڑھا دی ہو جب چند ثانیے تک کچھ نہ ہوا تو اس نے اپنی موندی ہوئی آنکھوں کو دھیرج سے کھولا تو اسے آنکھوں کے سامنے کسی کی شبیہ نظر آئی تو دھیرے دھیرے واضح ہوتی چلی گئی اور وہ کوئی اور نہیں سردار مرسلین کا بیٹا سردار حمدان تھا جو ہوس سے لبریز جذبات سے اسے تکے جا رہا تھا اور نیم زبان اپنے ہونٹوں پر گرد رہا تھا وہ ایک دم سے چونکی اور جھٹ سے دو قدم پیچھے ہٹ کر کھڑی ہوئی اس کا وجود کانپنے لگا اسے سردار حمدان کی آنکھوں میں شیطانیت کے واضح آثار دکھائی دے رہے تھے۔

ارے ارے ڈرو نہیں۔ سردار حمدان نے اس کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے کہا اسے اپنی سانسیں جیسے رکتی ہوئی محسوس ہوئیں اسے یوں فیل ہو رہا تھا کہ ایک دم سے اس کا سینہ پھٹے گا اور کبوتر کی طرح پھڑ پھڑاتا قلب اڑ کر باہر جا پڑے گا۔

بہت پیاری ہو تم میں نے تو کبھی قیاس بھی نہیں کیا تھا کہ میرے اپنے گاؤں کے اندر اتنی خوبصورت دوشیزہ ہوگی سردار حمدان نے اس کے گلابی گالوں پر انگلی پھیرتے ہوئے اس کے ہونٹوں پر لا کر روک دی اس کا دل چاہا ایک زوردار طمانچہ سردار حمدان کے منہ پر دے مارے مگر وہ سردار کا بیٹا تھا اور وہ اس کی رعیت تھے سردار مرسلین نے لمحے بھر کی تاخیر کیے بنا اسے اور اس کے اہل وعیال کو زندہ زمین کے اندر گاڑھ دینا تھا سردار مرسلین اور اس کی اولاد کو وراثت میں بہت کچھ ملا تھا اور اسی بات کا ان لوگوں کو ڈر تھا وہ اپنی رعایا پر ظلم وستم کے پہاڑ اٹھا دیتا تھا۔

اس نے گاؤں کے سکول میں آنے والی باجی سے سنا تھا کہ عورت کی عزت اگر ایک بار اتر جائے تو اسے کوئی مرد قبول نہیں کرتا اور وہ ساری زندگی گھر کی دہلیز پر آنکھیں بچھائے ہمسفر کا انتظار کرتی رہ جاتی ہیں اسے کوئی قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتا اور ایسی عورت کو باجی نے ٹشو پیپر سے تشبیہ دی تھی باجی نے یہ بھی بتایا تھا کہ مرد کی محبت ہوس سے شروع ہو کر ہوس پر ہی ختم ہوتی ہے مرد اپنی ہوس کی آگ ٹھنڈی کرنے کے بعد ٹشو پیپر کی طرح عورت کو پھینکتا ہے اس لیے آج کل کی محبت سے بہتر ہے گھر کی دہلیز میں عزت سے رہا جائے باجی نے یہ بھی کہا تھا کہ ایسے والدین کی عزتیں ہمیشہ سلامت رہتی ہیں جو برے وقت سے قبل حالات وواقعات سے آگہی حاصل کر کے اپنی جوان اولادوں کو بیاہ دیتے ہیں وہ اچانک یادوں کے تانے بانے سے باہر نکلی سردار حمدان کا ہاتھ اس کی طرف بڑھا ہی تھا کہ دوسرے ہی لمحے تڑاخ کی آواز کے ساتھ سردار حمدان کے منہ پر اس کا زوردار طمانچہ ثبت ہوا جو مہر کی مانند کام کر گیا ہاتھوں اس نے پیچھے کھینچ لیا مگر سردار حمدان کے نرم وملائم گالوں پر انگلیوں کے نشان ثبت ہو گئے سردار حمدان کے چہرے کا رنگ فق پڑ گیا اسے یقین نہیں ہو رہا تھا کہ اس کی رعایا میں بسنے والے ایک دو ٹکے کی لونڈی میں اتنی جرات ہو گئی اس کے پیش رفت کو پس پشت ڈال کر اس پر ہاتھ اٹھاتے ہوئے اس کا ماتھا ٹھنکا رہ گیا اس نے خون خوار نظروں سے اسے دیکھا۔

تیرا تو میں وہ حشر کروں گا کہ تو تو کیا تیری روح تک کانپ اٹھے گی سردار حمدان نے غصے سے گال کو ہاتھ سے سہلاتے ہوئے کہا۔

اسے سردار حمدان کی آنکھوں میں غصہ اور نفرت کے آثار واضح دکھائی دے رہے تھے اس کا دل ڈولنے لگا سردار حمدان اپنی گاڑی میں بیٹھ کر گاڑی کو سرپٹ دوڑاتے نظروں سے اوجھل ہوا تو جیسے وہ ہوش وحواس کی دنیا میں پلٹی گھڑے کی کرچیاں اس کی آنکھوں کے سامنے بکھری پڑی تھیں پانی آدھے سے زیادہ زمین میں جذب ہو چکا تھا مگر اس کے اندر طوفان برپا تھا بھی ہلکی ہلکی بوندا باری شروع ہوئی اور پھر آنکھوں سے برسنے والی اس بارش نے موسلا دھار بارش کا روپ دھار لیا تھا وہ بھی دامن گھر کی طرف جانے تی اسے گھر میں داخل ہوتے ہوئے دیکھ کر اس کا اترا ہوا منہ دیکھ کر اس کی ماں کے قدموں تلے جیسے زمین سرک گئی وہ سوالیہ آنکھوں سے بیٹی کو دیکھنے لگی جو کھوئی کھوئی سی اندر داخل ہوئی اس کی یہ کیفیت دیکھ کر اس کا دل بیٹھ سا گیا۔ نمرن چپ سادھے برآمدے کے سامنے لگے نیم کے درخت کے نیچے پڑی چارپائی پر بیٹھ گئی نمرن کی ماں اس کا اترا ہوا منہ دیکھ کر سمجھ گئی کہ دال میں کچھ کالا ہے فوراً ہی اس کے پاس آئی۔

کیا بات ہے گڈو تو اتنا مضطرب کیوں ہے سب ٹھیک تو ہے ناں اور گھڑا کہاں ہے۔

اس کی ماں نے دریا کو کوزے میں بند کر دیا۔

اس نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ ماں کی بات سننے کے بعد دھیرج سے ماں کی طرف دیکھا تو ماں کا کلیجہ منہ کو آگیا اس کے دل کو لگا کھٹکا اسے بار بار کسی خطرے سے آگاہی کی خبر دینے لگا پھر اس نے بہتے اشکوں سے لکھی کاوش ماں کے گوش گزار کی جسے سن کر اس کے ہاتھوں کے جیسے طوطے ہی اڑ گئے اس کی تو کاٹو بدن میں لہو نہیں والی کیفیت ہو چلی تھی اسے اپنی سانسوں کی روانی بے ترتیب دکھائی دینے والی اس کی چھٹی حس اسے آنے والے خطرات سے آگاہ کر رہی تھی وہ جانتی تھی کہ سردار لوگ ایسے لوگوں کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں اور پھر اس کی بیٹی نے تو سردار رحمان جیسے انسان کے منہ پر طمانچہ مار کر شیر کی کچھار میں ہاتھ ڈال دیا تھا وہ متواتر پھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ اپنی معصوم گڑیا کی طرف دیکھے جا رہی تھی جس کی نظریں اپنی پیروں پر کسی غیر مرئی نقطے پر مرکوز تھیں مگر وہ ماں تھی سب جانتی تھی کہ ایک عزت دار عورت اپنی عزت کی رکھوالی کی خاطر جان تک کی بازی لگانے سے دریغ نہیں کرتی۔ اسے فخر تھا کہ اس کی بیٹی نے اپنی عزت بچائی تھی مگر شکاریوں کے جال میں سے شکار کا نکل کے بھاگنا مشکل ہو جاتا ہے پورے گاؤں کو سردار مرتضین اور اس کے بیٹے نے صرف اپنی رعایا ہی نہیں سمجھا ہوا تھا بلکہ وہ ظالم تو گاؤں کے معصوم لوگوں کی عزتوں پر اپنا حق سمجھتے تھے جس کی عزت کی چاہتے دھجیاں اڑا کر رکھ دیتے اور خاص کر جب بھی ان سرداروں کے ہاں کوئی خوشی کا موقع ہوتا تو رعایا کے ہر شخص کا دل بری طرح دھڑکتا رہتا کہ نجانے یہ ظالم کس کی عزت کا دھجیاں اڑائیں اور وہ کٹھ پتلی غلام کی طرح بس اپنی عصمت کی اڑتی ہوئی دھجیاں کا ماتم اندر ہی اندر کرتے رہیں ان میں سے کسی میں اتنی سکت نہ تھی کہ ان کے اس ظالمانہ سلوک کے خلاف لب میں جنبش پیدا کر سکیں۔

نمرن کی ماں نے فوراً اس کے باپ کو بلوا بھیجا اسے جب ساری بات کا تانچ ہوا تو اس کی اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی سانس نیچے اٹک کر رہ گئی وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

تم نے اتنی بے وقوفی کی ہی کیوں سردار رحمان کے منہ پر تھپڑ مارنے کا مطلب جنتی ہو موت سے ہاتھا پائی۔ اسنے مٹھیاں بھینچتے ہوئے کہا۔

تو کیا میں اسے اس کی مرضی کرنے دیتی اپنی عزت کے پرخچے اڑا دیتی اس سے۔۔۔ نمرن تنگ کر بولی۔

اس نے بالکل ٹھیک کیا ہے نمرن کے ابا ہم ان کی رعایا ہیں اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ ان کا جب جی چاہے ہماری عزتوں کو سرسوں کی مانند ہتھیلی میں مسل کر رکھ دیں نمرن کی ماں نے اس کی سائیڈ لی۔

اب ہمیں کچھ کرنا ہوگا ورنہ بپھرے ہوئے ہاتھی کے جیسے وہ حملہ کریں گے نمرن کے باپ نے پریشان کن لہجے میں کہا۔

مگر ہم کیا کریں یہی تو سوچ سوچ کر میرا دماغ پھٹا جا رہا ہے۔ اگر ہم ان سے معافی کے خواستگار ہوں تو بھی مریں گے کیونکہ سردار سردار مرتضین کو جب پتہ چلا کہ نمرن نے اس کے بیٹے کے منہ پر تھپڑ مارا ہے تو وہ تو سیدھا ہات کے گھات اتار دے گا نمرن کی ماں بے بسی سے بولی۔

ہمیں ایکا ایکی میں یہاں سے نکلنا ہوگا۔ نمرن کا باپ بولا۔

مگر ہم کہاں جائیں گے۔ نمرن نے اب کی بار لقمہ دیا۔

دنیا بہت بڑی ہے کہیں نہ کہیں سر چھپا لیں گے کم از کم بے غیرتوں کی اس بستی سے تو جان

چھوڑے گی نمرن کے ابا نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ مگر ان کے سارے منصوبے پر پانی پھر کر رہ گیا۔ دروازے پر زور زور سے دستک ہوئی۔

اوئے جاپر دروازہ کھول۔ یہ گرجدار آواز سردار مرسلین کی تھی جسے سنتے ہی جیسے انہیں سانپ سونگھ گیا سب دل مسوس کر رہ گئے انہیں سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اب وہ کریں تو کیا کریں نجانے آج زمین کیوں نہیں چاک ہورہی تھی کہ وہ اس میں مدفن ہوجائیں نہ رہے بانس نہ بجے گی بانسری۔

تجھے ہماری آواز سنائی نہیں دے رہی کیا سردار مرسلین کی غیض وغضب سے لبریز بازگشت گونجی مگر اس میں جسارت پیدا نہیں ہورہی تھی کہ دروازہ کھولے اسی وقت سردار مرسلین کے چیلوں نے دروازہ توڑ دیا اور سردار مرسلین اپنے بیٹے سردار حمدان کے اندر داخل ہوگیا اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہورہا تھا سردار جی ہم پر رحم کیجئے بچی تھی غلطی کر بیٹھی نمرن کا باپ دھواں دھار روتے ہوئے بولا۔

کوئی بات نہیں بچی ہے تو ہم اسکو سمجھا دیں گے ہم کس لیے ہیں۔ اگر یہ ایسی ہی حرکتیں کرے گی تو پھر مزید نقصان کا باعث بن سکتی ہے۔ سردار مرسلین نے اپنی درندگی کی انتہا دکھاتے ہوئے کہا۔ اور پھر دونوں میاں بیوی کی برسوں کی خدمت کا پس پشت ڈال کر دونوں باپ بیٹے نے پورے گاؤں والوں کے سامنے نمرن کے گلاب کی پتی سے نازک جوانی کو خاک میں ملا دیا نمرن نے اپنے بچاؤ کے لیے لاکھ ہاتھ پاؤں مارے مگر بے سود گاؤں والے بے غیرت بنے یہ تماشہ دیکھتے رہے۔ کسی کے اندر غیرت نے سر نہ اٹھایا کہ آج ان کی آنکھوں کے سامنے ایک لڑکی کی عزت برباد ہورہی تھی تو کل اس کی جگہ ان میں سے کسی کی بھی بچی ہوسکتی ہے اسی درندگی کی تحیل میں نمرن کی حالت غیر ہوئی مگر ان درندوں کو اس سے کوئی سروکار نہ تھا ان کے مردہ ضمیروں میں تو شیطان جاگزین تھا سردار مرسلین کے حکم پر دونوں میاں بیوی سمیت ان کی بیٹی کو جو زندگی اور موت کے نازک لمحات سے دوچار تھی گاؤں کے پرانے کنوئیں میں پھینکنے کا حکم دیا اور ساتھ یہ بھی حکم دیا کہ اگر گاؤں کے کسی فرد نے بھی زبان کے مقفل کو کھولنے کی کوشش کی تو اس کا انجام کیا ہوگا وہ خود جانتا ہے نمرن کے ماں باپ نے کوئی مزاحمت نہ کی کیونکہ انکی دنیا تو پہلے ہی اجڑ چکی تھی زندہ رہنے کا فائدہ۔

دونوں میاں بیوی اور نمرن کو ظالموں نے گہرے کنوئیں کی نذر کر دیا اور سردار کے حکم پر اس کنوئیں کو ہمیشہ کے لیے ایک چار دیواری میں مقید کر دیا گیا لوگوں کے دل ودماغ میں سرداروں کا خوف اور بھی بڑھ گیا ظالم کا ظلم اس وقت شدت اختیار کرتا ہے جب لوگوں کے اندر سے غیرت کا مادہ مکمل طور پر مفقود ہو کر رہ جائے ظالم ظلم کرتے وقت دیکھتا ہے کہ کوئی اس کے خلاف روک تھام کرتا ہے کہ نہیں اور اگر کسی میں ہمت نہ ہو تو اس کے خوابیدہ اور ناتواں حوصلوں میں جرات وہمت پیدا ہوجاتی ہے اور وہ اس سے زیادہ درندگی کا مظاہرہ کرتا ہے اور یہی سردار مرسلین نے کیا۔ اور اس سارے کئے کرائے کے ستاو کار گاؤں والے بھی تھے جن پر ایک دم سے آفت ناگہانی نے حملہ کر دیا۔

سردار مرسلین کا ایک ہی بیٹا تھا اس نے اپنی من پسند کی شادی کی تھی اس کی بیوی رشتے میں اس کی خالہ زاد لگتی تھی سردار مرسلین وسیع وعریض رقبے کا مالک تھا پیسے کی ریل پیل تھی بڑے بڑے

عہدیداروں سے اس نے سلام دعا بنا رکھی تھی جن میں ملک کے محافظ بھی تھے کالی بھیڑیں تو خیر ہر ملک میں پائی جاتی ہیں مگر ہندوستان اور پاکستان میں تو انتہا ہے۔ آج پونم کی رات تھی چاند کی چاندنی ایک عجیب سی سماں پیدا کر رہی تھی سردار مرسلین اس وقت اپنے بنگلے کے ٹیرس پر کھڑا تھا اسے کل والے واقعے پر افسوس ہو رہا تھا اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا مگر اس دو ٹکے کی لڑکی نے اس کے لخت جگر کے منہ پر طمانچہ مارا تھا آج وہ اگر انہیں ایک کڑی سزا نہ دیتا تو گاؤں کے لوگوں میں آہستہ آہستہ یہ وبا پھیل جاتی تھی اور یہی وبا بغاوت کو جنم دیتی اس کی نگاہیں نہ چاہتے ہوئے بھی گاؤں کے شمال میں بنے کنویں کی طرف اٹھ گئیں یہاں سیکنڈ فلور کے ٹیرس پر کھڑا ہو کے وہ پورے گاؤں کو دیکھ سکتا تھا پورے گاؤں میں اس کے علاوہ کوئی پختہ مکان نہیں تھا بلکہ مٹی کے مکان تھے اچانک جیسے اس کے قدموں تلے کسی نے زمین کھینچ لی تھی چاند کی روشنی میں اسے کنویں کے پاس کچھ ہیولے سے نظر آئے جو کنویں کی چاردیواری گرا چکے تھے اسے دو افراد مشکوک لگے وہ پیچ و تاب کھا کر رہ گیا ان لوگوں کو عقل نہیں آئی یہ بھی بے موت مریں گے وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑایا اور جلدی سے واپس مڑا گراؤنڈ فلور کے کچن سے نکلتی ہوئی اس کی وائف نے اس کے چہرے کے خدوخال دیکھ کر پریشان ہو کر پوچھا۔

خیریت تو ہے ناں جی۔ جواباً اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ اپنی رائفل اٹھائی اور گھوڑے پر بیٹھ کر کنویں کی سمت چل پڑا اس نے گھوڑے کی لگامیں ڈھیلی سخت کر کے پکڑ رکھی تھیں وہ دھیرج سے ان پر حملہ کرنا چاہتا تھا تاکہ انہیں وہیں کا وہیں ہی دفن کر سکے۔ کنویں سے تھوڑی دور پہنچ کر اس نے دیکھا کہ وہ تین افراد کے ہیولے تھے جن میں ایک مرد اور ایک عورت جبکہ ایک لڑکی تھی اسے یہ ہیولے کچھ جانے پہچانے سے لگے اچانک اس کے ذہن کے پردوں پر لپٹی ہوئی چادر چھٹی اور اسے یاد آیا کہ تو نمرن اور اس کے والدین ہیں تو یہ مرے نہیں بچ گئے ہیں۔ وہ زیر لب بڑبڑایا اس کا گھوڑا ایک دم زور سے ہنہنایا اس کی چھٹی حس اسے بار بار کسی خطرے سے آگاہ کر رہی تھی مگر اس کے اندر غرور تکبر کی ایک تہہ جمی ہوئی تھی وہ سردار تھا اور سردار اپنی رعایا سے ڈر جائے تو اس پر لعنت۔ خبردار اگر تم میں سے کسی نے ہلنے کی کوشش کی تو گولیوں سے اسے چھلنی کر دوں گا اس نے دور سے ہی للکارا مگر جواب میں جیسے اس کی بازگشت ان کی قوت سماعت سے ہی نہ ٹکرائی ہو وہ اپنے ہی کسی کام میں مصروف رہے مدھم چاندنی میں اسے یہ سمجھ نہ آئی کہ وہ کر کیا رہے ہیں لہٰذا وہ گھوڑے کو لے کر بھاگم بھاگ ان کے پاس آیا۔ مگر اگلا منظر دیکھ کر اس کا ماتھا ٹھنکا کیونکہ وہ کوئی اور نہیں اس کی بہن اس کا بہنوئی اور اس کا جوان بیٹا تھا جو آج ان سے ملنے آ رہے تھے مگر نجانے کن وجوہات کی بنا پر وہ پہنچ نہیں پائے تھے حیرت و خوف کی ایک لہر اس کے پورے جسم میں سرایت کر گئی۔

آ جا سردار دیکھ تیری بہن کا گوشت کتنا لذیذ ہے تو بھی کھا لے۔

یہ آواز نمرن کی ماں کی تھی جو پیہم اس کی بہن کے جسم سے گوشت نوچ نوچ کر کھائے جا رہی تھی۔ جبکہ اس کی خوف سے آنکھیں کھلی تھیں اس نے ایک اچٹتی سی نگاہ سب پر ڈالی سب کی آنکھیں ایسے ہی کھلی کھلی تھیں نجانے ان ظالموں نے کتنی اذیت دے کر اسے مارا تھا پہلے تو تم لوگ ہمارے ہاتھوں بچ نکلے تھے مگر اب ایسی موت ماروں گا کہ تم لوگوں کی روحیں بھی میرے نام سے کانپا کریں گی سردار مرسلین نے رائفل کی نال نمرین کی ماں کی

طرف کرتے ہوئے کہا اور دوسرے ہی لمحے میں ایک زور دار دھماکے کی بازگشت گونجی مگر سردار مرسلین یہ دیکھ کر گنگ رہ گیا کہ گولی نسرین کی ماں کے جسم سے یوں آر پار ہو گئی تھی جیسے اس کا جسم نہ ہو پانی یا دھویں کا جھکڑ تھا ہو نہ سردار نہ اب ہم تیری رعیت نہیں رہے تو نے جو کچھ کرنا تھا کر لیا اب تو ہماری باری زور سے پکڑ رکھی تھی اس کی دوبے بس تھا مگر موقع ملتے ساتھ ہی ایک دم اس نے پچھلی ٹانگوں کو ہوا میں اوپر اٹھایا اور سردار اس اچانک آفت ناگہانی کے لیے قطعاً تیار نہ تھا فوراً سٹپٹا گیا مگر کنٹرول کرنے سے قبل ہی قلابازی کھا کر زمین پر آ پڑا اور گھوڑا الٹے پاؤں بھاگا سردار مرسلین نسرن کے بالکل قریب گرا تھا سردار کا بلیوں جیسا بری طرح سے دھڑک رہا تھا وہی سردار جس نے کل اسے اپنی اور بیٹے کا درندگی کا نشانہ بنوایا تھا آج اس سے ڈر رہا تھا اس نے اس کے بھانجے کا بازو کھینچ کر اس کی نگاہوں کے سامنے جسم سے علیحدہ کیا اور چپ چپ کی آوازیں نکال کر گوشت نوچ نوچ کر کھانے لگی مگر اس کی نگاہیں متواتر سردار مرسلین پر جمی ہوئی تھیں جن میں نفرت و غصہ کے آثار نمایاں تھے۔ ایسی موت ماروں گی کہ تجھے تو کہ تیری آنے والی نسلیں بھی یاد رکھیں گی اس نے دل کی کدورت و عداوت کو لفظوں کی مالا پہنائی سردار تھوک نگل کر رہ گیا وہ دھیرے دھیرے پیچھے کی طرف سرکنے لگا اور پھر ایک دم اٹھ کر بھاگم بھاگ گھر کی طرف دوڑ لگا دی اسے اپنی پشت پیچھے قہقہوں کی واضح بازگشت سنائی دینے لگی قہقہے اتنے زوردار تھے کہ اسے اپنے کانوں کے پردے پھٹتے ہوئے محسوس ہوئے وہ گرتا پڑتا لڑکھڑاتا گھر کے پورچ میں آ گرا ملازم فوراً اس کی طرف دوڑے مگر ان کے آنے تک وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو چکا تھا۔

وقت پر لگا کے گزر گیا گاؤں میں آئے دن کسی نہ کسی کی ادھڑی ہوئی لاش ملتی لوگوں میں خوف و ہراس پھیل چکا تھا اکثر لوگوں کا کہنا تھا کہ انہوں نے رات کے وقت اس کنویں سے مرد عورت کی مشترکہ رونے ہوئے اور قہقہے لگاتی ہوئی آوازیں سنی ہیں اکثر نے تو یہ بھی کہا کہ انہوں نے کنویں کے پاس دن دیہاڑے نسرن اور اس کے والدین کی بھٹکتی ہوئی روحوں کو دیکھا ہے مگر جہاں گاؤں والے ان کے انتقام سے خوفزدہ تھے وہیں انہیں ایک بات کی خوشی تھی کہ سردار پہلے سے بدل گئے تھے رعایا پر ان کی مہربانیوں اور عنایتوں کی بارشیں ہونے لگ گئی تھیں وقت کی آندھی سردار مرسلین اور اس کی بیوی کو اپنے ساتھ اڑا کر لے گئی سردار حمدان کو بھی ساری سچویشن کے بارے میں نادم ہو چکا تھا مگر اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت جو انہوں نے بویا تھا اب کاٹنا تو تھا یہ انکے اپنے ہاتھوں کا کیا کرتا تھا اس وقت درندگی ان پر غالب آ چکی تھی اور شراب کے نشے میں دھت دونوں باپ بیٹوں کو کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا مگر جوش کے گھوڑے سے اتر کر انہوں نے ہوش و حواس کی دنیا میں قدم رکھا تو ان کا ماتھا ٹھنکا تھا۔

سردار حمدان ٹیرس پر آ کر کھڑا ہو گیا چاندنی چہار سو پھیلی ہوئی تھی مگر اس کی نگاہیں ہنوز کسی کو کھوج رہی تھیں اور ان شہد رنگ آنکھوں میں اتری نمی نے ساری فضا میں اداسی بھر دی تھی اچانک اس نے دیکھا کہ کنویں کی طرف سے تین ہیولے نمودار ہوئے جو عجلت سے حویلی کی طرف لپکنے لگے تھے پہلے جہاں اسے اجل کا شدت سے انتظار تھا اسے خیال اجل سے خوف آنے لگا تھا وہ کوئی اور نہیں اس کی درندگی کا نشانہ بننے والے مظلوم تھے اس کا

دل بے ترتیب انداز میں دھک دھک کرنے لگا تھا۔اس کا دل چاہ رہا تھا کہ کوئی ایسا کونا چھپا دکھائی دے جہاں وہ چھپ جائے اور بڑھتی موت اسے بھی تلاش ہی نہ کر پائے مگر اچانک ہی وہ چونک سا گیا اس نے دیکھا کہ ایک طرف سے وہ گھوڑے دھول اڑاتے ہوئے آ رہے تھے انکا رخ بھی حویلی کی طرف تھا جب غور کیا تو ان کے پیچھے تین گھوڑے اور دکھائی دیئے نمرن اور اس کے والدین نے گردن گھما کر پیچھے دیکھا اور پھر تیزی سے سردار مرسلین کے گھر کی طرف چلنے لگے حتیٰ کہ وہ تینوں گھر کے صحن میں پہنچ گئے مگر صحن سے آگے نہ جا سکتے تو گھڑ سواروں نے انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا تھا سردار رحمان حیران و ششدر نیرس پہ کھڑا یہ سب منظر دیکھے جا رہا تھا گھڑ سواروں کے چہرے نقابوں سے ڈھکے ہوئے تھے گھوڑوں سے اترتے ہوئے ساتھ ہی انہوں نے نقاب اتارے تو سردار رحمان ساکت و جامد ہو کر رہ گیا۔ کیونکہ وہ کوئی اور نہیں اس کے ماں باپ اس کی بہن بہنوئی اور اس کا بھانجا تھا جو یکے بعد دیگرے ان ظالموں کا نشانہ بنے تھے۔

دیکھ سردار ہمارے راستے کی دیوار مت بن آج ہمارا آخری شکار ہے اس کے بعد ہم ہمیشہ کے لیے چلے جائیں گے۔نمرن کا باپ غصے سے دھاڑا۔آج تم بھی واصل ہو جاؤ گے۔

میرے بیٹے کی زندگی بخش دو میں تمہارے پاؤں پڑتا ہوں خدارا میرے بیٹے کی زندگی بخش دو ورنہ میرے خاندان کا نام ونشان مٹ جائے گا۔ سردار مرسلین اس کے قدموں میں روتے ہوئے گر گیا وہ قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

اس طرح سردار ہم نے بھی تیری منت وسماجت کی تھی مگر مجال ہے تیرے کانوں پہ جوں تک رینگی ہو ہمارے خاندان کا بھی تو تو نے اور تیرے بیٹے نے نام ونشان مٹا دیا تھا۔نمرن کا باپ متواتر غصے سے بولا۔

وہ اپنے آپ کو سردار کی گرفت سے بچا رہا تھا۔اگر ہم نے تمہاری بیوی اور بیٹی کو مارا تھا تو تم نے بھی تو میری بیٹی اس کے نس جینڈ اور اس کے معصوم بچے کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ بتاؤ اس میں ان کا کیا قصور تھا تم لوگوں کی عداوت تو ہم سے تھی اب کی بار سردارنی نے لقمہ دیا۔

جس طرح تم لوگوں نے ہمارے پورے خاندان کو ختم کیا اسی طرح ہم بھی تمہارے پورے خاندان کو ختم کر دیں گے نمرن کا باپ اب کی بار نہایت غصیلے میں کہا اور اس نے ایک اچٹتی سی نگاہ نیرس پہ کھڑے سردار رحمان پہ ڈالی جو اس کی نگاہوں کی تاب نہ لاتے ہوئے سر سے پاؤں تک کانپ کر رہ گیا۔

ٹھیک ہے پھر ہم تمہیں روک کر دکھاتے ہیں۔سردار مرسلین کی غیض وغضب بھری بازگشت گونجی اور دونوں فریقین آپس میں لڑنے کے لیے تیار ہو گئے۔

کیا تم اللہ کی عدالت میں اب مقدمہ درج نہیں کروا سکتے اس عدالت میں تو صرف انصاف ہوتا ہے

میرے بیٹے کی زندگی بخش دو اس اللہ پہ بھروسہ رکھتے ہوئے میری زندگی بخش دو وہ اللہ پاک تمہیں انصاف دے گا۔سردارنی نے آہ وزاری کرتے ہوئے کہا۔تو نجانے کیا ان لوگوں کو سوجھی کہ وہ رک گئے۔

سردارنی تو بہت تم بہت اچھی تھی تم ہمیشہ ہم لوگوں کی حمایت کیا کرتی تھی اور تیرے ہم پہ بہت کرم ہیں ان ظالموں کی وجہ سے تو بھی ہمارا نشانہ بن گئی نمرن کی ماں سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔

تجھے اسی نمک کی قسم دے کے کہتی ہوں

میرے بچے کی زندگی بخش دو۔ سردارنی نے دونوں ہاتھ جوڑ کر بیٹھ گئی۔ اور دھوں دھار رونے لگی اس نے بڑھ کر سردارنی کے پھیلے ہوئے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں پکڑا تو ٹھیک کہتی ہے سردارنی اس مالک کی عدالت میں اونچ نیچ نہیں دیکھی جاتی بلکہ وہاں صرف حق بولتا ہے انصاف ملتا ہے۔ غریب امیر ایک ہی کٹہرے دیکھتے ہوئے دونظروں سے اوجھل ہوگئیں۔ زمین پر پڑنے والی شعاعیں بھی ختم ہوگئیں اور چاندی کی روشنی میں سارا عالم ایک بار پھر سے نہا گیا سردار حمدن تھکے قدموں سے دیوان خانے میں آیا اور ایک طرف رکھی ہوئی راکنگ چیئر پر وہ گر سا گیا اس کا شکستہ وجود ہولے ہولے راکنگ چیئر پر جھول رہا تھا شکن زدہ عنابی لباس بڑھی ہوئی شیو اور سرخ بتورم آنکھیں اس کی ذہنی پراگندگی پر ثبوت تھے مگر اب اس کے ذہن سے موت کا خوف اتر چکا تھا لیکن اشکوں کا سمندر جاری تھا اور یہ اشک اپنے رب باری تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی کے لیے وہ بہا رہا تھا آج پہلی بار اسے لگ رہا تھا کہ زندگی کی عیش عیاشی اور دوسروں کی عزتوں کی دھجیاں اڑانے کا نام نہیں ہے بلکہ حقیقی زندگی اپنے رب کا برگزیدہ بندہ بن کر رہنے کا نام ہے۔ اس کا خود پر کنٹرول ختم ہونے کو ہو گیا۔ اور وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگا ملازم سارے اکٹھے ہو گئے تھے۔ وہ رو رو کر سب سے معافی مانگ رہے تھے اور وہ سب حیرت کے مجسمے بنے اسے تک رہے تھے انہیں کچھ بجھائی نہیں دے رہا تھا۔ کہ وہ کیا کریں بس وہ حیرت کے بت بنے سردار حمدن کو دوزانوں بیٹھے دھواں دھار ہاتھ ان کے آگے ہاتھ باندھے روتے ہوئے دیکھ رہے تھے آج انہیں سردار حمدن سے دلی طور پر چاہت ہو چکی تھی۔

نسرین اور اس کے والدین کی گلی سڑی لاشوں کو کنویں سے نکال کر اسلامی طریقے سے غسل دے کر دفن کیا گیا گاؤں میں ہر وہ سہولت جس سے گاؤں والے ہمیشہ محروم تھے سردار حمدن نے انہیں فراہم کی سرکاری سکول وہسپتال تک سردار حمدن نے اپنا سب کچھ غربا میں تقسیم کر دیا تھا۔ سننے میں آیا ہے کہ سردار حمدن آج کل مجذوب کی سی زندگی بسر کر رہا ہے ایک دوست نے تو یہ بھی بتایا تھا کہ سردار حمدن کے بنگلے پر جمعرات وجمعہ اور سوموار والے دن لنگر کا اہتمام ہوتا ہے لوگ دور دراز کے علاقوں سے مدعو کیے جاتے ہیں ہر خاص وعام کو کھلے عام اجازت ہوتی ہے سونے پر سہاگا اس وقت ہوا جب یہ خبر میں قوت سے ٹکرائی کہ سردار حمدن نے اپنا بنگلہ ایک دینی مدرسے کے نام کر دیا ہے آج کل وہاں مسلمان بچے دین کی تعلیم حاصل کرتے ہیں اور اس کے بنگلے کا نام مدرسہ المرسلین رکھا گیا ہے اور خود سردار حمد بھی دوسرے طلبا کی طرح دین کی تعلیم حاصل کر رہا ہے۔

تنہائی کے لمحوں میں کبھی یاد کر کے تو دیکھو اے دوست
آنکھوں سے تیری آنسو نہ چھلک آئیں تو کہنا
اپنوں سے بڑھ کر تجھے چاہا ہے اے دوست
ایسا چاہنے والا تجھے زندگی میں مل بھی جائے تو کہنا
مرتے وقت تو بھی کرتے ہیں یاد لیکن
میرے لبوں پہ تیرا نام نہ آئے تو کہنا
قیامت کے دن بھی میرے دل کو چیر کر دیکھ لینا
میرے دل کے ہر ٹکڑے پہ تیری تصویر
نظر نہ آئے تو کہنا
روز محشر بھی میں تجھ سے دکھوں کا ملنے کی امید
پھر جانتے نہیں تم نعیم کو تو اس دن بھی کہنا

ایم نعیم شہزاد۔ سمندری

خونی تصویر

۔۔۔تحریر: ساجد محمود۔ راتوال۔ فتح جنگ۔0334.0567880

اس بارے میں زیادہ نہیں جانتی ہوں لیکن اتنا جانتی ہوں کہ اس حویلی میں ایک جادوگر آیا تھا وہ کئی دنوں تک یہاں رہا تھا اور اس دوران ہی لوگوں کا قتل ہونے لگا تھا۔ یعنی جادوگر نے ان کو انسانی گوشت کھانے کا عادی بنا دیا تھا ورنہ ایک انسان دوسرے انسان کا گوشت کیسے کھا سکتا ہے میں اس کی بات سن کر سب کچھ سمجھ گیا کہ یہ سب کچھ وہ خوشی سے نہیں کرتے ہیں بلکہ مجبور ہیں ایسا کرنے کے لیے اگر وہ ایسا نہ کریں تو ہو سکتا ہے کہ وہ خود بھی زندہ نہ رہ سکیں۔ ایسی میں نے کئی کہانیاں پڑھ رکھی تھیں اور میں اب اس کی زبانی یہ سب جان کر اطمینان کر بیٹھا تھا کہ یہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے کوئی جن بھوت نہیں بلکہ وہ خود ہی ایسا کرتے ہیں اور وہ سب سے بڑھ کر وہ خود ہی جن بھوت ہیں۔ وہ کہانی سناتے ہوئے رو رہی تھی مجھے اس پر بہت ترس آ رہا تھا ابھی میں نے بہت کچھ پوچھنا تھا اور بہت کچھ جاننا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی میں نے دروازہ کھولا تو حیات آیا تھا اس کے ساتھ وہ گونگا بھی تھا اور کچھ محافظ بھی تھے حیات نے ہمیں دھوکا دیا تھا وہ ان لوگوں کو اپنے ساتھ لے کر آیا تھا۔۔

ایک دلچسپ اور سنسنی خیز کہانی

جب تک رہے گا سینے میں دل تمہیں ہی چاہوں گا صرف تمہیں ہی چاہوں گا۔

میں دھوپ میں بیٹھا ہوا یہ گنگنا رہا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی میں اٹھا اور میں نے دروازہ کھولا تو سامنے میرا دوست جمال کھڑا تھا

ارے جی تم آؤ میں نے دروازہ کھولتے ہوئے آگے سے ہٹ گیا۔

کیا ہو رہا ہے جمال نے اندر اندر داخل ہوتے ہوئے پوچھا۔

کچھ نہیں یار میں نے مختصرا جواب دیا۔ اور جمال صحن میں رکھی چارپائی پر بیٹھ گیا۔ ارے جی تجھے کیا ہوا ہے منہ کیوں پھلا رکھا ہے میں نے اس کے پاس بیٹھ کر پوچھا۔

یار ساجد کل سے دانت میں درد ہے۔ اس کی وجہ سے تمہارا منہ غبارے کی طرح پھولا ہوا ہے میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

یار اس دانت کا درد ٹھیک تو ہو جاتا ہے لیکن چند دن بعد پھر شروع ہو جاتا ہے پچھلی دفعہ بھی ڈاکٹر کو چیک کرایا تھا دانت کو کیڑا لگا ہوا تھا میں نے ڈاکٹر سے کہا بھی کہ اسے نکال دیں لیکن وہ دوائیاں دے کر بولا۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔

خاک ٹھیک ہو جائے گا۔

اب کی بار ڈاکٹر کے پاس جاؤں گا تو نکال کر ہی آؤں گا۔ جمال نے اٹل لہجے میں کہا۔

یار میں بھی دانت نکال سکتا ہوں لیکن میں گارنٹی نہیں دے سکتا کیونکہ میرے ایک کے سے

تیری ساری بتیسی باہر آجاتی ہے میں اسے دیکھتے ہوئے شرارت سے بولا

پھر تو چھوڑ دے جمال بے زاری سے بولا

اچھا دانت دیکھا کیا ہوا ہے دانت کو۔

میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا

یار ساجد کہا ناں دانت کو کیڑا لگا ہوا ہے جمال نے تنگ آ کر کہا۔

اچھا تمہارے دانت میں کیڑا کر کیا رہا ہے۔

ڈسکو ڈانس کر رہا ہے۔ جمال نے منہ کو بچکاتے ہوئے کہا۔

تو نے ماری انٹریاں تو دل میں بجی گھنٹیاں رے ٹن ٹن ۔ٹن ۔ٹن۔ اس گانے پر رنویر کی طرح ڈسکو ڈانس کر رہا ہے۔

میں نے گانا گنگناتے ہوئے پوچھا۔

ابے یار مجھے درد ہو رہا ہے اور تو میرا مذاق اڑا رہا ہے جمال نے غصہ سے کہا۔ !

میرے اڑانے سے اڑ گیا ہے اچھا ابھی پکڑ کر دیتا ہوں میں نے ہاتھ ہوا میں لہراتے ہوئے کہا تو جمال سر پکڑ کر رہ گیا۔ یہ لے اپنا مذاق میں نے بند مٹھی اس کو دکھاتے ہوئے کہا تو اس نے زور سے میری مٹھی پر ہاتھ مارا۔

اچھا بول کس کام کے لیے آیا تھا اور تو نے مجھے کن باتوں میں لگا دیا ہے میں نے سنجیدگی سے کہا۔ یار ایک ہفتے سے بارش ہو رہی ہے آج موسم اچھا ہے دھوپ بھی نکلی ہوئی ہے میں سوچ رہا ہوں جنگل سے جا کر لکڑیاں ہی لے آؤں جمال نے مجھے دیکھ کر کہا۔

تو لے آؤ ناں۔ مجھے کیوں بتا رہے ہو میں نے بے زاری سے کہا۔

تجھے اس لیے بتا رہا ہوں کہ تو بھی چل ناں کون سا تیرے گھر گیس لگی ہوئی ہے جمال نے طنز کرتے ہوئے کہا۔

نہیں یار میں آج نہیں جاؤں گا تو اکیلا ہی چلا جا میں نے منہ بنا کر کہا۔

نہیں تم بھی چلو۔ جمال نے ضدی لہجے میں کہا

پلیز یار آج نہیں۔ میں نے جلدی سے کہا۔

ارے جب تک ہمارے گاؤں میں گیس نہیں آجاتی میرا ان لکڑیوں سے پیچھا نہیں چھوٹنے والا جمال یہ کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

ارے جی تو جنگل سے لکڑیاں لینے گیا تھا یہ کیا اٹھا لایا ہے میں نے جمال سے پوچھا وہ ابھی ابھی آیا تھا۔

یار ساجد جنگل سے لکڑیاں ہی لینے گیا تھا راستے میں سے یہ تصویر ملی تو یہ بھی اٹھا لایا جمال نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

دکھاؤ کیسی تصویر ہے میں نے پوچھا۔

یہ دیکھ کتنی حسین ہے یہ تصویر۔ جمال نے تصویر میرے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ تصویر کافی بڑی تھی تصویر ایک بہت ہی حسین دوشیزہ کی تھی جس کی نیلی نیلی چمکتی ہوئی آنکھیں بے انتہا خوبصورت تھیں وہ ڈری ڈری سی دکھائی دے رہی تھی اس کی نیلی گہری آنکھوں میں خوف ہی خوف تھا۔

ارے یار اتنی خوبصورت لڑکی کی تصویر تجھے کہاں سے مل گئی میں نے تصویر دیکھتے ہوئے کہا۔

جنگل سے ملی ہے پر تو کیوں پوچھ رہا ہے جمال نے مجھے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے

کہا۔

میں سوچ رہا ہوں اتنی حسین لڑکی کی تصویر مجھے ملنی چاہیے تھی پتہ نہیں تجھے کیسے مل گئی۔ میں نے تصویر سے نظریں ہٹا کر جمال کو دیکھتے ہوئے کہا میری بات سن کر جمال نے ایک گہری سانس لی اور کہا۔

مجھے جیلسی کی تو آ رہی ہے تمہاری جرابوں تک سے بو آتی ہے میں نے تو کبھی نہیں بتایا میں نے کندھے اچکا کر کہا۔

اچھا چھوڑو اس تصویر کو چل باہر چلتے ہیں جمال نے اٹھتے ہوئے کہا۔

یار میرا موڈ نہیں ہے۔ میں نے جلدی سے کہا اور تصویر پر نظریں جما دیں۔

یار ساجد یہ تصویر تم رکھ لو پر میرے ساتھ باہر چلو جمال نے تصویر اٹھا کر کرسی پر پھینکتے ہوئے کہا

ابے دیکھنے دے ناں۔ میں سنجیدگی سے بولا۔

اچھا میں ایسا کرتا ہوں یہ تصویر تیرے کمرے کی دیوار کے ساتھ لگا دیتا ہوں پھر دیکھتے رہنا اسے جمال نے کہا اور تصویر اٹھا لی۔

ارے چھوڑ باہر چلتے ہیں میں نے جلدی سے کہا

خاموش۔۔ میں پہلے یہ تصویر لگا لوں پھر چلتے ہیں جمال نے جلدی سے کہا۔ میں نے اسے روکنے کی کوشش نہیں کی کیونکہ میں جانتا تھا کہ اب کچھ بھی ہو جائے وہ تصویر لگا کر ہی رہے گا میں چہرے پر انگلی رکھے یہ گانا گانے لگا۔

ذرا تصویر سے تو نکل کے سامنے آ میری محبوبہ۔ میری محبوبہ۔ میری محبوبہ۔ جمال میری طرف دیکھ کا ہنسا۔ اور میں نے کہا۔

کمال ہے یار تو۔

کمال نہیں جمال ہوں میں جمال نے میری بات کاٹتے ہوئے کہا۔

میں تمہیں کمال نہیں کہہ رہا میں نے منہ بنا کر کہا

اچھا چھوڑ ان بے کار باتوں کو اور جلدی کر میں نے تنگ آ کر کہا۔

تو نے ابھی نہیں کہا ہے کمال ہے۔ یار تو۔ جمال نے تو پر زور دیتے ہوئے کہا اس کی بات پر میں سر ہلا کر رہ گیا۔ یہ لے لگا دی ہے تصویر جمال نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

میں نے تو تجھے نہیں کہا تھا کہ تصویر لگا دے میں اسے دیکھ کر بولا۔

کہا تو نہیں تھا لیکن تو تصویر کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا اس لیے میں نے سوچا تمہارے کمرے میں لگا دوں جمال نے میرے پاس آ کر کہا۔ اچھا چلو باہر چلتے ہیں۔ میں نے بے زاری سے کہا۔

او مجھے یاد آیا آج تو میچ بھی لگے گا جمال نے خوشی سے کہا۔

معلوم ہے۔ میں نے مختصرا کہا۔

عمران نذیر بھی ٹیم میں شامل ہے۔ جمال نے پوچھا۔

ابے عمران نذیر کے بچے چل میں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

کہاں ہے عمران نذیر کے بچے جمال شرارت سے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے بولا۔ تو اس کی اس حرکت پر میں مسکرا دیا۔

دانت کیوں نکال رہے ہو جمال نے سنجیدگی سے کہا۔

دانت نہیں نکال رہا ہوں مسکرا رہا ہوں تیری حرکتوں سے میں نے منہ بسور کر کہا۔

کیوں میں نے کیا کہہ دیا ہے۔ جمال نے

مجھے گھورتے ہوئے کہا

مجھے آنکھیں کیوں دکھا رہے ہو معلوم ہے مجھے کہ تمہاری آنکھیں بہت بڑی ہیں گھور کر دیکھتے ہو۔

تو وہ جو عینک والے جن ڈرامے میں آتا ہے ناں اس کی طرح شکل بن جاتی ہے اور اگر سر پر دو سینگ لگا لو تو امریکہ کے بیلی کا پڑ بن جاؤ میں نے اپنی ہنسی کو کنٹرول کرتے ہوئے کہا۔

اچھا واقعی میں امریکہ کے بیلی کا پٹر کی طرح لگتا ہوں بس بس پتہ ہے تمہاری سینکنگ ہی ایسی ہے خیر مجھے تو چھوڑو تم جب سو رہے ہوتے ہو تو خراٹے ایسے لیتے ہو جیسے انڈیا کا ٹینک آ رہا ہو جمال نے ہنستے ہوئے کہا۔

یار کبھی تو سنجیدہ ہو جایا کرو ہر وقت مذاق تمہارے سر پہ سوار ہوتا ہے میں اسے دیکھ کر بولا۔

ابھی سر سے اتارتا ہوں مذاق کو جمال نے کہا اور سر پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

چل میں نے کہا اور جمال کو بازو سے پکڑ کر باہر لے آیا۔

میں گہری نیند سے ہڑ بڑا کر بیدار ہوا اور سیدھا اٹھ کر بیٹھ گیا میرا سانس اتنی تیزی سے چل رہا تھا گویا میں میلوں سے دوڑتا ہوا آیا ہوں۔ آنکھوں میں عجیب سی وحشت تھی چند لمحے مجھے سانس کی بے ہنگم رفتار کو قابو کرنے میں لگے تھے مگر میرے چہرے اور آنکھوں میں چھائی ہوئی وحشت و بے چینی کسی طور پر بھی کم نہ ہوئی تھی میں اٹھا اور کھڑکی کے پٹ کھول کر کتنی دیر تک گہرے گہرے سانس لیتا رہا لیکن دل کی وحشت تھی کہ کم ہونے کا نام ہی نہیں رہی تھی بے قراری اور بے چینی بڑھتی ہوئی ہی جا رہی تھی ایسا لگ رہا تھا میرے ساتھ ایسا کیوں ہو رہا تھا یہ میں نہیں جانتا تھا میں نے کوئی برا سپنا بھی نہیں دیکھا تھا پھر میں بھی نجانے کیوں میری ایسی حالت ہو رہی تھی یہ سب آج میرے ساتھ پہلی دفعہ ہو رہا تھا دل کو جب کچھ سکون ملا تو کھڑکی بند کر کے بیڈ پر آ بیٹھا۔ سامنے دیوار پر لگی ہوئی حسینہ کی تصویر پر نظر پڑی تو جمال کی یاد آ گئی کیونکہ اس نے ہی تصویر دیوار پر لگائی تھی میرے قدم خود بخود تصویر کی طرف اٹھنے لگے میں دیوار کے پاس پہنچا اور تصویر کو غور سے دیکھنے لگا۔ تصویر پر بنی حسینہ کی نیلی گہری آنکھیں مجھے بے انتہا خوبصورت لگیں اچانک ہی میں ڈر کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا کیونکہ اس تصویر والی حسینہ نے آنکھیں جھپکائی تھیں۔

یہ۔ یہ۔ نہیں ہو سکتا تھا۔ مجھے وہم ہو گیا ہے۔ میں نے خوفزدہ ہو کر سوچا اور دوبارہ تصویر کو گہری نظروں سے دیکھنے لگا اس بار پھر مجھے احساس ہوا جیسے تصویر والی لڑکی نے آنکھیں جھپکائی ہیں لگتا ہے میں گہری نیند سے بیدار ہوا ہوں اس لیے سب کچھ الٹ ہو رہا ہے۔

مجھے بار بار ایسا لگ رہا تھا کہ وہ تصویر والی لڑکی آنکھیں جھپکا رہی ہے میں نے آنکھیں رگڑ ڈالیں لیکن اس بار تو حد ہی ہو گئی جیسے ہی اس لڑکی نے آنکھیں جھپکائیں تو اس کی آنکھوں سے خون بہنے لگا خوف سے میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا بدن ایسے کانپنے لگا جیسے میں سخت بخار میں مبتلا ہوں یہ منظر میرے لیے بہت ہی عجیب و غریب اور خوفناک تھا کہیں میں خواب تو نہیں دیکھ رہا ہوں میں نے سوچا اور اپنی درمیان والی انگلی کو دانتوں تلے دبا کر دیکھا تو مجھے درد کا احساس ہوا۔

نہیں یہ خواب نہیں ہو سکتا میں نے ڈرے

ڈرے سہمے لہجے میں سوچا فرش پر نظر پڑی تو میرے رونگھٹے کھڑے ہو گئے۔ تصویر والی لڑکی کی آنکھوں سے نکلنے والا خون فرش کو سرخ کر رہا تھا اچانک ہی مجھے چکر آیا اور میں فرش پر گر کر بے ہوش ہو گیا صبح جب آنکھ کھلی تو خود کو بیڈ پر پایا۔ ہوش آتے ہی میں بھاگتے ہوئے تصویر کے پاس پہنچا تصویر بالکل ساکت تھی تصویر والی لڑکی کی نیلی آنکھیں بالکل صاف دکھائی دے رہی تھیں تصویر پر خون کا نام ونشان تک نہیں تھا میں نے حیرانگی کے عالم میں فرش کو دیکھا لیکن فرش پر بھی خون کا ایک قطرہ بھی نہیں تھا۔ میں حیرت سے کبھی تصویر کو اور کبھی فرش کو دیکھ رہا تھا میں نے دروازے کی طرف دیکھا دروزاہ ویسا ہی بند کر دیا تھا جیسا میں رات کو سونے سے پہلے کیا تھا ۔نہیں نہیں یہ حقیقت نہیں ہے لگتا ہے میں نے خواب دیکھا تھا اگر یہ خواب نہیں تھا تو وہ خون کہاں گیا جو تصویر سے بہہ رہا تھا اب تو تصویر بالکل صاف دکھائی دے رہی تھی اور فرش پر بھی خون کا ایک قطرہ بھی نہیں ہے اور ویسے بھی تو اگر یہ حقیقت ہوتی تو میں فرش پر گرا ہوتا کیونکہ میں تو بے ہوش ہو کر فرش پر گرا تھا نہیں یہ حقیقت نہیں ہے میں نے خواب دیکھا ہے میں نے تصویر دیکھتے ہوئے سوچا لیکن دل یہ ماننے کو تیار نہیں تھا میری چھٹی حس بار بار مجھے کسی بڑے خطرے سے آگاہ کر رہی تھی ۔اچانک ہی دروازے پر دستک ہوئی میں ڈر سا گیا

ساجد بھائی اٹھ جائیں صبح ہو گئی ہے میری بہن کی آواز سنائی دی میں نے ایک گہری سانس لی اور مسکرا دیا۔

یار جی اس سے پہلے میں نے اتنا بھیانک خواب کبھی بھی نہیں دیکھا میں نے سنجیدگی سے کہا میں ابھی اس کے گھر آیا تھا اور رات کو آنے والا خواب بھی اسے سنا دیا۔ وہ اب خاموش بیٹھا مجھے گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

کیا سوچ رہا ہے یار۔۔ میں نے پوچھا۔

میں سوچ رہا ہوں کہ اس سے پہلے تو تجھے کترینہ اور ایشوریا رائے کے خواب آتے تھے آج اس تصویر والی لڑکی کا خواب کیسے آ گیا۔ او۔ یاد آیا کل تو اس لڑکی کی تصویر کو گھور گھور کر دیکھ رہا تھا ناں تمہارا دیکھنا اسے پسند نہیں آیا ہو گا اس لیے خواب میں آ کر ڈرایا ہو گا کہ آئندہ مجھے نہ دیکھنا جمال نے ہنسی کو چھپاتے ہوئے کہا۔

یار جی تو ہر بات کو مذاق میں اڑا دیتا ہے تجھ سے تو بات کرنا ہی فضول ہے کبھی تو سیریس ہو جایا کرو میں غصے سے بولا۔

ارے یار خواب تو خواب ہوتا ہے تو ٹینشن نہ لے خواب کبھی حقیقت نہیں ہوتے جمال سر ہلاتے ہوئے بولا۔

یار دل نہیں مانتا۔ کہ یہ خواب تھا مجھے تو ایسا لگ رہا تھا کہ میں رات کو حقیقت میں اٹھا تھا میں پریشانی سے بولا۔

یار ایویں پریشان ہو رہا ہے تجھے وہم ہو گیا ہے ایسا کر اس تصویر کو اتار کر باہر پھینک دے جمال نے مجھے دلاسہ دیتے ہوئے کہا۔

یار جی ٹھیک کہتا ہے تو باہر پھینک دیتا ہوں میں تصویر کو نجانے کیوں مجھے اس تصویر سے خوف آنے لگا تھا میں نے سنجیدگی سے کہا میرے چہرے پر اداسی سی چھائی تھی۔

او یار صبح ٹی وی دیکھا تھا جمال نے سر پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

نہیں تو بٹ تم کیوں پوچھ رہے ہو میں نے حیرت سے پوچھا۔

یار ٹی وی میں آ رہا تھا جمال خوشی سے بولا

-

تو اور ٹی وی میں ۔ میں طنز کرتے ہوئے کہا۔

کیوں میں ٹی وی میں نہیں آ سکتا ہوں جمال نے جلدی سے کہا۔

نہیں میں نے سر ہلا کر کہا۔

یار میں سچ کہہ رہا ہوں اور جب میں نے ٹی وی میں دیکھا تو واقعی میں ٹی وی میں آ رہا تھا جمال نے مسکراتے ہوئے کہا۔

سچ یار میں حیرت سے بولا۔

ہاں سچ کہہ رہا ہوں پر ٹی وی بند تھا جمال نے منہ بنا کر کہا تو میں مسکرا دیا۔

شکر ہے تمہارے چہرے پر بھی مسکراہٹ تو لوٹی جمال نے دل پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

میں رات کا کھانا کھانے کے بعد کمرے میں گیا تو حیرت اور ڈر سے میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں خوف سے میرا دل تیزی سے چلنے لگا میرے کمرے میں ہر طرف خون ہی خون تھا ایسا لگ رہا تھا جیسے کسی نے جانور کو میرے کمرے میں ذبح کیا ہے میں آنکھیں پھاڑے اس خوفناک منظر کو دیکھ رہا تھا فرش پر مجھے کسی کے پاؤں کے نشان دکھائی دیئے پاؤں کے سرخ خون میں ڈوبے نشان میرے کمرے میں بنے باتھ روم کی طرف جا رہے تھے میں ڈرتے ڈرتے کانپتے بدن کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا اور آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا باتھ روم کی طرف جانے لگا۔ میں باتھ روم کے دروازے کے پاس پہنچا اور دھڑکتے دل کے ساتھ آہستہ سے دروازہ کھولا ۔تو بے اختیار میرے منہ سے چیخ نکل گئی کیونکہ باتھ روم میں تصویر والی لڑکی کی خون کی لت پت گلہ کٹی لاش پڑی ہوئی تھی اس کی نیلی آنکھیں خوف سے کھلی ہوئی تھیں چہرے پر خون کے چھینٹے پڑے ہوئے تھے ایسا لگ رہا تھا جیسے اسے کسی نے بے دردی سے گلہ کاٹ کر مارا ہو میں نے ایک چیخ ماری اور بھاگتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گیا میرے امی ابو اور بھائی بھاگتے ہوئے میری طرف ہی آ رہے تھے مجھے خوفزدہ انداز میں بھاگتے ہوئے دیکھ کر سب کے چہرے پریشان ہو گئے۔

کیا ہوا۔ بھائی نے جلدی سے پوچھا۔

بب ۔ بب بھائی ۔ بھائی خو۔خون ۔ خون لاش ۔ لاش میں نے کانپتے ہوئے کہا۔

کس کا خون کس کی لاش بھائی نے حیرانگی سے پوچھا ۔ امی ابو اور بھائی میری یہ حالت دیکھ کر ڈر سے گئے۔

میرے کمرے میں خون ۔۔ میں نے کمرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ بھائی بھاگتے ہوئے میرے کمرے میں گئے تھوڑی دیر بعد جب وہ کمرے سے باہر نکلے تو ان کے چہرے پر غصہ تھا۔

میں نے اسے قتل نہیں کیا میں نہیں جانتا ہوں کہ وہ کون ہے ۔۔ میں نے بھائی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

بیٹا کون ہے اندر امی نے بھائی سے پوچھا ۔

کوئی بھی نہیں ہے کمرے میں اس کے کمپیوٹر پر خوفناک فلم لگی ہوئی ہے جس میں کسی آدمی کو قتل کیا جا رہا ہے کتنی دفعہ اسے منع کیا ہے کہ ایسی فلمیں نہ دیکھا کرو پر مجال ہے کہ میری سن لے بھائی نے غصے سے کہا۔

نہیں نہیں بھائی میرے کمرے میں ایک لڑکی کی لاش ہے میں نے ڈرتے ڈرتے ہوئے کہا۔

جاؤ اپنے کمرے میں۔ بھائی نے غصہ سے کہا۔

میں اپنے کمرے میں نہیں جاؤں گا۔ میں اج آپ کے ساتھ آپ کے کمرے میں سوؤں گا میں نے انکار کرتے ہوئے کہا۔

اچھا ٹھیک ہے جاؤ میرے کمرے میں ہی جا کر سو جاؤ۔ میں تمہارے کمپیوٹر کو آف کر کے آتا ہوں۔ بھائی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ امی اور ابو مجھے غصہ سے گھورتے ہوئے چلے گئے وہ بھی سمجھ رہے تھے کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں اور میں کمپیوٹر پر کوئی ڈراؤنی فلم دیکھی ہے جس میں کسی آدمی کو قتل کیا جا رہا ہے۔ جس کی وجہ سے میں ڈر گیا ہوں لیکن ایسا کچھ بھی نہیں تھا میں کوئی بچہ نہیں تھا کہ فلم دیکھ کر ڈر جاؤں میں نے جاگتی ہوئی آنکھوں سے دیکھا تھا یہ منظر وہ آنکھوں کا دھوکہ نہیں ہوسکتا تھا وہ خون میں لت پت لاش۔ ایک دم سے کہاں غائب ہوئی۔ میں نے تو کمپیوٹر بھی اان نہ کیا پھر کمپیوٹر کیسے آن ہو گیا۔ میں خوفزدہ لہجے میں سوچتا ہوا بھائی کے کمرے میں آ گیا نیند آج مجھے بالکل بھی نہیں آ رہی تھی خون میں لت پت اس تصویر والی لڑکی کی لاش اور کمرے میں ہر طرف پھیلا ہوا خون بار بار میری آنکھوں کے سامنے آ رہا تھا یہ پتہ نہیں جمی کس بلا کی تصویر اٹھا لایا ہے یہ تصویر والی بلا تو اب میرا پیچھا ہی نہیں چھوڑ رہی ہے وہ کون سی منحوس گھڑی تھی جب جمال کو یہ تصویر ملی تھی لگتا ہے بہت بڑی گڑبڑ ہے یہ مصیبت اب میرے گلے سے کیسے اترے گی کاش میں یہ تصویر جمال کو اپنے کمرے میں نہ لگانے دیتا۔ کاش میں نے اس تصویر کو اٹھا کر باہر پھینک دیا ہوتا میں خود کو کوس رہا تھا یہ تصویر والی خونی بلا جمال ہی کی وجہ سے میرے گلے پڑی ہے صبح جمال سے بات کروں گا کہوں گا کہ جیسے تم نے یہ تصویر لگائی تھی ویسے ہی اتار کر لے جاؤں گا میں تو اب اس تصویر کو ہاتھ تک نہیں لگاؤں گا پتہ نہیں یہ خوف تصویر کس کی ہے اور یہ لڑکی میرے پیچھے ہی کیوں پڑ گئی ہے میں نے تو آج تک کسی کا کچھ بھی نہیں بگاڑا پھر پتہ نہیں یہ میرے گلے کیوں پڑ گئی ہے میں صبح ہی اس کا کچھ کرتا ہوں میں لیٹے لیٹے خوفزدہ لہجے میں سوچ رہا تھا۔

صبح ہوتے ہی میں ناشتہ کر کے جمال کے گھر پہنچ گیا۔

یار جمی یہ تو کس بلا کی تصویر میرے کمرے میں لگا آیا ہے۔ میں پریشانی سے بولا۔

کیا مطلب۔ وہ حیرت سے بولا۔

جمی کل میں تمہیں بتا تا رہا کہ میرے ساتھ جو بیتا ہے وہ خواب نہیں ہے میں نے آج رات بہت ہی بھیانک منظر دیکھا ہے جب رات کا کھانا کھا کر اپنے کمرے میں گیا تو ہر طرف خون ہی خون تھا اور میرے باتھ روم میں اس لڑکی کی گلی کٹی لاش پڑی ہوئی تھی میں بھاگتا ہوا باہر آیا اور بھائی کو بتایا بھائی جب کمرے میں گئے تو وہاں کچھ بھی نہیں تھا نہ خون اور نہ ہی لاش۔ بھائی کمرے سے واپس آئے تو انہوں نے مجھے بتایا کہ میرے کمرے میں کمپیوٹر پر کوئی خوفناک فلم لگی ہوئی تھی جبکہ میں نے کمپیوٹر آن ہی نہیں کیا تھا میں خوفزدہ لہجے میں بولتا چلا گیا۔

کیا۔ جمال حیرت سے چیخا۔

یار جمی میں سچ کہہ رہا ہوں مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آ رہا ہے کیا کروں گھر والے تو میری بات پر یقین کرنے کو تیار ہی نہیں ہیں میں مایوسی سے بولا۔

یار ساجد مجھے بھی وہ تصویر بہت پراسرار سی

تکی میں جنگل سے جب وہ تصویر اٹھا کر گھر لایا تھا تو اسے غور سے دیکھنے لگا اچانک ہی مجھے ایسا لگا کہ جیسے وہ تصویر والی لڑکی مسکرائی ہو میں ڈر گیا اور پھر اسے اپنا وہم سمجھا اور خوف پر قابو پا کر میں اس تصویر کو پھینکنے لگا کہ مجھے خیال آیا کہ کیوں نہ تمہیں بھی یہ تصویر دکھاؤں پھر پھینک دوں گا اور پھر مذاق میں تمہارے کمرے میں وہ تصویر لگا دی مجھے کیا پتہ تھا کہ یہ خونی تصویر ہے اور اس تصویر کی وجہ سے تمہاری زندگی اجیرن بن جائے گی جمال پریشانی سے بولا۔

اب کیا کریں مجھے نہیں لگتا کہ اگر ہم اس تصویر کو باہر پھینک دیں اور وہ لڑکی ہمارا پیچھا چھوڑ دے یہ ناممکن ہے ہمیں کچھ کرنا ہوگا کسی کی مدد لینا ہوگی میں پریشانی سے بولا۔

ہاں یار تو ٹھیک کہتا ہے میرے چچا کے پاس چلتے ہیں تو انہیں جانتا ہے ناں ان کے قبضے میں جن ہیں وہ اس مسئلے میں ہماری مدد کر سکتے ہیں جمال جلدی سے بولا۔

ہاں یار چلو ابھی ان کے پاس چلتے ہیں میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ تو جمی بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ جمال کے چاچا بھی اسی گاؤں میں رہتے ہیں اگلے دس منٹ میں ہم ان کے گھر میں ان کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے جمال نے ان کو ساری حقیقت تفصیل سے بتائی ساری بات سن کر جمال کے چاچا اٹھ کر اپنے کمرے میں چلے گئے اور ہمیں یہاں ہی بیٹھے رہنے کو کہا تھوڑی دیر بعد جب وہ باہر آئے تو ان کی آنکھیں سرخ تھیں بیٹا مری ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا راستے میں پڑی ہوئی چیزیں گھر اٹھا کر نہیں لاتے جاؤ اس تصویر کو جلا دو سب ٹھیک ہو جائے گا جمال کے چچا ہمارے پاس بیٹھ کر بولے۔

مگر چچا وہ تصویر کس کی ہے اور یہ سب کیوں ہو رہا ہے جمال نے پوچھا۔ آپ ہمیں اس خونی تصویر کے بارے میں کچھ بتائیں میں نے ان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

بیٹا۔ تم اس خونی تصویر کے بارے میں نہ پوچھو

مگر کیوں میں ان کی بات کاٹ کر بولا۔

بیٹا میں اس خونی تصویر کی حقیقت تم دونوں کو نہیں بتا سکتا جاؤ اور جلدی سے اس خونی تصویر وجلا دو جمال کے چاچا نے اٹھ کر چلتے ہوئے کہا۔ اور جمال بھی اٹھے اور گھر آ گئے۔

یار جلدی سے یہ تصویر اتار کر مجھے دو میں نے کمرے میں آتے ہی جمال سے کہا۔

اچھا یار میں ابھی تصویر اتار دیتا ہوں جمال نے کہا اور تصویر اتارنے لگا۔

یہ لے یار جمال نے تصویر مجھے دیتے ہوئے کہا میں نے جلدی سے اس کے ہاتھ سے تصویر لی اور اسے آگ لگا دی جیسے ہی اس تصویر کو آگ لگی اس تصویر والی لڑکی کی چیخیں وہاں گونجنے لگیں میں اور جمال خوفزدہ نظروں سے اس خونی تصویر کو جلتے ہوئے دیکھ رہے تھے تھوڑی دیر بعد سب ٹھیک ہو گیا تصویر جل کر خاک ہو گئی اور اس لڑکی کی چیخ و پکار بھی ختم ہو گئی شکر ہے اس خونی تصویر سے جان تو چھوٹی میری میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

اب پھر ذرا تصویر سے تو نکل کر سامنے تو آ میری محبوبہ۔ میری محبوبہ جمال نے طنز کرتے ہوئے کہا تو میں مسکرا دیا۔

اس واقعہ کو دو ماہ بیت گئے ہیں لیکن میں اس خونی تصویر کو آج تک نہیں بھول پایا ہوں اس خونی تصویر کی حقیقت کیا تھی یہ ایک معمہ بن گیا ہے جمال کے چچا نے آج تک اس تصویر کی

حقیقت نہیں بتائی جمال نے کئی بار ان سے پوچھا۔ لیکن انہوں نے نہیں بتائی بہرحال شکر ہے اس خونی تصویر سے میری جان چھوٹ گئی اس رات اس تصویر والی لڑکی کی آنکھوں سے بہتا خون اور اس لڑکی کی گلی سڑی لاش میں آج تک نہیں بھول پایا ہوں۔

قارئین کرام کیسی لگی میری کہانی اپنی قیمتی رائے سے مجھے ضرور نوازیے گا میں انتظار کروں گا میری بہن بھی خوفناک ڈائجسٹ کی رائٹر ہے میں کافی عرصہ سے خوفناک پڑھتا آرہا ہوں لیکن کبھی لکھا نہیں اپنی بہن کو سٹوریاں لکھتا ہوا دیکھ کر مجھ میں بھی سٹوری لکھنے کا جنون پیدا ہوا اور پھر میں نے یہ سٹوری لکھ دی اگر آپ کو پسند آئی تو مزید لکھوں گا ورنہ یہ میری پہلی اور آخری سٹوری ہے۔

سامنے تم صنم کو بٹھا کر پیو
اور نظر سے نظر ملا کر پیو
جب چھلکتے ہیں جام لے کر دلبر کا نام
تو رنگین ہوتی ہے اور شام
جب جوانی پہ ہو مئے کشی کا یہ دور
مزا عاشقی کا آتا ہے اور
اور اس دور میں سب بھلا کر پیو
جب پیو گے کبھی جیسے کہتے ہم
تو مٹ جائیں گے سارے درد اور غم
جب بہک جائیں گے حد سے زیادہ قدم
تو سنبھالے گا تم کو تمہارا صنم
ڈر ہے کس بات کا سر اٹھا کر پیو
لیکن ساگر کی طرح کبھی نہ پیو

رانا انس اکرام ساگر۔ داکرہ وین پناہ

نظم

دل والے کعبے وچ تیری تصویر نی
رب دی سونہہ کڈی سوہنی میری تقدیر نی
پیار محبت باجھوں رب وی نہیں مل دا
دل والے باغے وچ پھل وی کھِل دا
توں ہے جند جان میری توں ہے جاگیر نی
رب دی سونہہ کڈی سوہنی میری تقدیر نی
تیری زلف دا قیدی میں نہ پا زنجیر نی
رب دی سونہہ کڈی سوہنی میری تقدیر نی
ڈلھ ڈلھ پیندی تیرے روپ دی بہار نی
نخرے اٹھاواں تیرے لئے ہزار نی
رانجھا تیرے پیار وچ ہو گیا فقیر نی
رب دی سونہہ کڈی سوہنی میری تقدیر نی

عارف چوہدری۔ نارووال

غزل

اپنے ہاتھوں سے کہیں میرا نام لکھ دینا
تم دعا مت مانگنا صرف دعا لکھ دینا
اس قدر زمانے نے کر دیا بدنام مجھ کو
زندہ رہوں تو جینے کی سزا لکھ دینا
میں روٹھے ہوئے یار کو مناؤں کیسے
روٹھنے والے یہ میری خطا لکھ دینا
جدا ہوا کر تجھ سے جی لوں گا راشدہ
اپنی مخملی ہاتھوں سے اپنی اک ادا لکھ دینا
تو کہتی تھی کہ تیرے بن جی نہ سکوں گی
اکیلے کیسے جی رہے ہو ذرا لکھ دینا
کر کے دیوانہ مجھ کو جا رہی ہو کہاں
کیسے تھی پیار کی ابتداء لکھ دینا

حاجی غلام حسین۔ ملتان

سیاہ ہیولہ

--- قلم قم نشاد۔ رتووال۔ فتح جنگ --- قسط نمبر ۳

ایک دن میں اور تا شیل سبز گھاس پر بیٹھ کر باتیں کر رہے تھے کہ میں نے کہا۔ تا شیل میں آج بہت خوش ہوں ایسا لگتا ہے کہ جیسے دنیا و جہاں کی تمام خوشیاں میری جھولی میں بھر دی گئی ہوں آئی لو یو سوچ تا شیل میں نے کہا اور بے اختیار اس کے گلے لگ گئی۔ خوشی سے میری آنکھوں میں آنسو آ گئے آنکل میری جان تمہاری آنکھوں میں آنسو تا شیل نے تڑپتے ہوئے کہا۔ یہ تو خوشی کے آنسو ہیں پلیز انہیں بہنے دو تم میرے ہو یہ سوچ کر بھی مجھے بہت خوشی ہوتی ہے میں نے اس سے الگ ہو کر مسکراتے ہوئے کہا۔ آنکل میں تمہاری آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا ہوں تمہارے آنسو میرے دل پر تیزاب بن کر گرتے ہیں تا شیل نے ابھی اتنا ہی کہا تھا۔ کہ وہاں سوہانی نمودار ہوئی وہ بہت غصہ میں دکھائی دے رہی تھی غصے سے وہ کانپ رہی تھی آج میں زندگی میں پہلی بار اسے اتنے غصہ میں دیکھ رہی تھی اس کی غیر ہوئی حالت دیکھ کر میں اور تا شیل ڈر سے گئے۔ سو۔۔۔ سوہانی۔ تم یہاں میں نے حیران ہو کر کہا۔ پرچی تم نے اچھا نہیں کیا اس لڑکے سے شادی کر کے تم اس کی خاطر مسلمان ہو گئی اور ہمیں چھوڑ دیا۔ تم نے اس سے شادی کر کے مجھے اپنا دشمن بنا لیا ہے میں تو اس دن ہی تمہاری دشمن بن گئی تھی جس دن میں نے تمہارے منہ سے سنا تھا کہ تم مسلمان ہو گئی ہو میں نے تمہیں کہا بھی تھا کہ تم اپنے مذہب پر واپس آ جاؤ اور اسلام کو چھوڑ دو لیکن تم نے میری بات کو رد کر دیا آج میں تمہیں ایسی سزا دوں گی کہ تم ساری زندگی یاد رکھو گی وہ غصہ میں بولے جا رہی تھی پرچی آج میں تمہیں بتاؤں گی کہ دوست سے دشمنی کیسے کی جاتی ہے اتنا کہہ کر اس نے تا شیل پر حملہ کر دیا اس کے ہاتھ میں خنجر تھا جو اس نے کمرے کے پیچھے چھپا رکھا تھا تا شیل اس کے حملے کے لیے بالکل بھی تیار نہ تھا سوہانی نے ایک ہی لمحے میں خنجر تا شیل کے سینے میں اتار دیا میں نے سوہانی کو بالوں سے پکڑ کر تا شیل سے دور کیا لیکن تب تک بہت دیر ہو چکی تھی تا شیل خون میں لت پت زندگی کی آخری سانسیں لے رہا تھا۔ تا۔۔۔ تا شیل۔۔۔ میں نے کہا اور اس کی طرف بڑھی تا شیل یہ سب کیا ہو گیا ہے تم مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتے ہو اگر تمہیں کچھ ہو گیا تو میں خود کو مٹا دوں گی۔ تمہارے بغیر جینے کا میں تصور بھی نہیں کر سکتی ہوں میں نے روتے ہوئے کہا۔ نہیں میری جان میں تمہیں چھوڑ کر نہیں جا رہا ہوں میں تو تمہارے دل میں ہمیشہ زندہ رہوں گا میری محبت تمہارے دل میں زندہ رہے گی میرے جانے کے بعد تم نے خود کو کوئی نقصان نہیں پہنچانا ہے تم میری خاطر زندہ رہو گی میری محبت کی خاطر تم نے جینا ہو گا تم مجھ سے وعدہ کرو کہ تم اپنے آپ کو کوئی بھی نقصان نہیں پہنچاؤ گی نہ بلکہ تم روزانہ میری قبر پر دیا جلاؤ گی وعدہ کرو کہ میری جان وہ ہاتھ کو پکڑ کر بولا۔ تا شیل میں تمہارے بغیر نہیں جی سکتی ہوں میں رو دی۔۔۔ ایک خوفناک اور سنسنی خیز کہانی۔

مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا یہ کوئی کھائی نہیں تھی ہر طرف رنگ برنگے پھول تھے پھل دار درخت قطاروں کی صورت میں لگے ہوئے تھے مجھے یہ سب اپنی آنکھوں کا دھوکہ لگ رہا تھا میں نے اپنی آنکھوں

کو گرگرا ڈالا۔ لیکن اس منظر میں ذرا بھی تبدیلی نہیں آئی تھی میں آنکھیں پھاڑے قدرت کے اس عجیب منظر کو دیکھ رہا تھا میرے قدم خود بخود آگے بڑھنے لگے میرے ساتھ کیا بیت چکا تھا میں اس لمحے کو بھول چکا تھا میں اپنی ہی مستی میں گم آگے ہی آگے بڑھ رہا تھا اچانک ہی وہاں کسی لڑکی کی آواز سنائی دی میرے آگے بڑھنے والے قدم خود بخود رک گئے میرا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ میں یہاں تک کیسے پہنچا اور ابھی کچھ دیر پہلے میرے ساتھ کیا بیتا تھا سب کچھ یکدم سے میرے دماغ میں آ گیا۔ میں نے ڈری ڈری سی نظروں سے ادھر ادھر دیکھا مجھے کچھ دور ایک لڑکی دکھائی دی وہ ایک قبر کے پاس بیٹھی ہوئی تھی اس کی ہلکی ہلکی آواز مجھے سنائی دے رہی تھی لیکن وہ کیا کہہ رہی تھی یہ مجھے سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ یہ کون ہے اور یہاں اکیلی کیا کر رہی ہے ابھی کچھ دیر میں سورج بھی ڈوبنے والا ہے اور یہ اکیلی یہاں میرے دماغ میں طرح طرح کی سوچیں ابھرنے لگیں ہو سکتا ہے اس کا یہاں نزدیک ہی گھر ہو مجھے جا کر اس سے پوچھنا چاہیے ہو سکتا ہے مجھے یہاں رات گزارنے کے لیے جگہ مل جائے یہ سوچ کر میں آگے بڑھنے لگا اس لڑکی سے کچھ فاصلے پر جا کر میں رک گیا وہ قبر پر سر رکھے سسکیاں لے کر رو رہی تھی تا شیل تم میرا ساتھ چھوڑ کر چلے گئے دیکھو ناں میں کتنی اکیلی ہوں تمہارے بنا بہت مشکل سے جی رہی ہوں ایک ایک لمحہ صدیوں کے برابر لگتا ہے تا شیل دیکھو تم مجھ سے ناراض نہیں ہونا۔ تمہیں میری آنکھوں میں آنسو اچھے نہیں لگتے تھے لیکن میں کیا کروں میرا آنسوؤں پر اختیار نہیں ہے میں انہیں بہنے سے روک نہیں سکتی وہ قبر پر سر رکھے بولے جا رہی تھی میں اس کے پیچھے کھڑا خاموشی سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔

زندگی تیرے بن ادھوری ہے
نجانے کیوں تیرے میرے بیچ یہ دوری ہے
سوچتی ہوں کبھی خود کو مٹا دوں
پر تمہارے ساتھ کیا وعدہ نبھانا بھی ضروری ہے

وہ دنیا و جہاں سے بے خبر قبر پر سر رکھے شعر پڑھ رہی تھی اس کی آواز میں ایک درد تھا جو میں نے محسوس کیا تھا اچانک ہی اسے میری موجودگی کا احساس ہوا اس نے جلدی سے سر اٹھایا اور پیچھے مڑ کر میری طرف دیکھا۔ وہ بہت ہی حسین تھی اس کا سارا چہرہ آنسوؤں سے بھیگا ہوا تھا اس کی خوبصورت آنکھیں رونے سے سرخ ہو چکی تھیں۔

کون ہو تم۔۔ اس نے سختی سے پوچھا۔

میں مسافر ہوں۔ میں نے جلدی سے جواب دیا۔

تمہیں یہاں نہیں آنا چاہیے تھا وہ اٹھتے ہوئے بولی۔

کیا مطلب۔ میں حیران ہو کر بولا۔ اس نے مجھے گہری نظروں سے دیکھا۔

کہاں جانا ہے آپ کو وہ میری طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ اس کی اس بات نے مجھے پریشان کر دیا۔

میں نے کہاں جانا تھا میں خود بھی نہیں جانتا تھا بحر حال کہا۔

کیا مجھے یہاں ایک رات گزارنے کے لیے جگہ مل سکتی ہے میں نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

ہاں مل سکتی ہے۔ لیکن صرف ایک رات کے لیے صبح ہوتے ہی آپ کو یہاں سے جانا ہوگا۔ اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

ٹھیک ہے میں نے مختصراً کہا میری بات سن کر اس نے ایک نظر قبر پر ڈالی اور بعد میں ایک طرف چلنے لگی میں بھی اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگا تھوڑی دیر چلنے کے بعد مجھے وہاں ایک مکان دکھائی دیا یہ مکان اس قبر سے تھوڑا ہی دور تھا۔

آپ یہاں ایک رات کے لیے رہ سکتے ہیں اس نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

آپ یہاں اکیلی رہتی ہیں۔ میں نے پوچھا۔ میری بات سن کر اس نے ایک نظر مجھے دیکھا اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی اور بولی۔

نہیں میں یہاں اکیلی نہیں رہتی تانیل بھی میرے ساتھ رہتا ہے وہ مسکرا کر بولی۔

تانیل کہاں ہے مجھے تو دکھائی نہیں دے رہا ہے وہ کہیں گیا ہوا ہے کیا۔ میں نے کمرے کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

نہیں وہ یہاں ہی موجود ہے۔ وہ کہیں نہیں جاتا وہ دیکھو وہاں ہے تانیل اس نے باہر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

کہاں ہے مجھے تو دکھائی نہیں دے رہا ہے میں نے باہر دیکھتے ہوئے کہا۔

وہ جو سامنے قبر ہے نا وہاں ہے میرا تانیل وہ اداسی سے بولی۔

اوہ۔ تو وہ تانیل کی قبر ہے میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

ہوں۔ اس نے سر ہلایا۔

میں نے اسے گہری نظروں سے دیکھا اس کا خوبصورت چہرہ مرجھایا ہوا تھا اس کی آنکھوں میں اب بھی آنسو تیر رہے تھے اس کی آنکھیں بتا رہی تھیں کہ اس کے دل میں ایک بہت بڑا دکھ چھپا ہوا ہے۔ جسے وہ ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن وہ مجھے ایسے دیکھ رہی تھی جیسے مجھ میں اس نے کچھ دیکھ لیا ہو۔

آپ کی آنکھیں بتا رہی ہیں کہ آپ کے دل میں ایک بہت بڑا دکھ چھپا ہوا ہے مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ آپ کے ساتھ کوئی بہت بڑا واقعہ بیتا ہوا ہے۔ اس نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

نہیں نہیں ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ میں نے اس سے نظریں چراتے ہوئے کہا۔

مجھے تو ایسا ہی لگتا ہے کہ آپ کچھ چھپا رہے ہیں۔ اگر آپ مجھے نہیں بتانا چاہتے تو نہ بتائیں میں آپ کو مجبور نہیں کروں گی۔

واقعی آپ ٹھیک سمجھیں۔ میں آپ سے بہت کچھ چھپا رہا ہوں دراصل کل رات میں اپنے دوستوں کے ساتھ جنگل میں شکار کرنے آیا تھا جنگل بہت ہی پراسرار تھا اور خوفناک بھی۔ اس جنگل کے بارے میں ہم نے کافی باتیں سن رکھی تھیں کہ اس جنگل میں بھٹکتی ہوئی بدروحیں رہتی ہیں لیکن میں اور میرے دوستوں نے اس بات کو جھوٹ سمجھا اور اس جنگل میں آ گئے واقعی آپ لوگوں کی باتیں ٹھیک تھیں میں نے کئی بدروحوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ان کی شکلیں بہت ہی خوفناک تھیں میرے پانچ دوست تھے وہ غائب ہونے لگے میں نے انہیں بہت ڈھونڈا لیکن وہ مجھے نہ ملے انہیں ڈھونڈتے ڈھونڈتے ہی میں یہاں تک آ پہنچا ہوں میں نے ایک جھوٹی کہانی اسے سنادی۔

کیا نام ہے تمہارا۔ اس نے مجھے دیکھا۔

وقاص۔ میں نے مختصراً کہا۔

وقاص صاحب نجانے مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ آپ جھوٹ بول رہے ہیں میں نے بھی بدروحوں اور چڑیلوں کی کہانیاں سن رکھی ہیں میں نے تو یہ بھی سن رکھا ہے کہ بدروحیں اور چڑیلیں ویران جگہوں پر رہتی ہیں میں کافی عرصے سے یہاں اکیلی رہ رہی ہوں میں تو یہاں کسی چڑیل یا بدروح کو نہیں دیکھا اسنے میری طرف بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں۔

مجھے یقین تھا کہ آپ میری باتوں کو جھوٹ سمجھیں گی بہرحال میرے پاس تو کوئی ثبوت بھی نہیں ہے اپنی سچائی کو ثابت کرنے کا میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

کیا سچ ہے کیا جھوٹ ہے چھوڑیئے اس بات کو میں ابھی آتی ہوں۔ آپ آرام کریں اتنا کہہ کر وہ کمرے سے باہر نکل گئی۔ رات ہو چکی تھی چاند کی سنہری روشنی ہر طرف پھیلی ہوئی تھی لیکن میں اس سیاہ ہیولے کے خوف سے باہر نہیں نکل رہا تھا۔ اس لڑکی کے جاتے ہی مجھے اس جگہ سے خوف آنے لگا تھا میں نے اس لڑکی سے جو کہا تھا وہ سب جھوٹ تھا مجھے اس سے جھوٹ بول کر بہت شرمندگی ہو رہی تھی بہرحال اگر میں اسے اپنی سچی کہانی بھی بتا دیتا تو شاید وہ تب بھی مجھ پر یقین نہ کرتی اجالا اور اس سیاہ ہیولے کے بارے میں بتاتا تو وہ مجھے پاگل ہی سمجھ لیتی کیونکہ آج کے زمانے میں میرے ساتھ جو کچھ بیتا ہے وہ ایک ناقابل یقین داستان ہے وہ لڑکی تو کیا اگر کوئی اور بھی میری داستان سن لیتی تو مجھ پر یقین نہ کرتا۔ بہرحال میں اپنی جگہ سے اٹھا اور ڈرتے ڈرتے باہر آ گیا چاند کی روشنی میں باہر کا منظر بہت ہی حسین لگ رہا تھا میں نے اردگرد کا جائزہ لیا لیکن وہ لڑکی مجھے کہیں بھی دکھائی نہیں دے رہی تھی میں جلدی سے کمرے میں آ گیا یہ لڑکی کہاں چلی گئی ہے یہ لڑکی بہت ہی عجیب ہے کہہ رہی تھی کہ ابھی آتی ہوں لیکن دو گھنٹے ہو گئے ہیں یہ ابھی تک کیوں نہیں آئی ہے۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا۔ مجھے اس لڑکی پر شک ہونے لگا میں ایک مرد ہو کر اس ویران جگہ اور پر اسرار ماحول سے ڈر رہا تھا اور وہ ایک لڑکی ہو کر یہاں اکیلی رہ رہی تھی تھوڑی دیر بعد مجھے کمرے سے باہر کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی میں چونک گیا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ اور چہرہ خوف سے زرد ہونے لگا۔ مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے سیاہ ہیولہ میری طرف بڑھتا آ رہا ہے لیکن وہ سیاہ ہیولہ نہ تھا۔

کک۔ کہاں چلی گئی تھی آپ۔ میں ڈرے ہوئے لہجے میں بولا۔

وہ لڑکی میرے سامنے کھڑی تھی اس کے ہاتھوں میں کھانے کی ٹرے تھی کیا ہوا آپ کو اتنے ڈرے ہوئے کیوں ہیں کیا یہاں کوئی آیا تھا۔ اس نے ٹرے ایک طرف رکھتے ہوئے کہا۔

نہیں۔۔ میں نے مختصرا کہا۔

پھر آپ خوفزدہ کیوں دکھائی دے رہے ہیں۔ اس نے جلدی سے پوچھا۔

اکیلے میں مجھے خوف محسوس ہونے لگا تھا۔ مجھے ایسا محسوس ہونے لگا تھا کہ جیسے وہ جنگل کی بدروحیں میرے آس پاس ہی بھٹک رہی ہیں ان کی خوفناک شکلیں اب بھی میرے دماغ پر چھائی ہوئی تھیں میں نے جھوٹ بولتے ہوئے کہا۔

آپ پریشان نہ ہوں۔ آپ ان بدروحوں کا خوف دل سے نکال دیں۔ ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ یہ تمہارے دوستوں کی ہی سازش ہے انہوں نے تمہیں ڈرانے کے لیے پلان بنایا ہوا ہوگا۔ اور بدروحوں کا روپ دھار کر تمہیں جنگل سے بھگا دیا اس نے مجھے دلاسہ دیتے ہوئے کہا

نہیں نہیں۔ میرے دوست ایسے نہیں ہیں میں نے جلدی سے کہا۔

وفا میں آنکھیں پڑھ لیتی ہوں نجانے کیوں مجھے آپ کی باتیں جھوٹ لگتی ہیں اس نے میری آنکھوں میں بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

ہاں میں نے آپ سے جھوٹ بولا ہے۔لیکن میری اصل داستان سنکر بھی آپ مجھ پر یقین نہیں کریں گی۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

آپ کو ایسا کیوں لگتا ہے کہ میں آپ کی باتوں پر یقین نہیں کروں گی۔وہ گہری سانس لے کر بولی۔

میری داستان ہی کچھ ایسی ہے۔کہ آپ اس پر یقین نہیں کریں گی۔میں نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

آپ کے ساتھ ایسی کیا ناقابل یقین داستان بیتی ہے اس نے پوچھا۔اس کی بات سن کر میں نے ایک گہری سانس لی اور دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

میرے ساتھ بہت کچھ بیتا ہے۔میری آنکھوں نے وہ منظر دیکھے ہیں جو شاید آج تک کسی نے نہ دیکھے ہوں میں نے ان آنکھوں سے اپنے دوستوں کی لاشیں دیکھی ہیں میرے دوستوں کی ایک چھوٹی سے غلطی نے انہیں بہت بڑی سزا دی ہے میرے دوستوں کو بہت ہی بھیانک موت مارا گیا ہے وہ سیاہ ہیولہ میرے دوستوں کے ساتھ ساتھ میرا بھی دشمن بن گیا ہے وہ کسی بھی پل آ کر مجھے مار سکتا ہے میں اس کی نظروں سے بچتا ہوا یہاں تک آن پہنچا ہوں یہاں لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ مجھے ڈھونڈ نکالے گا اس کے پاس بہت بڑی بڑی طاقتیں ہیں میں نے اس ہیولے کو دیکھا ہوا ہے وہ بہت ہی خوفناک ہے اس کا جسم پتھر کی طرح سخت ہے اور آنکھیں انگاروں کی طرح سرخ ہیں وہ ایک۔بہت ہی بڑی آفت ہے اس نے میری ایک جان سے پیاری دوست کو بھی مار ڈالا ہے وہ میری جان بچاتے ہوئے خود موت کے منہ میں چلی گئی میں ہی اس کی موت کا ذمہ دار ہوں میں خود کو کبھی بھی معاف نہیں کر سکتا ہوں اتنا کہہ کر میں خاموش ہو گیا۔مجھ میں اور کچھ کہنے کی ہمت نہیں تھی۔

تم مجھے کھل کر بتاؤ۔ہو سکتا ہے میں تمہاری کچھ مدد کر سکوں اس نے میری طرف بغور دیکھتے ہوئے کہا تو میں نے اپنے اوپر بیتنے والی تمام داستان سچ سچ اس کو بتا دی۔

میں تمہارے غم کو سمجھ سکتی ہوں تمہارے دل میں جو درد ہے میں اسے محسوس کر سکتی ہوں تمہیں حوصلہ سے کام لینا ہو گا اور اس سیاہ ہیولے کا خوف دل سے نکال دو اس نے مجھے دلاسہ دیتے ہوئے کہا۔

آپ ٹھیک کہتی ہیں مجھے اس ہیولے کے بارے میں نہیں سوچنا چاہیے میں جتنا اس کے بارے میں سوچوں گا اتنا ہی اس کا خوف میرے دل میں پھیلتا رہے گا۔اور مجھے اچھا لگا کہ تم نے میری باتوں پر یقین کر لیا میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

سچائی انسان کی آنکھوں سے جھلکتی ہے آپ کی آنکھوں میں پھیلی نمی آپ کی سچائی کی گواہی دے رہی ہے اس نے مسکرا کر کہا اس کی بات سن کر میں اثبات میں سر ہلا دیا۔

اچھا آپ کھانا کھا لیں۔اس نے ٹرے میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

یہ کھانا کہاں سے لایا ہے۔میں نے پوچھا۔

یہاں سے تھوڑے فاصلے پر ایک چھوٹی سی بستی ہے میں کھانا وہاں سے لائی ہوں اس نے جواب دیا۔

آؤ ناں تم بھی میرے ساتھ بیٹھ کر کھاؤ میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

نہیں تم کھاؤ میں کھانا کھا کر آئی ہوں اس نے کہا اور ایک طرف بڑھ گئی سامنے ہی میز پر ایک دیا پڑا ہوا تھا وہ میز کے پاس پہنچی اور اس پر پڑا ہوا دیا جلایا میں کھانا کھانے کے ساتھ اسے بھی دیکھ رہا تھا پھر اس نے وہ دیا اٹھایا

اور کمرے سے باہر نکل گئی میری نظریں اس پر جمی ہوئی تھیں وہ دھیرے دھیرے چلتی ہوئی آگے ہی آگے بڑھ رہی تھی میں حیرت زدہ نظروں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ وہ قبر کے پاس جا کر رک گئی اور وہ دیا قبر پر رکھ دیا اور خود وہاں بیٹھ گئی اس کی ہلکی ہلکی آواز مجھے سنائی دے رہی تھی وہ کچھ کہہ رہی تھی لیکن وہ کیا کہہ رہی تھی مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی میں نے جلدی سے کھانا ختم کیا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ وہ اب بھی دنیا و جہاں سے بے خبر قبر کے پاس بیٹھی ہوئی تھی میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے پاس پہنچا وہ رو رہی تھی۔

کیا ہوا ہے۔ میں نے جاتے ہی پوچھا۔

اس نے گھبرا کر اپنے آنسو صاف کئے۔ اور بولی۔ آؤ بیٹھ جاؤ۔ میں اس کے پاس ہی بیٹھ گیا۔ میں کافی دیر اسکی طرف دیکھتا رہا۔ پھر کہا۔

آپ کی آنکھوں کے آنسو بتا رہے ہیں کہ آپ بھی بہت بڑے دکھ سے گزری ہیں مجھے ایسا لگتا ہے کہ جیسے آپ کے سینے میں ایک دکھ چھپا ہوا ہے اور وہ دکھ آپ کو جینے نہیں دے رہا ہے میں آپ کا درد جاننا چاہتا ہوں اس نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔

تا شیل کون تھا۔ میں نے پوچھا۔

میری محبت میری جان میری زندگی میرا سب کچھ وہ آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔

میں صبح یہاں سے چلا جاؤں گا تم نے مجھے یہاں رہنے کی اجازت دی تمہارا یہ احسان میں زندگی بھر نہیں بھول سکتا میں تمہارے بارے میں جاننا چاہتا ہوں کہ تمہارے ماضی میں ایسا کیا ہوا جس نے تمہیں اس حال میں پہنچا دیا۔ میری بات سن کر اس نے ایک گہری سانس لی اور بولی۔

میں تمہیں تا شیل کے بارے میں سب کچھ بتا دوں گی اس نے خود مجھ سے کہا تھا کہ تم نے میری محبت کو زندہ رکھنا ہے میرے دل میں جو درد ہے میں تمہیں بتا دوں گی میرے دل کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا اتنا کہہ کر وہ رکی اور پھر کہنے لگی۔

دل توڑو گے تو خود بھی ٹوٹ جاؤ گے
زندہ ہم نہ رہے تو مر تم بھی جاؤ گے

یہ التجا ہے بسا لو ہمیں آنکھوں میں
بکھر ہم جائیں گے سمٹ تم بھی جاؤ گے
مجھے چھوڑنے کا ارادہ بھی نہ کرنا
ورنہ ٹوٹ ہم جائیں گے اور بکھر تم بھی جاؤ گے

میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ روزانہ سمندر کے کنارے جایا کرتی تھیں مجھے اور میری سہیلیوں کو سمندر کے کنارے ٹہلنا بہت ہی اچھا لگتا تھا میں اپنی تمام سہیلیوں سے زیادہ خوبصورت تھی جو بھی مجھے ایک بار دیکھتا دوسری بار دیکھنے کی خواہش کرتا میری ایک سہیلی کا نام سوہانی تھا وہ میرے بہت ہی قریب تھی میں اپنے دل کی ہر بات اس سے کہہ دیتی تھی اس کے پاس کچھ طاقتیں تھیں جو اس نے چلے کر کے حاصل کی تھیں وہ جادو گرنی تھی یہ بات صرف میں ہی جانتی تھی میری سہیلی سوہانی کہتی کہ پری جس سے تمہاری شادی ہوگی وہ بہت ہی خوش قسمت ہوگا میں اس کی باتیں سن کر مسکرا دیتی ایک دن جب ہم سمندر کنارے گئیں ہمیں وہاں ایک لڑکا دکھائی دیا وہ سمندر کی لہروں کو بڑی گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا اس نے ہمیں نہیں دیکھا تھا اس کی تمام تر توجہ سمندر کی لہروں پر تھی۔

یہ کون ہے اور یہاں کیا کر رہا ہے۔ میری سہیلی سوہانی بولی۔

چلو چل کر اس سے پوچھ لیتے ہیں۔

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ہاں چلو۔

ایکس کیوز می۔ سوہانی نے جاتے ہی کہا۔

جی۔ وہ ایک دم پیچھے مڑتے ہوئے بولا۔ وہ بہت ہی حسین تھا۔ سفید رنگت گہری سورج کی طرح چمکتی ہوئی آنکھیں بہت حسین تھیں میرے ساتھ ساتھ میری تمام سہیلیاں بھی اس کی خوبصورتی میں کھو گئی تھیں۔ اس لڑکے کی نظریں میرے ہی چہرے پر رکی ہوئی تھیں میں اسے دیوانوں کی طرح دیکھے جا رہی تھی وہ بھی بنا پلکیں جھپکائے مجھے ہی دیکھ رہا تھا کافی دیر تک وہاں پر سکوت چھایا رہا تیز ہوا کا شور بھی اب نہیں مجھے سنائی نہیں دے رہا تھا میری نظریں زیادہ دیر اس کی آنکھوں کا سامنا نہیں کر سکیں اور میں نے پلکیں جھکا لیں۔

جی فرمائیں۔۔۔ وہ گویا ہوا۔

وہ۔۔۔ وہ میں سوہانی کچھ کہنا چاہ رہی تھی لیکن کہہ نہیں پا رہی تھی میری دوست کہنا چاہ رہی ہے کہ اس وقت ہم یہاں تھوڑا سا وقت گزارنا چاہتی ہیں۔ اگر آپ کو برا نہ لگے تو آپ کہیں چلے جائیں میرا مطلب ہے یہاں سے تھوڑا دور چلے جائیں میں اسے دیکھتے ہوئے بولی میری بات سن کر اس نے ایک گہری سانس لی اور ایک طرف چلنے لگا اس کا رخ سامنے پہاڑوں کی طرف تھا وہ دھیرے دھیرے چلتا ہوا ہم سے دور ہوتا چلا گیا۔

واہ یار۔ کیا خوبصورتی ہے سوہانی اسے جاتا ہوا دیکھ کر بولی۔ وہ ہم سے کافی دور پہاڑ پر چڑھنے لگا تھا

سچ کہا تم نے میں اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

پھر ہم سب سہیلیاں باتیں کرنے میں مصروف ہو گئیں تو موضوع وہ لڑکا ہی تھا وہ اس وقت پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھا ہوا تھا میں اس سے کافی دور تھی لیکن وہ محسوس کر رہی تھی کہ اس کی نظریں مجھ پر ہی ٹکی ہوئی تھیں اس کی نظروں کی تپش کو میں نے محسوس کیا تھا۔

پری مجھے لگتا ہے کہ وہ لڑکا تمہیں ہی دیکھ رہا ہے۔ جب اس کی پہلی نظر تم پر پڑی تھی تو وہ پلکیں جھپکانا ہی بھول گیا تھا۔ وہ بہت ہی خوبصورت ہے کسی بھی لڑکی کی خواہش ہو سکتا ہے لیکن تم بھی کسی سے کم نہیں ہو تم حسن کی ملکہ ہو تمہارے روپ کا وہ دیوانہ ہو گیا ہے دیکھو ناں کیسے دیوانوں کی طرح تم کو دیکھ رہا ہے۔ سوہانی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

سوہانی کی باتیں سن کر میں مسکرا دی اور کہا۔ ہاں سوہانی تم ٹھیک کہتی ہو اس کی نظریں مجھ پر ہی تھیں جب پہلی بار جب اس نے مجھے دیکھا تو اس کی نظریں مجھ پر ہی رک گئی تھیں میں بھی اردگرد سے بے خبر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنے لگی وہ بہت ہی حسین ہے اتنا حسین کہ اس کو دیکھنے کے بعد تمام دنیا کو بھلایا جا سکتا ہے سچ تو یہ ہے کہ اسے پہلی نظر دیکھتے ہی میں اس کی دیوانی ہو گئی اس کی آنکھوں میں ایک جادو ہے ایسا جادو جس نے مجھے اپنا دیوانہ بنا دیا ہے میری بات سن کر میری تمام سہیلیاں قہقہے لگا کر ہنسنے لگیں۔ جب میں نے دوبارہ پہاڑ کی طرف دیکھا تو وہ وہاں سے جا چکا تھا میں نے ادھر ادھر دیکھا لیکن وہ مجھے کہیں بھی دکھائی نہ دیا سوہانی نے مجھے بے قرار دیکھا تو بولی۔

پری تمہارا عاشق تو چلا گیا ہے اب ہمیں بھی چلنا چاہیے اس کی بات سن کر میں نے ایک گہری سانس لی اور کہا۔

چلو چلتے ہیں۔اور ہم چل دیے۔

گھر آ کر میں بے قراری ہو گئی اس کا حسین چہرہ بار بار میری آنکھوں کے سامنے آ جاتا تھا جس کے لیے میں اتنی دیوانہ ہو رہی تھی مجھے اس کے بارے میں ابھی کچھ بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے بہر حال میرا دل بہت اداس کر گیا تھا۔کسی پل بھی مجھے چین نہیں آ رہا تھا اس کی یاد مجھے لمحہ بہ لمحہ تڑپا رہی تھی کیا وہ بھی میرے لیے اتنا ہی بے قرار ہو گا جتنا کہ میں اسکے لیے ہو رہی ہوں اس کے دیکھنے سے تو یہ ہی لگتا ہے کہ وہ میرا عاشق ہو گیا ہے اور یہ بات میں نے ہی نہیں میری سہیلیوں نے بھی نوٹ کی تھی اگر واقعی اسے مجھ سے محبت ہوئی ہے تو وہ کل صبح سمندر کے کنارے ضرور آئیگا۔میں کل صبح اکیلی ہی جاؤں گی اپنی سہیلیوں کو ساتھ لے کر نہیں جاؤں گی اگر وہ وہاں آیا تو میں اس سے پوچھوں گی کہ وہ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے میں ایسی ہی سوچیں سوچتی ہوئی سو گئی۔صبح ناشتہ کرتے ہی میں سمندر کنارے گئی لیکن وہ مجھے کہیں بھی دکھائی نہ دیا میں نے اسے بہت تلاش کیا۔لیکن وہ کہیں بھی نہ تھا میں نے پہاڑ پر بھی چڑھ کر ادھر ادھر دیکھا لیکن وہ کہیں بھی نہیں تھا۔میں تھک ہار کر گیلی ریت پر بیٹھ گئی سمندر کی لہریں آتیں اور میرے پاؤں کو چوم کر واپس چلی جاتیں مجھے بہت اچھا لگ رہا تھا میرا دل کر رہا تھا کہ میں پانی میں اتروں اور پھر دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر میں دھیرے دھیرے چلتی ہوئی سمندر کے پانی میں آگے ہی آگے بڑھنے لگی پانی میری کمر تک آ چکا تھا۔میں اب آگے بڑھنا نہیں چاہتی تھی کیونکہ مجھے پتہ تھا کہ آگے پانی گہرا ہے میں واپس جانے کے لیے پیچھے مڑی تو ایک تیز لہر آئی اور میں سنبھل نہ پائی اور میں ڈوبنے لگی میں گہرے پانی میں آ گئی تھی مجھے تیرنا نہیں آتا تھا میں اپنے بچاؤ کے لیے ہاتھ پاؤں مارنے لگی کہ اچانک ہی کسی کے مضبوط ہاتھوں نے مجھے پکڑ لیا اور پانی سے باہر لے آیا۔

یہ بے وقوفوں والی حرکتیں مت کیا کرو اگر تمہیں کچھ ہو جاتا تو میرے سامنے میرے دل کا محبوب کھڑا تھا جو مجھے ڈانٹ رہا تھا۔میں نے ایک گہری سانس لی اور کہا۔

تو کیا ہوتا۔

میری بات سن کر اس نے گہری نظروں سے مجھے دیکھا اور کہا۔اگر تمہیں کچھ ہو جاتا تو میں ساری زندگی تڑپتا رہتا کیونکہ میں تمہیں۔۔اتنا کہہ کر وہ رک گیا۔

کیونکہ میں تمہیں۔۔۔میں نے اس کی بات دہرائی۔

کیونکہ میں تمہیں پسند کرنے لگا ہوں۔پہلی ہی نظر میں میں تمہیں اپنا دل دے بیٹھا ہوں میں نے تمہاری آنکھوں میں اپنے لیے چاہت دیکھی ہے کل جب میں نے تمہیں دیکھا تو تم سے نظریں ہٹانا ہی بھول گیا تھا میرا دل کر رہا تھا کہ بس تم ہمیشہ میرے سامنے کھڑی رہو اور میں تمہیں دیکھتا رہوں کل میرا دل یہاں سے جانے کو نہیں کر رہا تھا میرا دل تمہیں دیکھنے کو کر رہا تھا اس لیے میں پہاڑ پر جا کر بیٹھ گیا میری نظریں تم پر ہی جمی ہوئی تھیں تم اپنی دوستوں کے ساتھ قہقہے لگاتی بہت ہی پیاری لگ رہی تھی میرے دل میں بھی خواہش ہوئی کہ میں تمہیں اپنے سامنے بیٹھا کر باتیں کروں پھر میں نے سوچا کہ شاید تمہیں میری موجودگی اچھی نہ لگ رہی ہو اس لیے میں چلا گیا میں یہاں سے تو چلا گیا لیکن تمہاری یادوں نے میرا پیچھا نہ چھوڑا تمہارا ہنستا مسکراتا چہرہ ساری رات میری آنکھوں کے سامنے گھومتا رہا تمہیں دیکھنے کے بعد تو نیند جیسے مجھ سے روٹھ گئی ہو جب بھی آنکھیں بند کرتا تمہارا چہرہ آنکھوں کے سامنے آ جاتا۔آنکھیں کھولنے پر تم وہاں نہیں ہوتی ساری رات جاگ کر تمہاری یادوں میں گزاری ہے اس کے منہ سے محبت کا اظہار سن کر میں بہت ہی خوش ہوئی اس کی نظریں اب بھی میرے چہرے پر

ہی جمی ہوئی تھیں۔

ہم تیرے عشق کے اس مقام پر آ پہنچے ہیں
جہاں اگر موت بھی آ جائے تو پرواہ نہیں

اسنے میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے شعر کہا میں نے مسکراتی ہوئی آنکھوں سے اسے دیکھا اس کے حسین چہرے پر بھی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی اس کی مسکراہٹ بہت ہی حسین اور دل کو سکون دینے والی تھی۔

تم محبت کے سودے بھی عجیب کرتے ہو
بس مسکراتے ہو اور دل خرید لیتے ہو

میرے منہ سے محبت کا یہ اظہار سن کر وہ بہت ہی خوش ہوا خوشی سے اس کا چہرہ کھل سا گیا۔

کیا نام ہے تمہارا۔ میں نے پوچھا۔

تاثیل۔ اس نے مختصراً کہا۔

بہت ہی عجیب نام ہے تمہارا۔

میری اس بات پر اس نے ایک قہقہہ لگایا۔ اور بولا۔ لگتا ہے تاثیل نام تم نے زندگی میں پہلی بار سنا ہے۔

ہاں پہلی بار سنا ہے۔ میں نے کہا۔

اچھا تمہارا نام کیا ہے۔

پرتی۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

پرتی۔ وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑایا۔ اس کے چہرے پر حیرت تھی اور وہ مجھے گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا اسے اپنی طرف دیکھتے ہوئے پا کر میں نے پوچھا۔

ایسے کیا دیکھ رہے ہو۔

پرتی کیا تمہارا مذہب ہندو ہے۔ اس نے یکدم سوال کر دیا۔

ہاں اس میں حیران ہونے والی کیا بات ہے۔

اس نے ایک گہری سانس لی۔ اور کہا پرتی میرا مذہب اسلام ہے میں مسلمان ہوں۔

کک۔ کیا۔ کیا میری زبان کانپ گئی۔ وہ مسکرایا۔

ہاں پرتی میں مسلمان ہوں تم مجھے چھوڑ کر کہیں نہیں جانا ورنہ میں مر جاؤں گا۔ محبت مذہب نہیں دیکھتی یہ تو بس ہو جاتی ہے اسکی آنکھوں میں مایوسی اتر آئی تھی۔

نہیں نہیں۔ تاثیل نہیں میں تمہیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گی میری زندگی تو تم ہو مجھے تمہارے مسلمان ہونے پر کوئی اعتراض نہیں ہے میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میری بات سن کر اس کے چہرے پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔

ہم ایسی ہی باتیں کرتے رہے وقت کا پتہ نہیں چلا تھا اور شام ہو گئی دل تو نہیں کر رہا تھا کہ اس سے دور جاؤں لیکن مجبوری تھی میں گھر آ گئی میں آج بہت ہی خوش تھی کیونکہ میں نے زندگی میں پہلی بار کسی کو چاہا تھا تاثیل کو دیکھنے سے پہلے میں محبت کو فضول سمجھتی تھی تاثیل کو دیکھا تو اس کی ہی ہو کر رہ گئی زات کو اپنے کمرے میں بیٹھی تھی کہ تاثیل کو یاد کر رہی تھی کہ سوہانی آ گئی۔ اور آتے ہی بولی۔

کہاں تھی آج تم صبح بھی آئی تھی میں لیکن تم یہاں نہیں تھی سمندر کنارے جانے کو بڑا دل کر رہا تھا لیکن تم تو جانتی ہو کہ تمہارے بغیر میں کہیں نہیں جاتی اس کی بات سن کر میں نے ایک سرد آہ بھری اور کہا۔

سوہانی۔ مجھے آج پتہ چلا ہے یہ محبت کیا ہے محبت دل کا سکون چھین لیتی ہے میری بات سن کر سوہانی ہنسی اور کہا۔

ارے یہ آج بہکی بہکی باتیں کر رہی ہو اس کی بات سن کر میں ہنس دی اور کہا۔

سوہانی تم میری اچھی دوست ہو میں تم سے کچھ نہیں چھپاؤں گی تمہیں سب کچھ سچ سچ بتاؤں گی اتنا کہہ کر میں خاموش ہو گئی۔ تو سوہانی جلدی سے بولی

ارے یار جلدی بولو ناں مجھے تو بے چینی ہونے لگی ہے کیا بات ہے۔

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ سوہانی مجھے محبت ہو گئی ہے آج صبح میں سمندر کنارے گئی تھی میں سمندر میں اتر گئی تھی۔ اور پھر ایک تیز لہر آئی اور میں تیز پانی میں ڈوبنے لگی تھی کہ کسی نے مجھے بچا لیا وہ کوئی اور نہیں بلکہ وہی لڑکا تھا جو مجھے کل بھی سمندر کنارے ملا تھا اس کی آنکھوں میں میرے لیے محبت تھی اور پھر اس نے اپنے منہ سے بھی اپنی محبت کا اظہار کر دیا میں تو پہلے سے ہی اس کی دیوانی تھی اس کے اظہار سے میں بہت خوش ہوئی میں نے بھی اسے بتا دیا کہ میں بھی اس سے محبت کرنے لگی ہوں سوہانی وہ بہت ہی اچھا ہے اور اپنے آپ سے بڑھ کر مجھے چاہتا ہے لیکن۔۔۔ اتنا کہہ کر میں رک گئی۔

لیکن کیا۔ سوہانی نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

سوہانی وہ ہندو نہیں ہے مسلمان ہے۔ اس کا نام تاشیل ہے میں نے مایوسی سے کہا۔

وہ تھوڑا سا مسکرائی اور بولی۔ پریتی اگر تمہاری محبت سچی ہوئی تو وہ تمہیں ضرور مل جائے گا۔ وہ تمہارے مذہب کو نہیں دیکھے گا اگر اسے بھی تم سے محبت ہوئی تو وہ تمہیں اپنا لے گا اس کی بات سن کر میں نے ایک سرد سی آہ بھری اور کہا۔

کاش ایسا ہی ہو۔

پھر کچھ باتیں کرنے کے بعد سوہانی چلی گئی۔ تو میں بھی اپنے بیڈ پر لیٹ گئی۔ میرے دل میں طرح طرح کے خیال آ رہے تھے نجانے کیوں مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ کوئی مجھے اور تاشیل کو جدا کر دے گا ساری رات ایسے ہی بے چینی سے گزر گئی۔ صبح جب میں سمندر کے کنارے پہنچی تو تاشیل پہلے سے وہاں موجود تھا مجھے دیکھتے ہی وہ دھیرے دھیرے چلتا ہوا میری طرف آنے لگا اور ساتھ کہہ رہا تھا۔

پل پل کا انتظار ہمیں بے حال کر دیتا ہے۔۔۔۔ نجانے کب موت یہ انتظار ختم کر دے گی۔

پلیز تاشیل ایسی باتیں مت کیا کرو تم ایسی باتیں کرتے ہو تو میرے دل کو بہت تکلیف ہوتی ہے جاؤ میں تم سے نہیں بولتی میں نے ناراض ہوتے ہوئے کہا تو تاشیل میرے سامنے کھڑا ہو گیا اور کہا۔

یہ آنسو یہ غم کم نہیں ہوں گے
یہ یقین یہ لمحے ہر پل نہیں ہوں گے
کچھ پل ہمارے ساتھ بات کر لیا کرو
بہت یاد کرو گے جب ہم نہیں ہوں گے

تاشیل اگر تم نے دوبارہ ایسی بات کی تو میں یہاں سے چلی جاؤں گی میں نے غصے سے کہا۔

اوکے سوری اب میں ایسی باتیں نہیں کروں گا وہ میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

دل دکھا کر کہتے ہو کہ اب ایسی باتیں نہیں کروں گا جاؤ میں نہیں بولتی میں نے منہ لٹکاتے ہوئے کہا۔

پلیز معاف کردو۔ وعدہ کرتا ہوں اب ایسی باتیں نہیں کروں گا اس نے التجا کرتے ہوئے کہا۔
نہیں۔۔۔ میں نے مختصراً کہا۔
پلیز معاف کردو یہ لو میں نے کان پکڑ لیے اب تو معاف کردو ناں اس نے اپنے کان پکڑ کر کہا اس کے اس انداز پر میں نے ایک بلند قہقہہ لگایا اور کہا۔
جاؤ معاف کیا۔۔۔ میری بات سن کر اس نے ایک گہری سانس لی اور کہا۔
شکر ہے تم مسکرا دی۔ میں تو ترس ہی گیا تھا تمہاری مسکراہٹ دیکھنے کے لیے اس کی بات سن کر میں نے مسکراتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا اور کہا۔
او ہو۔ کیا واقعی میری بات سن کر اس نے میرا ہاتھ تھام لیا اور بولا۔
قسم سے۔۔۔ پھر میں اور وہ ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے دھیرے دھیرے چلنے لگے تا شیل اگر تمہارے اور میرے بارے میں میرے قبیلے والوں کو پتہ چل گیا ناں تو بہت برا ہوگا
کچھ نہیں ہوگا۔ تا شیل نے کہا۔
نہیں تا شیل بہت کچھ ہو سکتا ہے تم میرے قبیلے والوں کو اچھی طرح سے نہیں جانتے ہو اگر وہ کسی سے دشمنی کرلیں ناں تو اسے ایسے نہیں چھوڑتے بلکہ اسے موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں اگر مار یں نہ بھی تو ایسی ایسی سزائیں دیتے ہیں کہ دیکھنے والے کی بھی روح بھی کانپ جاتی ہے تا شیل مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے یہ نہ ہو کہ کوئی تمہیں مجھ سے جدا کردے میں تمہاری جدائی برداشت نہیں کرسکوں گی میں نے روہانسی ہو کر کہا میری بات سن کر وہ چلتے چلتے رک گیا۔ اور میرے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں لیتے ہوئے بولا۔
جان یہ جدائی والی باتیں نہ کیا کرو پیار کرنے والے کسی سے ڈرتے نہیں ہیں۔ اور تم میرے دل میں بسی ہو کوئی بھی تمہیں میرے دل سے نہیں نکال سکتا تمہارے پیار کی خاطر میں کچھ بھی کرسکتا ہوں اپنی جان بھی دے سکتا ہوں اور کسی کی جان بھی لے سکتا ہوں تم پریشان مت ہوا کرو تمہیں پریشان دیکھتا ہوں تو میرا دل بھی اداس ہو جاتا ہے۔ تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے میرے تمام قبیلے کے لوگ بہت اچھے ہیں اور وہ ہمارا ساتھ ضرور دیں گے میں آج ہی جا کر ان سے بات کرتا ہوں میرے قبیلے میں میری بہت عزت ہے اور مجھے پورا یقین ہے کہ وہ میرا ساتھ ضرور دیں گے۔ اتنا کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔ اس کی باتوں نے مجھے کافی حوصلہ دیا۔ تھا۔
تا شیل تم بہت اچھے ہو میں تمہیں ہمیشہ اپنے سامنے دیکھنا چاہتی ہوں اور تمہارے لیے کچھ بھی کرسکتی ہوں میں مسکراتے ہوئے بولی تو اس نے کہا۔
پر تی مجھے پتہ ہے تم میرے لیے کچھ بھی کرسکتی ہو مجھے اپنی جان پر پورا بھروسہ ہے اتنا کہہ کر وہ تھوڑی دیر کے لیے رکا اور پھر بولا پر تی مذہب میرا ہے تم بھی وہ اپنا لو میرا مطلب ہے کہ تم اسلام قبول کرلو۔
کیا۔۔۔ میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا تو وہ پریشان ہو گیا اس کا چہرہ مرجھا گیا اور وہ مجھے خالی خالی نظروں سے دیکھنے لگا۔
پر تی میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا تمہیں زبردستی اسلام قبول کرنے کو نہیں کہوں گا۔ تم اپنی مرضی سے جو چاہے کرسکتی ہو میں چاہتا ہوں کہ تم میرے ساتھ میری بستی چلو اسلام کیا ہے اس کے بارے میں کچھ جان لو اگر تمہیں ہمارا مذہب ٹھیک لگا تو تم اپنی مرضی سے اسلام قبول کر لینا۔ اور اگر نہ بھی کرنا چاہو تو میں تم پر کسی قسم کی زبردستی نہیں کروں گا کیونکہ اسلام زبردستی سے قبول نہیں کروایا جا سکتا ہے میں تم سے محبت کرتا ہوں اور ہمیشہ

کرتا رہوں گا۔ میری محبت میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں آئے گی اس کی بات سن کر میں مسکرائی اور کہا۔

ٹھیک ہے تاشیل میں تمہارے ساتھ چلنے کو تیار ہوں۔

تو پھر چلو ناں۔۔ وہ خوشی سے بولا۔ اور اپنا ہاتھ میری طرف بڑھایا تو میں نے مسکراتے ہوئے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا اور کہا۔

چلو تاشیل۔ ہم دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے آگے بڑھنے لگے اس کے ساتھ چلنا مجھے بہت ہی اچھا لگ رہا تھا کافی دیر بعد ہم ایک بستی میں پہنچے یہ تاشیل کی بستی تھی اس کی بستی پہاڑ کے دوسری طرف تھی تاشیل نے مجھے اپنی بستی کی سیر کرائی اپنی بستی کے لوگوں سے میری ملاقات کروائی سب ہی مجھ سے مل کر بہت خوش ہوئے اس بستی کے لوگ بہت مہمان نواز تھے مجھے وہاں جا کر بہت عزت ملی ہر کوئی مجھے بیٹی بہن اور دوست کہہ کر بلاتا ایسی عزت تو میری اپنی بستی میں نہ تھی جیسی یہاں آ کر ملی تھی یہاں ہر کسی کے بات کرنے کا طریقہ بہت اچھا تھا مجھے یہاں آ کر بہت خوشی ہوئی تھی پھر تاشیل مجھے ایک مسجد میں لے گیا وہاں امام صاحب نے مجھے ایسی ایسی اسلام کے بارے میں باتیں بتائیں کہ میرا دل موم ہو گیا۔ اور میں نے اپنی خوشی سے اسلام قبول کر لیا۔

بیٹی آج سے تم مسلمان ہو ہم آج تم کو ایک نیا نام دیں گے بیٹی آج کے بعد تم نے جھوٹ بھی نہیں بولنا ہے کیونکہ سچا مسلمان جھوٹ بولنا سچ کی خاطر اگر نقصان بھی اٹھانا پڑے تو اٹھا لو اور اگر جھوٹ کی خاطر فائدہ بھی ہو تو تب بھی جھوٹ نہ بولو۔ آج کے بعد تم نے پانچ وقت کی نمازوں کی پابندی کرنی ہے اور قرآن پاک کی تلاوت کرنی ہے۔ تم روز یہاں آ جایا کرو ہم تمہیں سب کچھ سکھا دیں گے۔ امام کی باتیں میں بہت غور سے سن رہی تھی جب وہ خاموش ہوئے تو میں نے کہا۔

ٹھیک ہے امام صاحب میں روزانہ یہاں آ جایا کروں گی لیکن میں چاہتی ہوں کہ میرا نام تاشیل رکھے میری بات سن کر امام صاحب مسکرائے اور کہا۔

بیٹی جیسا تم چاہو گی ویسا ہی ہو گا تاشیل میرے مسلمان ہونے پر بہت خوش ہوا تھا ایسی خوشی میں نے اس کے چہرے پر پہلی بار دیکھی تھی اس کا چہرہ نکھر نکھرا سا دکھائی دے رہا تھا پھولوں جیسی تازگی اس کے چہرے پر تھی خوشی سے اس کی گہری چمکتی ہوئی آنکھیں مزید چمک اٹھی تھیں۔

تاشیل تم میرا نام رکھو گے تو مجھے دلی خوشی ہو گی۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ تاشیل بھی مسکرا دیا۔ اور چہرے پر انگلی رکھ کر کچھ سوچنے لگا۔

آئلہ۔ آئلہ۔ نام کیسا رہے گا تاشیل نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ تو امام صاحب بولے بیٹا یہ تو بہت ہی پیارا نام ہے۔ یہ ترکی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے خوبصورت چاند جیسی اور اپنی اس چاند جیسی بیٹی کا نام بھی حسین ہونا چاہیے۔ امام صاحب کی بات پر میں مسکرا دی خوش رہو ہمیشہ اسی طرح مسکراتی رہو امام صاحب میرے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولے۔ اور مجھے دعا دی۔

میں روزانہ تاشیل کے ساتھ امام صاحب کے پاس آتی وہ مجھے اسلام کی باتیں بتاتے نماز اور قرآن مجید پڑھاتے کچھ ہی دنوں میں مجھے نماز پڑھنا آ گئی قرآن پاک بھی مجھے دھیرے دھیرے پڑھنا آ رہا تھا۔ میں اب پانچ نمازوں کی پابندی کرتی تھی میں اپنے گھر میں بھی نماز پڑھتی تھی جس سے مجھے روحانی سکون ملتا ایسا سکون مجھے پہلے کبھی نہیں ملا تھا سوہانی سے ملاقات کو کافی دن ہو گئے تھے کیونکہ وہ کسی چلے میں مصروف تھی میں نے اسے

خوش دیکھا تو پوچھا۔
سوہانی۔تمہارے چہرے پر پھیلی ہوئی خوشی سے لگ رہا تھا کہ تم چلے میں کامیاب ہوگئی ہو۔
وہ میری بات سن کر ہنسی اور بولی۔ہاں میری جان میں چلے میں کامیاب ہوگئی ہوں اس چلے سے مجھ میں وہ طاقت آئی ہے جواب تک کسی بھی جن زادی کے پاس نہیں ہے۔
کیسی طاقت آگئی ہے تمہارے پاس میں نے جلدی سے پوچھا۔
میں اب کسی کو بھی آسانی سے تلاش کر سکتی ہوں میں کسی کو ڈھونڈنا چاہوں تو اسے پاتال سے بھی ڈھونڈ نکال سکتی ہوں۔
ارے واہ میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔
مجھے چھوڑو تم بتاؤ کہ تمہارے چہرے پر آج نہ ختم ہونے والی مسکراہٹ کیوں پھیلی ہوئی ہے کیا بات ہے پریتی اس نے شرارت سے پوچھا۔میں نے اس کی بات سن کر ایک پرسکون سانس لی اور کہا۔
سوہانی آج سے تم مجھے پریتی نہیں کہو گی۔
مگر کیوں۔وہ حیرت سے بولی۔
کیونکہ میں مسلمان ہو چکی ہوں۔اور میرا نام آمنہ ہے آئندہ تم مجھے اس نام سے پکارنا میری بات سن کر اس کے چہرے کی رنگت بدلنے لگی اس کا چہرہ غصہ سے سرخ ہونے لگا۔
پریتی یہ تم کیسی باتیں کر رہی ہو لگتا ہے تم ہوش میں نہیں ہو سوہانی غصہ سے کانپتے ہوئے بولی۔
سوہانی میں ہوش میں ہوں میں اپنی مرضی سے خوشی سے مسلمان ہوئی ہوں کسی نے مجھے مجبور نہیں کیا ہے نہ ہی مجھ پر کسی نے دباؤ ڈالا ہے میں اپنی مرضی کی مالک ہوں ہر فیصلہ خود کر سکتی ہوں میں جلدی سے بولی۔
ٹھیک ہے آج سے تمہارے اور میرے راستے جدا جدا ہیں آج سے میری اور تمہاری دوستی ختم ہے تم بھول جاؤ کہ تمہاری کوئی سوہانی دوست بھی تھی سوہانی نے غصے سے چیختے ہوئے کہا تو میں نے اسے حیران نظروں سے دیکھا اور کہا۔
سوہانی میرے ماں باپ کی وفات کے بعد تم میرا واحد سہارا ہو میں نہیں چاہتی ہوں کہ تمہاری اور میری دوستی ختم ہو۔میں تو۔۔۔۔؟
بس۔بس۔۔بس میں نے کچھ نہیں سننا اگر تم مجھ سے دوستی رکھنا چاہتی ہو تو تم اپنے مذہب پر واپس آ جاؤ اور اس لڑکے کو بھول جاؤ سوہانی میری بات کاٹ کر بولی۔
کیا۔۔یہ تم کیسی باتیں کر رہی ہو سوہانی میں ایسا کبھی نہیں کروں گی اگر تم میرے ساتھ دوستی نہیں رکھنا چاہتی تو ٹھیک ہے اسلام کی خاطر میں تم جیسی ہزاروں دستوں کو چھوڑ سکتی ہوں تم جا سکتی ہو یہاں سے میں نے غصہ سے کہا تو سوہانی خونخوار نظروں سے مجھے گھورتی ہوئی وہاں سے غائب ہوگئی مجھے کیا پتہ تھا کہ وہ اب میری سب سے بڑی دشمن بن گئی ہے میں روزانہ کی طرح تاشیل کے ساتھ امام صاحب کے پاس چلی آئی ان کے پاس جا کر کچھ سیکھا اور پھر میں اور تاشیل سمندر کے کنارے آ گئے ہم وہاں ہی گیلی ریت پر بیٹھ گئے میں نے اپنا سر تاشیل کے کندھے پر رکھ دیا۔
تاشیل آج موسم کتنا خوبصورت ہے ناں میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
جان جب تم میرے ساتھ ہوتی ہو تو مجھے ہر موسم اچھا لگتا ہے جب تم میرے پاس نہیں ہوتی تو وقت بہت ہی

مشکل سے گزرتا ہے۔ ایک ایک لمحہ صدیوں کے برابر گزرتا ہے دل پہ ہر وقت اداسی چھائی رہتی ہے جب تک تمہیں نہ دیکھوں دل کو چین نہیں ملتا ہے تاشیل نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ میں نے تاشیل کے کندھے سے سر اٹھایا۔

تاشیل مجھے آج کل بہت ڈر لگتا ہے ایسا لگتا ہے کہ جیسے کچھ ہونے والا ہو ایسا لگتا ہے کہ جیسے کوئی بہت بڑا طوفان ہماری زندگی میں آنے والا ہو ایسا لگتا ہے جیسے کوئی بہت بڑا طوفان ہماری زندگی میں آنے والا ہے دل بہت ہی برے برے خیال آتے ہی میں نے سنجیدگی سے کہا۔ میری بات سن کر تاشیل نے مجھے پیار بھری نظروں سے دیکھا جان تم مجھے بہت زیادہ چاہتی ہو اس لیے تمہارے دل میں یہ خیال آتے رہتے ہیں تم پریشان مت ہوا کرو خود کو مصروف رکھا کرو۔

تاشیل میں کیا کروں یہ خیال نجانے کیوں میرے ذہن میں آجاتے ہیں کہ کوئی ہمارا دشمن ہے جو ہمیں جدا کر دے گا میں بے تابی سے بولی۔

میری بات سن کر تاشیل نے کہا۔ آنکھ میں آج ہی جا کر امام صاحب سے بات کرتا ہوں کہ وہ ہمارا نکاح پڑھا دیں اس کی بات سن کر میں شرما گئی۔ اور پھر دوسرے دن امام صاحب نے میرا اور تاشیل کا نکاح پڑھا دیا ہم دونوں ایک ہو گئے تاشیل اور میں بہت ہی خوش تھے۔

آؤ جان میں تمہیں ایک ایسی جگہ لے کر چلتا ہوں جہاں تمہارے اور میرے علاوہ کوئی نہیں ہوگا تاشیل نے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ تو میں نے مسکراتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام لیا اور ہم دھیرے دھیرے سے آگے بڑھنے لگے۔ اب تاشیل کے لب ہلے۔

وقت کو بس تمہارے ساتھ بتانا اچھا لگتا ہے
تم ہی سے بات کرنا مسکرانا اچھا لگتا ہے
تمہارے آنسو نہیں پیارے تمہاری مسکراہٹ پیاری ہے
تم سے ہی روٹھنا تم کو منانا اچھا لگتا ہے
تمہاری خوشیاں مجھے اپنی جان سے پیاری ہیں
تمہارے واسطے ہر غم اٹھانا اچھا لگتا ہے
تمہارا ساتھ جو چھوٹے تو سانس رک جائیں میری
تمہاری یادوں میں ہی مر جانا اچھا لگتا ہے

ارے واہ تم بہت اچھے ہو جان آئی لو یو میں نے اس کا ہاتھ آہستہ سے دباتے ہوئے کہا۔

آئی لو یو ٹو تاشیل نے پیار بھرے لہجے میں کہا۔

نہیں ہیں ہم حسین اتنے کہ ہر کسی کے دل میں بس جائیں
پر جس کے ساتھ چل پڑیں زندگی اس کے نام کر دیتے ہیں

میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے شعر کہا۔

ارے واہ۔ مجھے پتہ تھا کہ تم میرے ساتھ ساتھ رہتے رہتے شاعری سیکھ جاؤ گی تاشیل نے شوخی سے کہا اچھا چھوڑو اس بات کو میں تھک چکی ہوں مجھ سے اور نہیں چلا جاتا میں نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

اچھا میں تمہیں اٹھا لیتا ہوں اتنا کہہ کر تاشیل نے مجھے دونوں بازوؤں میں اٹھا لیا میں نے اپنا بازو اس کے

کندھے پر رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد ہم ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں کوئی بھی نہیں تھا وہ بہت خوبصورت جگہ تھی ہر طرف سبز رنگ کی گھاس بچھی ہوئی تھی رنگ رنگ کے پھولوں اور خوشبو نے اس جگہ کی خوبصورتی میں اضافہ کر دیا تھا مجھے یہ جگہ بہت ہی پسند آئی وہاں پر صرف ایک ہی مکان بنا ہوا تھا۔

ایک دن میں اور تاشیل سبز گھاس پر بیٹھ کر باتیں کر رہے تھے کہ میں نے کہا۔

تاشیل میں آج بہت خوش ہوں ایسا لگتا ہے کہ جیسے دنیا و جہاں کی تمام خوشیاں میری جھولی میں بھر دی گئی ہوں آئی لو یو سوچ تاشیل میں نے کہا اور بے اختیار اس کے گلے لگ گئی۔ خوشی سے میری آنکھوں میں آنسو آ گئے

آنکلہ میری جان تمہاری آنکھوں میں آنسو تاشیل نے تڑپتے ہوئے کہا۔

یہ تو خوشی کے آنسو ہیں پلیز انہیں بہنے دو تم میرے ہو یہ سوچ کر بھی مجھے بہت خوشی ہوتی ہے میں نے اس سے الگ ہو کر مسکراتے ہوئے کہا۔

آنکلہ میں تمہاری آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا ہوں تمہارے آنسو میرے دل پر تیزاب بن کر گرتے ہیں تاشیل نے ابھی اتنا ہی کہا تھا۔ کہ وہاں سوہانی نمودار ہوئی وہ بہت غصہ میں دکھائی دے رہی تھی غصے سے وہ کانپ رہی تھی آج میں زندگی میں پہلی بار اسے اتنے غصہ میں دیکھ رہی تھی اس کی غیر ہوتی حالت دیکھ کر میں اور تاشیل ڈر سے گئے۔

سو۔۔سوہانی۔تم یہاں میں نے حیران ہو کر کہا۔

پرتی تم نے اچھا نہیں کیا اس لڑکے سے شادی کر کے تم اس کی خاطر مسلمان ہو گئی اور ہمیں چھوڑ دیا۔تم نے اس سے شادی کر کے مجھے اپنا دشمن بنا لیا ہے میں تو اس دن ہی تمہاری دشمن بن گئی تھی جس دن میں نے تمہارے منہ سے سنا تھا کہ تم مسلمان ہو گئی ہو میں نے تمہیں کہا بھی تھا کہ تم اپنے مذہب پر واپس آ جاؤ اور اسلام کو چھوڑ دو لیکن تم نے میری بات کو رد کر دیا آج میں تمہیں ایسی سزا دوں گی کہ تم ساری زندگی یاد رکھو گی وہ غصہ میں بولے جا رہی تھی پرتی آج میں تمہیں بتاؤں گی کہ دوست سے دشمنی کیسے کی جاتی ہے اتنا کہہ کر اس نے تاشیل پر حملہ کر دیا اس کے ہاتھ میں خنجر تھا جو اس نے کمرے کے پیچھے چھپا رکھا تھا تاشیل اس کے حملے کے لیے بالکل بھی تیار نہ تھا سوہانی نے ایک ہی لمحے میں خنجر تاشیل کے سینے میں اتار دیا میں نے سوہانی کو بالوں سے پکڑ کر تاشیل سے دور کیا لیکن تب تک بہت دیر ہو چکی تھی تاشیل خون میں لت پت زندگی کی آخری سانسیں لے رہا تھا۔

تا۔۔تاشیل۔۔میں نے کہا اور اس کی طرف بڑھی تاشیل یہ سب کیا ہو گیا ہے تم مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتے ہو اگر تمہیں کچھ ہو گیا تو میں خود کو مٹا دوں گی۔ تمہارے بغیر جینے کا میں تصور بھی نہیں کر سکتی ہوں میں نے روتے ہوئے کہا۔

نہیں میری جان میں تمہیں چھوڑ کر نہیں جا رہا ہوں میں تو تمہارے دل میں ہمیشہ زندہ رہوں گا میری محبت تمہارے دل میں زندہ رہے گی میرے جانے کے بعد تم نے خود کو کوئی نقصان نہیں پہنچانا ہے تم میری خاطر زندہ رہو گی میری محبت کی خاطر تم نے جینا ہو گا تم مجھ سے وعدہ کرو کہ تم اپنے آپ کو کوئی بھی نقصان نہیں پہنچاؤ گی۔ بلکہ تم روزانہ میری قبر پر دیا جلاؤ گی وعدہ کرو کہ میری جان وہ ہاتھ کو پکڑ کر بولا۔

تاشیل میں تمہارے بغیر نہیں جی سکتی ہوں میں نے روتے ہوئے کہا۔

پلیز جان۔۔و۔۔وعدہ کرو ناں وہ بہت مشکل سے بولا۔

میں وعدہ کرتی ہوں کہ جیسا تم کہو گے میں ویسا ہی کروں گی جب تک مجھ میں سانسیں چل رہی ہیں تمہاری محبت کو زندہ رکھوں گی میں نے اس کے ہاتھ کو چومتے ہوئے کہا۔ اس نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا اس کی آنکھیں دھیرے دھیرے بند ہوتی گئیں اور پھر وہ مجھے چھوڑ کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چلا گیا۔ اس کا جسم بے جان ہو گیا اس کے جسم میں ایک سانس بھی باقی نہ رہی تھی اس کا بے جان ہاتھ میں میرے ہاتھوں میں ہی تھا اس کا چہرہ پرسکون دکھائی دے رہا تھا۔

تاشیل میں نے چیخ کر کہا۔ اور اس سے لپٹ گئی تم مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتے ہو میں اسے لپٹی ہوئی روتی ہی چلی گئی۔ مجھے کچھ ہوش نہ رہا جب ہوش آیا تو میں کمرے میں تھی اور امام صاحب میرے اس بیٹھے ہوئے تھے وہ مجھ پر کچھ پڑھ کر پھونک رہے تھے۔

شکر ہے بیٹی تم کو ہوش آ گیا۔ امام صاحب نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

بابا تاشیل کہاں ہیں میں نے روتے ہوئے کہا۔

بیٹی تمہیں دو دن بعد ہوش آیا ہے میں نے بستی والوں کے ساتھ مل کر تاشیل کو دفن کر دیا ہے امام صاحب نے اپنے آنسوؤں کو صاف کرتے ہوئے کہا۔

کہاں ہے تاشیل کی قبر میں نے روتے ہوئے پوچھا۔

امام صاحب نے باہر کی طرف اشارہ کیا میں بھاگتی ہوئی کمرے سے باہر آئی مجھے کچھ دور تاشیل کی قبر دکھائی دی میں بھاگتی ہوئی اس کی قبر پر جا گری اور رونے لگی۔

بیٹی صبر سے کام لو۔ کچھ ہونے والا ہوتا ہے وہ ہو کر ہی رہتا ہے جانے والے رونے سے واپس نہیں آتے ان کی یادیں ان کی باتیں ہی باقی رہ جاتی ہیں اٹھو بیٹی میرے ساتھ چلو تمہیں تو پتہ ہے ناں کہ تمہارے رونے سے تاشیل کو کتنی تکلیف ہوتی تھی وہ تو تمہاری آنکھوں میں آنسو دیکھ کر تڑپ اٹھتا تھا چلو بیٹی امام صاحب میرے بازو سے پکڑ کر مجھے اٹھاتے ہوئے بولے۔

نہیں بابا میں تاشیل کے پاس ہی رہوں گی آپ چلے جائیں میں اپنے تاشیل کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتی میں نے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

مگر بیٹی میں تمہیں اکیلا نہیں چھوڑ سکتا امام صاحب نے میرے پاس بیٹھتے ہوئے کہا۔

بابا آپ میری فکر نہ کریں میں آپ سے ملنے روزانہ آیا کروں گی آپ مجھے بتائیں کہ میری دشمن سوہانی کہاں ہے میں نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

وہ اپنے انجام کو پہنچ چکی ہے امام نے بتایا تو میں نے کہا۔

بابا آپ نے اسے کیوں مارا وہ میری دشمن تھی اسے میں مارتی تو مجھے زیادہ سکون ملتا۔ میری بات سن کر بابا نے کہا۔

بیٹی اگر میں اسے نہ مارتا تو وہ تمہیں بھی مار دیتی میں اگر وقت پر نہ پہنچتا تو شاید آج تم بھی اس دنیا میں نہ ہوتی امام صاحب اتنا کہہ کر خاموش ہو گئے۔

اچھا بابا آپ واپس چلے جائیں میں روزانہ آپ سے ملنے آیا کروں گی میں نے کہا تو امام چلے گئے امام کے جانے کے بعد میں کئی گھنٹے تاشیل کی قبر کے پاس بیٹھی رہتی پھر میں اٹھی اور تاشیل کی قبر پر دیا جلا دیا مجھ پتہ تھا کہ تاشیل میری آنکھوں میں آنسو دیکھ کر تڑپ اٹھتا تھا میں نے اپنے آنسوؤں کو روکنے کی بہت کوشش کی لیکن نہ

چاہتے ہوئے بھی میری آنسو بہتے رہے اب میں سارا وقت تاشیل کو ہی دیتی ہوں۔ اس کی قبر کے پاس بیٹھنا اور اس سے باتیں کرنا مجھے بہت ہی اچھا لگتا ہے پہلے میں روزانہ بابا کے پاس بھی جاتی تھی لیکن انکی وفات کے بعد میں یہاں سے کہیں نہیں گئی کیونکہ مجھے اپنے تاشیل سے دور ہونا بالکل بھی اچھا نہیں لگتا ہے میں نے تاشیل کو چاہا تھا چاہتی ہوں اور چاہتی رہوں گی آنکلہ اپنی کہانی سنا کر خاموش ہو گئی۔ میں نے اس کے چہرے کو غور سے دیکھا اس کی آنکھوں میں آنسو تھے جو اس نے اپنے ہاتھوں میں جذب کر لیے آنکلہ کی زندگی کی داستان بہت ہی دکھ بھری تھی جسے سن کر میری آنکھوں میں بھی نمی اتر آئی تھی اس کی داستان سن کر میں سوچ رہا تھا کہ اب بھی دنیا میں ہیر رانجھا اور شیریں فرہاد جیسے لوگ موجود ہیں جو سچے دل سے پیار کرتے ہیں اپنے محبوب کی محبت کی خاطر طرح طرح کی قربانیاں دیتے ہیں لیکن یہ بھی سچ ہے کہ محبت کے دشمن یہود اور سوہانی آج بھی ہر جگہ مختلف روپ میں موجود ہیں آنکلہ تاشیل کی جدائی میں پل پل مرتی ہے لیکن وہ آج بھی تاشیل سے کیا ہوا وعدہ نبھا رہی ہے وہ صرف تاشیل کی یادوں کے سہارے جی رہی ہے۔

آنکلہ میں تمہاری محبت کو سلام کرتا ہوں مجھے تم سے بہت ہی ہمدردی ہے محبت انسان کو ہر دکھ جھیلنا سکھا دیتی ہے یہ سرف میں نے سن رکھا تھا لیکن آج اس کی زندہ مثال تمہاری صورت میں دیکھ رہا ہوں میں نے سچے دل سے کہا۔ میری بات سن کر آنکلہ نے اپنا سر قبر پر رکھ دیا اور کہا۔

تم نے انداز محبت تو دیکھا ہے انداز وفا نہیں۔۔۔ پنجرہ کھلنے کے باوجود بھی کچھ پنچھی اڑا نہیں کرتے

میں خاموشی سے وہاں سے اٹھا اور کمرے میں آ گیا میرا دماغ آنکلہ کی سنائی ہوئی داستان میں ہی الجھا ہوا تھا نجانے کب مجھے نیند نے اپنی آغوش میں لے لیا میری آنکھ تو اس وقت کھلی جب آنکلہ نے مجھے آ کر جگایا۔ میں اٹھا اور منہ ہاتھ دھوکر ناشتہ کرنے لگا آنکلہ باہر تاشیل کی قبر کے پاس چلی گئی۔ ناشتہ کرنے کے بعد میں جانے کی تیاری کرنے لگا میں شیشے میں دیکھ کر کنگھی کرنے لگا اچانک ہی مجھے شیشے میں ایک لڑکی دکھائی دی وہ میرے پیچھے کھڑی تھی وہ مجھے شیشے میں واضح دکھائی دے رہی تھی اس کا چہرہ دکھائی نہیں دے رہا تھا اسکے کالے بال چہرے کو چھپائے ہوئے تھے لیکن اس کی سرخ آنکھیں مجھے دکھائی دے رہی تھیں۔ اس کو دیکھ کر میں ڈر سا گیا میری سانسیں اٹکنے لگیں۔ اس کے بعد کیا ہوا یہ سب جاننے کے لیے خوفناک ڈائجسٹ کا آئندہ شمارہ ضرور پڑھیے

محترم قارئین کرام۔ پچھلے دنوں یکدم میرے ابو کا انتقال ہو گیا ہے۔ میں بہت ہی صدمہ میں رہی ہوں۔ میں نے تو یہ سوچا بھی نہیں تھا کہ ہمارے اتنے شفیق اتنے چاہنے والے پیارے والد یکدم ہمیں چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ ان کی مغفرت کے لیے خصوصی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرتے ہوئے ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ اور ہم سب کو صبر دے کیونکہ ہماری آنکھیں ان کی جدائی میں آج بھی برس رہی ہیں ان کے خالی بیڈ کو دیکھتے ہیں تو آنکھیں برسنے لگتی ہیں۔ ہمارے ابو بہت ہی اچھے انسان تھے بہت ہی پیار کرنے والے تھے بہت ہی چاہت دینے والے تھے۔ لیکن کیا پتہ تھا کہ موت ان کو ہم سے جدا کر دے گی۔ ہم کو اکیلا کر دے گی۔ جب بھی نماز پڑھیں تو ان کی مغفرت کے لیے خصوصی دعا کیا کریں۔

------------- تم تم نشاد۔ رتووال۔

مایہ کال۔ قسط۔ ۶

۔۔۔محمد وارث آصف وال بھچراں۔۔ 0335.7082008۔

تیری یہ مجال کہ تو میرا غلام ہو کر مجھی کو دھوکہ دے میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ اور پھر اس نے دایاں ہاتھ بلند کیا تو اس کے ہاتھ میں ایک ترشول نمودار ہوا۔ جس کا رخ سعد کی طرف تھا۔ شپالی اس ترشول کو ہاتھ میں لے کر اپنے تولنے کی جیسے وہ بھی بھی وہ ترشول سعد کی طرف اچھال سکتی ہے اور اسے اپنے ہی خون چاٹنے پر مجبور کر سکتی ہے شپالی کے آگے اپنا پول کھلتا ہوا اور اسکے غصے کو بڑھتا ہوا دیکھ کر سعد سمیت تمام لڑکیوں کا دل دھڑکنا بھول گیا۔ ان پر شدید گھبراہٹ اور وحشت طاری ہو گئی۔ لڑکیاں خوف سے تھر تھر کانپ رہی تھی شپالی بدروح نے بنا وقت ضائع کئے اژدھے جیسی پھنکار ماری اور ترشول پوری قوت سے سعد کی جانب اچھالا سعد کو لگا کہ بس اس کا اب دی اینڈ ہو گیا ہے۔ اور اس کے تمام ارادے ہوا ہو گئے ترشول چنگاریاں نکالتا ہوا سعد کی جانب پوری قوت سے آیا مگر راستے میں ہی غائب ہو گیا۔ تمام لڑکیوں کی ایک ساتھ بھیانک چیخیں نکلیں اور انہوں نے ڈر کے مارے آنکھیں بند کر لیں شپالی اپنے وار کو خالی جاتا ہوا دیکھ کر حیران رہ گئی۔ اور شدید غصے میں آ گئی۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اس کے آشرم میں اس کا غلام جس کو اس نے اپنی شکتی کے سانچے میں ڈھال کر رکھا ہے وہ جادو کیسے جانتا ہو کہ اس کا وار ناکام کر گیا ہے یہ سوچ کر غصے سے اس کی نسیں پھٹنے لگیں پھر اچانک اس نے ایک بھرپور فلک شگاف چیخ ماری جس سے کھنڈر کے در و دیوار کے ساتھ ساتھ لڑکیوں کے دل بھی دہل گئے اور پھر اس نے اپنا خوفناک منہ کھولا اور پھر وہ کسی دروازے کی طرح کھلتا ہی گیا اتنا کھل گیا کہ اس کے اندر سعد اپنے دو ہاتھ با آسانی ڈال سکتا تھا۔ سعد کو شپالی کے اس قدر بھیانک وار کی ذرا بھی امید نہ تھی منہ کھلتا ہی دیکھ کر وہ بھی خوفزدہ ہو گیا اور دو قدم پیچھے ہٹا اچانک اس کے منہ سے آگ کی چنگاری سی نکلی جو بڑھتے بڑھتے ایک شعلہ بن گئی۔ اور وہ شعلہ سعد کی جانب بڑھا اس سے پہلے کہ سعد کا جسم اس آگ کی نذر ہو جاتا۔ اچانک شپالی کا ایک بازو کڑک کی آواز کے ساتھ اس کے جسم سے علیحدہ ہو گیا۔ ایک بازو کے جسم سے الگ ہونے کے بعد دوسرا بازو بھی کڑاک کی آواز سے اس کے جسم سے الگ ہو گیا شپالی کے منہ سے بھیانک اور وحشت ناک چیخوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔ پھر اس کے قدم ڈگمگائے اور وہ زمین پر دھڑام سے گری اور اسکی پہلے ایک ٹانگ علیحدہ ہوئی پھر دوسری ہوئی پھر آخر میں سر دھڑ سے الگ ہو کر فٹ بال کی طرح لڑھکتا ہوا دور جا گرا۔ کٹے ہوئے جسم کے ٹکڑوں میں ہلچل سی پیدا ہوئی سعد کو ایسے لگا کہ جیسے وہ جسم دوبارہ جڑنے ہی والا ہے مگر ایسا نہ ہوا۔ اور نجانے کہاں سے کیڑے نکلے جو آناً فاناً جسم کے ٹکڑوں سے لپٹ گئے یوں اس کی زندگی کا خاتمہ ہو گیا اس کے بعد وہ لڑکیوں کو لیے تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔ ایک سنسنی خیز اور ڈراؤنی کہانی۔

ہانیہ سے شادی کرنا مایہ کال کا دیرینہ خواب تھا جو پورا ہو چکا تھا۔ اسے ابھی بھی یقین نہیں ہو رہا تھا کہ وہ اپنی منزل سے اس قدر نزدیک ہے بلاشبہ اس شادی کے لیے اس نے کئی کرب اور کئی تکالیف سہی تھیں اس کا

سب سے بڑا دشمن سعد تھا جسے وہ اپنے قبضے میں کر کے سے اپنا غلام بنا چکا تھا۔ مایہ کال کو یقین تھا کہ اس کی انتہا شکتی سعد کو کبھی بھی نورانی شکتی واپس نہیں لانے دے گی سعد سے مایہ کال نے دل کھول کر انتقام لیا تھا اسے آج کل اس نے اپنی غلام روح شپالی کے ہاتھوں لڑکیاں اغوا کرنے جیسے ذلیل کام پر لگا رکھا تھا بلاشبہ یہ ایک ذلیل اور گھٹیا کام تھا خیر ایک عام بندے کی وہ اور بات ہے مگر ایک شکتی شالی دشمن کو قابو کر کے یوں رسوا کرنے کا مزہ ہی کچھ اور تھا۔ اور وہ آج کل مزے میں تھا ایک طرف بانیہ سے شادی اور دوسری طرف سعد کی یوں بے عزتی وہ اگر چاہتا تو خود بھی یہ عمل کر سکتا تھا مگر وہ آج کل پوری طرح بانیہ کو ہی چمٹا ہوا تھا اپنے کاروبار ایک شاندار کوٹھی اور جھوٹے ماں باپ عزیز و اقارب میں بانیہ بھی جیسے کھو سی گئی تھی۔

مایہ کال کے غلام اس کے خادموں یا دیگر عزیز و اقارب کی صورت میں بانیہ کو چمٹے ہوئے تھے اور بانیہ پوری طرح اب ان کی گرفت میں تھی اس معصوم کو نہیں علم تھا کہ اس کے ساتھ کیا کھیل کھیلا گیا ہے اور مزید کیا کچھ ہونے والا ہے وہ تو بس اپنی محبت کو حاصل کر کے بہت خوش تھی اور یہ محبت ایک بہت بڑا دھوکا تھی اس کے لیے مگر وہ اس سے ناانجان تھی مایہ کال اب بڑی بے صبری سے اس وقت کا انتظار کر رہا تھا جب اسے شکتی والی مورتی حاصل ہونا تھی۔ ونام جادوگر کی وہ ہیبت ناک شکتی والی مورتی جس کا راز انجانے میں بانیہ کو معلوم ہو گیا تھا۔ اور وہ شیطانی شکتیوں کی وجہ کا مرکز بنی تھی اور پھر اسے مایہ کال بڑی پھرتی اور چالاکی سے اپنی محبت کے جال میں پھنسایا نہ صرف یہ کہ جال میں پھنسا لیا بلکہ اپنے اور اس کے درمیان آنے والے ہر ایک کو مایہ کال نے تگنی کا ناچ نچوا دیا تھا جس کی سب سے بڑی مثال سعد تھا ایک نورانی شکتی والا سعد جس نے مایہ کال جیسے سادھو کو کئی بار موت کے منہ میں دھکیلا تھا مگر مایہ کال ہر بار بچ نکلا بانیہ کے ذریعے اس مورتی کا راز معلوم کرنے کا کوئی خاص سے نہیں تھا یا خاص علامت نہیں تھی ونام جادوگر کی پیش گوئی کے مطابق بانیہ جس سے اپنی مرضی سے شادی کرے گی وہی اس مورتی کی شکتی کا مالک ہو گا۔ اور یہ راز اسے بانیہ شادی کے بعد ہی سے بتلا سکتی ہے ہاں البتہ خاص علامت یہ ہوگی کہ اس سے سے چند دن پہلے اسے سپنے میں ونام جادوگر ملے گا جو بانیہ کے ذہن میں لگی ہوئی گرہ کھول دے گا یعنی اپنے قول کے مطابق کہ جب تک تیری شادی نہیں ہو جاتی تو جانتے ہوئے بھی یہ راز افشاں نہیں کر سکے گی۔ اور شادی کے کچھ سے بعد تجھ پر سے یہ پابندی بھی اٹھالی جائے گی اور پھر تو اپنے خاوند کو بلا جھجک یہ سب کچھ بتلا سکے گی بانیہ کو اب بھی وہ سارا واقعہ یاد تھا مگر اس نے حیرت انگیز طور پر اس کا ذکر اپنی ماں سے بھی نہیں کیا تھا شاید یہ سب اس جادوگری شکتی کا کمال تھا اب چونکہ شادی ہو گئی تھی اور مایہ کال ہی اس مورتی کا مالک تھا ونام جادوگر نے یہ سب راز تو بانیہ کو بتلائے تھے مگر وہ جان بوجھ کر خاص بات بانیہ کو نہیں بتلائی تھی اور وہ بات یہ تھی کہ مورتی کی شکتی حاصل کرنے اور اسے استعمال کرنے کے لیے بانیہ کی بلی دینا لازمی ہے اور یہ شاید اس لیے نہیں بتایا ہو گا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بانیہ اس ڈر کے مارے کسی سے شادی نہ کرے اور وہ اگر شادی نہیں کرتی تو پھر مورتی کا راز بھی کسی کو معلوم نہیں ہو گا۔ اور پھر وہ راز بانیہ کے مرنے کے بعد اس کے ساتھ قبر میں دفن ہو جائیگا۔ اس لیے ونام جادوگر اس خاص بات کو گول کر گیا بانیہ کو بھی علم تھا کہ اس مورتی کا راز اس کے دل میں دفن ہے اور وہ صرف مایہ کال کو ہی بتلائے گی بہرحال دونوں ہی خاموش تھے مایہ کال جانتا تھا کہ بانیہ سے اس سوال کا جواب کریدنا بے کار ہے اور بانیہ کے ذہن میں ونام نے تالا لگا رکھا تھا اس لیے جب تک وہ تالا بند تھا سمجھو وہ شکتی بند تھی اور جیسے ہی وہ تالا کھلا ادھر مایہ کال نے مورتی حاصل کی اور پھر دوسرے ہی لمحے بانیہ راہی عدم روانہ ہوئی اس لیے مایہ کال اب بڑی بے صبری سے اس لمحے کا ویٹ کر رہا تھا جب اسے وہ راز معلوم ہونا تھا۔ اور پھر اسے شکتی مہان بننا

تھا یہ اس کی زندگی کا سب سے بڑا سپنا تھا اس کا رویہ اور فرہمن سبن ہانیہ سے بالکل شوہر جیسا تھا اس طرح صبح سویرے تیار ہو کر گھر سے آفس کے لیے نکلنا اور پھر شام کو واپس آنا یہ اور بات تھی کہ وہ گھر سے آفس کی بجائے اپنی شیطانی کاموں کے لیے نکلتا تھا پوجا پاٹ بلی چڑھانا اور شکتی کے لیے کچھ بھی کرنا شامل تھا جو وہ روز کرتا تھا شادی کو پندرہ دن بیت چکے تھے۔

جس جادوئی گھر میں اس نے ہانیہ کو رکھا تھا وہ عام لوگوں کی نظر میں ایک ویرانہ تھا ایسا ویرانہ جہاں خاردار جھاڑیاں بکھرے ہوئے چھوٹے بڑے پتھر گندا پانی اور کوڑا کرکٹ تھا مایہ کال نے اس علاقے میں زبردست سحر چھوڑ رکھا تھا وہ سحر اتنا طاقتور تھا کہ بڑے بڑے شکتی والے بھی اس میں ڈوب چکے تھے ان کا علم بھی ان کو یہ بتلانے سے قاصر تھا کہ ادھر ایک شکتی شالی سادھو نے اپنا سحر چھوڑ کر ایک بڑا مکان بنا رکھا ہے عامل لوگ اتنا جانتے تھے کہ اس علاقے میں کوئی بہت بڑی شکتی آباد ہے جس نے اس علاقے کو اپنے قابو میں کر رکھا ہے جس کا نہ تو وہ کوئی اتا پتہ معلوم کر سکتے ہیں اور نہ ہی توڑ سکتے ہیں اس علاقے سے ان کو ایک عجیب سا خوف محسوس ہوتا تھا ایک ایسا خوف جو ان کو اپنا راز معلوم کرنے سے روکتا تھا اور اس بات پر مجبور کرتا تھا کہ وہ راز جیسا ہے جو بھی ہے اسے ویسے ہی رہنا دیا جائے ورنہ انکو کوئی بڑا نقصان پہنچ سکتا ہے اس لیے وہ جانتے ہوئے بھی خوفزدہ رہتے تھے اور کبھی بھی بھولے سے بھی سوچتے بھی نہیں تھے یہ مایہ کال کی ایک گہری چال تھی اس نے ہانیہ کی طرف آنے والا ہر راستہ بند کر دیا تھا۔ مایہ کال کا سب سے بڑا مسئلہ اب ہانیہ کی ماں اور باپ کا تھا جو زندہ تھے اور ہر وقت ان کا ادھر اور ہانیہ کا وہاں آنا جانا تھا مایہ کال اسے سخت ناپسند کرتا تھا وہ چاہتا تھا کہ وہ ہانیہ کی ماں اور باپ کی بلی چڑھا کر ان کا لذیذ گوشت اپنے غلاموں میں بانٹ دے۔ وہ کسی مناسب موقع کی تلاش میں تھا کہ اپنے راستے کا یہ آخری کانٹا بھی نکال لے۔

خاور اور اس کی بیوی بلاشبہ ایک کانٹے کی طرح ہی تھے ان کے ساتھ ساتھ دیگر رشتہ داروں اور دوستوں کا بھی ہانیہ کے ہاں آنا جانا تھا مایہ کال سمجھتا تھا کہ ان لوگوں کے آنے سے اس کے پھیلائے ہوئے جال یا سحر میں یا ان لوگوں میں سے کوئی اس کا بھانڈہ پھوڑ سکتا تھا اور اس کے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے اس لیے وہ اب اس آخری فکر کا بھی کریا کرم کرنا چاہتا تھا خاور اور اس کی بیوی کو ٹھکانے کے بعد یہ سلسلہ بھی بند ہو جانا تھا پھر وہ اس کے بعد ہانیہ کو وہاں سے نکال کر کسی ایسی جگہ جہاں کسی بھی انسان کا آنا جانا نہ ہو لے جانا چاہتا تھا اس وقت تک جب تک اسے وہ راز معلوم نہ ہو جاتا اور وہ ہانیہ کی بلی نہ چڑھا دیتا تھا اسے کسی بھی لمحے اس معصوم ہانیہ پر ترس نہیں آیا تھا نہ ہی ان سینکڑوں لوگوں پر جو اس نے بلی چڑھائے تھے اسے تو بس شکتی چاہیے تھی چاہے اس کے لیے جو بھی کرنا پڑے اور جب اس نے اپنی اکلوتی بیٹی کو نہیں معاف کیا اپنی اولاد کو اس نے شیطان کے لیے قربان کر دیا تو پھر ہانیہ یا دیگر لوگ اس کے سامنے کیا معنی رکھتے تھے وہ ایک سفاک اور جلاد تھا جس کا کام سر اڑانا اور بس یہی تو اس کا وطیرہ تھا سدا سے۔

شادی کے پندرہ دن ہانیہ کے کیسے گزرے اسے کچھ پتہ نہ چلا شادی کے لیے آئے ہوئے مہمان ان سے گپ شپ ہلہ گلہ باتیں اور ڈھیر ساری شاپنگ وہ اتنے دنوں اپنی معمولات میں بزی رہی کل سے سارے مہمان گھر کو جا چکے تھے اور جو باقی رہتے تھے وہ بھی آج چلے گئے تھے اب صرف اتنے بڑے گھر میں ہانیہ تھی اس کا شوہر تھا اور حویلی کے چار ملازم جن ایک مالی اور چوکیدار تھا کام کرنے والی ماسی اور اس کی بیٹی عمران صبح سویرے

آفس چلا جاتا ہو شام کو واپس آتا تھا وہ دن بھر اکیلی رہتی تھی اور مختلف کاموں میں خود کو مصروف رکھتی عورت کا خود کو مصروف رکھنے کے لیے گھریلو کام ہی ہوتے ہیں جن میں وہ سارا دن لگی رہتی ہے مگر ہانیہ کے گھر میں دو خادمائیں تھیں جو یہ سارے کام سنبھالتی تھیں وہ جب بھی کوئی کام کرنے جاتی ماسی ذکیہ اسے سختی سے وہ کام کرنے سے منع کر دیتی وہ زیادہ ضد کرتی تو اسے ذکیہ اکثر ڈانٹ دیتی اور اس کا ہمیشہ سے یہ قول اسے سننے کو ملتا تھا ہم ادھر یہی کام کرنے کے لیے آئی ہیں اور ہم کو اسی کام کے لیے تنخواہ دی جاتی ہے۔ اگر یہ کام تم کرو گی تو پھر ہم ادھر کیا کریں گے لہٰذا تم ان کاموں سے دور رہو وہ بار بار اصرار کرتی تو پھر ماسی اسے ڈانٹ دیتی اسے یہ برا لگتا تھا مگر وہ چپ ہو جاتی ذکیہ اس سے گپ شپ بھی لگا لیتی تھی مگر اس کی بیٹی نمرہ کافی اکھڑ تھی اور کم گو تھی اسے ہانیہ کبھی بھی وہ لیے نہیں بھاتی تھی ہر وقت اس نے نمرہ کو غصے میں اور کام میں جتی ہوئی دیکھا وہ اگر اسے کسی کام سے بلاتی تو وہ آ کر اس کے پاس کھڑی ہو جاتی اور یہ نہ پوچھتی کہ کیوں بلایا ہے یا کیا کام ہے بس جتنا پوچھو اتنا بولو کے مصداق سلسلہ ہوتا ہانیہ اسے کام بولتی تو وہ جی ہاں جی کہہ کر لی اور اسی طرح واپس مڑ جاتی ہانیہ اس کے مزاج اور اس کی اس عادت سے حیران تھی اسے حیرانی ہوتی کہ وہ سارا سارا دن بنا کچھ بولے رہتی ہے اور پھر شام کو سرونٹ کوارٹر میں کو بولے بنا جانے وہ کیسے کرتی ہے یہ سب اس نے اس بارے میں ذکیہ سے پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ وہ خود بھی اس کی اس عادت سے حیران ہے وہ شروع ہی سے ایسی ہے جب مرضی ہوتی ہے وہ چند بول دیتی ہے ورنہ ہفتہ ہفتہ بھر ایسے ہی گزار دیتی ہے بہرحال وہ دن بھی ایسے ہی گزر گیا اور رات ہوئی رات میں اس کا وقت کافی اچھا گزرتا تھا کیونکہ رات کو عمران آ جاتا تھا اور وہ اس سے گپ شپ کرتی اور سارے دن کے اپنے ایک ایک معمولات سے ایک ایک منٹ سے کیسے گزرا عمران کو بتاتی تھی وہ اسے خود کو مصروف رکھنے کا کہتا تھا۔

اب کی جیب میں اپنا میرا اسلام لے۔۔۔۔ کے پاس کی ۔۔۔ تک پہنچ گیا ہوگا۔

وہ سو رہی تھی جب اس کے کانوں میں عمران کی آواز سنائی دی تو اس نے کسمسا کر آنکھیں کھولیں صبح ہو چکی تھی اور روشنی پردوں سے چھن چھن کر آ رہی تھی۔

اٹھ جائیے سرکار۔ صبح ہو گئی ہے۔ منہ دھو کر ناشتہ کیجئے۔ ٹھنڈا ہو رہا ہے۔ وہ شیشے کے سامنے کھڑا اپنے بال بناتے ہوئے بولا۔ اس نے ایک آنکھ کھول کر وال کلاک کی طرف دیکھا تو نو بج چکے تھے پھر اس نے عمران کی طرف دیکھا جو اپنے بال بنانے کے بعد بھی کھڑا اسے پیار سے مسکرا کر دیکھ رہا تھا۔

صبح ہو گئی ہے وہ ہاتھ کر بازو پھیلاتے ہوئے بولی۔

ہاں جی صبح ہو گئی ہے اور جناب کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ آٹھ بج چکے ہیں۔ اور آٹھ بجے تو سارے شہر کے گدھے بھی چرنے نکل گئے ہوں گے اور تم ہو کہ ابھی تک سو رہی ہو۔

اچھا بابا اٹھ گئی بس۔ وہ ہاتھ جھٹک کر تیزی سے باتھ روم میں گھس گئی ناشتے کی ٹیبل پر اس نے دیکھا کہ عمران اس کا بے صبری سے انتظار کر رہا تھا ناشتہ کرنے کے بعد اس نے عمران کو گاڑی تک چھوڑا اور اسے الوداع کر کے وہ دوبارہ اسی بستر میں گھس آئی اور جلد ہی وہ دوبارہ سو چکی تھی دوبارہ جب اس کی آنکھ کھلی تو اس وقت بارہ بج چکے تھے اس نے کھانا کھایا اور ذکیہ کے ساتھ باتوں میں مصروف ہوئی جس سے اس کا کچھ وقت کٹ گیا نمرہ چائے بنانے آئی تو وہ ذکیہ کو چھوڑ کر اس کے پاس چلی گئی۔ جو اس وقت کیتلی میں پانی ڈال رہی تھی ہانیہ کی طرف اس نے نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھا اور اسی طرح کام میں لگی رہی ہانیہ نے پکا سوچ لیا تھا کہ وہ اس سے آج بات

کرکے رہے گی وہ چند منٹ تک اس کے سراپے پر نظر دوڑاتی رہی سولہ سالہ پتلی دبلی سی خوش شکل نمرہ اسے اپنے اندر ایک گہرا سمندر چھپائے ہوئے نظر آئی اس کی خاموشی اور کام سے کام رکھنا اس کی شخصیت میں ایک رعب سا پیدا کرتا تھا وہ مالکن ہوتے ہوئے بھی اس سے بات کرنے سے جھجک رہی تھی۔

نمرہ بات سنو۔ ہانیہ نے اس سے کہا تو اس نے چولہے پر کیتلی رکھ کر اس کی طرف دیکھا مگر منہ سے کچھ بھی نہ بولی۔ اس کے چہرے پر ایک گہری متانت تھی کہ معصومیت سی چھلک رہی تھی وہ اس کا گہری نظروں سے جائزہ لیتی رہی۔ اور نمرہ اسے خالی خالی نظروں سے دیکھتی رہی۔

کیا تمہارے منہ میں زبان نہیں ہے۔ یا گونگی ہو تم ہانیہ نے طنز کیا۔ اور بغور اس کا چہرہ دیکھنے لگی جیسے کہ وہ اس کے چہرے کے تاثرات پڑھ رہی ہو نمرہ نے بنا کسی تاثر کے اسے دیکھا مگر وہ کچھ بھی نہ بولی ہانیہ کو غصہ تو کافی آیا مگر وہ جب اس کے معصوم چہرے پر چھائی معصومیت دیکھی تو اس کا غصہ دور ہو گیا۔ وہ چل کر اس کے پاس آئی اور دونوں ہاتھوں سے اس کے دونوں شانوں کو پکڑ کر اس کا رخ اپنی جانب کیا اور پیار سے بولی دیکھو نمرہ تم میری ملازمہ نہیں بلکہ میری بہن ہو اگر میری کوئی بہن ہوتی تو وہ تم جیسی ہوتی میں تم کو اپنی بہن مانتی ہوں کیونکہ اس بھرے گھر میں تم دونوں کے علاوہ اور کون ہوتا ہے تم ہی تو ہوتی ہو اگر تم لوگ ہی مجھ سے باتیں نہ کرو تو پھر میں نے سارا دن کس سے باتیں کرنی ہیں خالی دیواروں کو ہی تو تکتے رہنا ہے ناں تم لوگ ہی تو میرا آسرا ہو اس گھر میں اس لیے یہ جو تم ہر وقت چپ کا روزہ رکھے گھومتی ہو ناں اب توڑ بھی دو اور میرے ساتھ باتیں کرو تاکہ تمہارا اور میرا ٹائم بھی اچھا گزر جائے۔ اور تم میری دوست بھی بن جاؤ پیاری پیاری کیوں نمرہ کیا تم میری دوست بنو گی ناں اس نے انگلی سے نمرہ کی تھوڑی کو اوپر کیا۔ نمرہ نے خالی سر ہلا دیا اور ہلکا سا مسکرائی مجھ سے باتیں بھی کرو گی ناں۔ اس نے دوبارہ سر ہلایا اچھا تو پھر آؤ مجھ سے گلے ملو ہانیہ نے بانہیں پھیلائیں تو نمرہ تیزی سے اس کے گلے لگ گئی پھر اچانک نہ جانے کیا ہوا وہ بڑی تیزی سے ہانیہ سے الگ ہوئی اور تقریباً بھاگتی ہوئی کچن سے نکلی ہانیہ نے اسے گھوم کر پیچھے سے روکنا چاہا وہ اس نے دیکھا کہ دروازے پر اس کی ماں کھڑی تھی جس کے چہرے پر غصے کے جیسے تاثرات تھے اس نے فوراً ہانیہ سے کہا۔

ہانیہ بی بی نمرہ بچی ہے آپ اسے کسی بھی اس کام کے لیے مجبور نہ کریں جو وہ کرنا نہ چاہتی ہو اور ہاں آئندہ اسے گلے نہ لگائیے گا آپ میں اور ہم میں کافی فرق ہے جتنی بھی گھر کے کام کاج ہیں ہم کرنے کو حاضر ہیں مگر ان چیزوں سے ہٹ کر ہم آپ کی کوئی بات نہیں مانیں گے اس نے اتنا کہا اور چل دی اور ہانیہ حیرانگی سے اس کا منہ دیکھتی رہ گئی پھر اس کے بعد سارا دن اس نے نمرہ کو نہیں دیکھا شاید وہ اپنے کوارٹر میں تھی وہ کیوں باہر نہیں آئی اور اس نے نمرہ سے دوستی کر کے ایسا کیا غلط کیا یہ بات وہ سارا دن سوچتی رہ گئی مگر وہ کسی نتیجے پر نہ جا سکی جانے کیا برا لگا تھا نمرہ کی ماں کو جو اس نے اتنا ری ایکٹ کیا اور سخت ناپسند کیا حالانکہ بطور مالکن اس کا اپنی ملازمہ سے دوستانہ انداز یقیناً نمرہ اور اس کی ماں کے لیے حیرانگی اور خوشی کا باعث ہونا چاہیے تھا لیکن انہوں نے الٹا اس کو ناپسند کیا یہ بات ہانیہ کو ہضم نہیں ہو رہی تھی بہر حال اس نے اس واقعہ کے بعد نمرہ کی ماں سے موڈ نہیں بنایا اور ادھر ادھر کی باتوں میں مشغول رہی اور حیرت انگیز طور پر نمرہ کی ماں نے بھی اسے کسی بھی لمحے اس چیز کا احساس نہ ہونے دیا کہ ایسا بھی کچھ ہوا ہے یا اس کے ایسا کرنے کا کوئی مقصد تھا۔

شام کو عمران جلدی آ گئے چینج کر کے انہوں نے کھانا کھایا کھٹے اور پھر کمرے میں سونے آ گئے عمران جیسے ہی بستر پر دراز ہوا ہانیہ تیزی سے اس سے بولی۔ عمران مجھے آج ایک بات بتایئے مگر وعدہ کریں کہ بالکل سچ

بتائیں گے چاہیے جیسے بھی ہو۔

اچھا۔ایسی بات ہے تو ٹھیک ہے وعدہ کرتا ہوں کہ سچ بولوں گا بتاؤ کیا بات ہے اس نے چہرہ اٹھا کر عمران کو دیکھا اور خوابیدہ سے لہجے میں بولی،

کیا مجھ سے پہلے بھی تم نے کسی سے پیار کیا ہے۔وہ اس کے اس سوال پر حیران رہ گیا او بھنویں سکیڑ کر بولا ہانیہ یہ کیسا سوال ہوا بھلا۔

نہیں ناں جیسا بھی سوال ہے مجھے بتاؤ۔وہ بچوں جیسی ضد کرتے ہوئے بولی۔میں نے جاننا ہے بس اور مجھے بتا ئیے میں ذرا بھی مائنڈ نہیں کروں گی کیونکہ وہ آپ کا ماضی تھا جو گزر گیا اور ویسے بھی وہ کون سا درخت ہے جس کو ہوا نہیں لگی پیار تو انسان کو ہو ہی جاتا ہے بندہ کوئی پوچھے کے تو نہیں کرتا نہیں۔بس آپ بتائیں کب ہوا کیا کیا ہوا کون تھی وہ وغیرہ وغیرہ۔

او ہولگتا ہے کہ آج تم پوچھ کے ہی چھوڑو گی لو بتاتا ہوں اور سچ سچ بتاتا ہوں وہ ہار مانتے ہوئے بولا

ہاں سچ۔وہ اس کی طرف پوری طرح متوجہ ہوگئی۔

میں اس وقت اکیس سال کا تھا یعنی آج سے کوئی آٹھ سال پہلے میری فون پر ایک لڑکی سے دوستی ہوئی تھی وہ دور کے ایک شہر میں رہنے والی تھی ہوا دراصل یہ تھا کہ میں ہوٹل میں کھانا کھا رہا تھا اکیلے وجس ٹیبل پر میں جا بیٹھا وہاں ریانی والے گلاس کی پلیٹ کے نیچے ایک چھوٹا سا کاغذ پڑا تھا جس پر ایک فون نمبر لکھا تھا اور نیچے اس فون کے مالک کا نام تھا مطلب کہ وہ نمبر ایک لڑکی کا تھا اور اس کا نام رابعہ تھا میں حیران ہوا کہ یہ رابعہ کون ہے اور اس کا نمبر یوں ایک ہوٹل کی ٹیبل پر کیا کر رہا ہے۔بحر حال پہلے تو میں نے سوچا کہ اس نمبر کو ضائع کر دینا چاہیے پھر خیال آیا کہ اس نمبر کو نوٹ کر لیتا ہوں اور اس رابعہ کو سمجھاؤں گا کہ اس بات کا آخر کیا چکر ہے اور اس کا نمبر یوں ہوٹل میں اور اس طرح کی حرکت اس کو یا پھر اس کے گھر والوں کو مہنگی بھی پڑ سکتی ہے بدنامی اور دیگر چیزیں پھر خیال آیا کہ ہو سکتا ہے کہ اس رابعہ نے یہ نمبر کسی اور کے لیے خود لکھ رہا ہو یا اسے دینا ہو ایا بحر حال میں نے سوچا کہ اسے سمجھانا چاہیے خیر میں نے نمبر نوٹ کر لیا اور باقی کا کاغذ پھاڑ کر کوڑے میں ڈال دیا۔

لیکن یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ اس رابعہ نے تمہیں ہی دینے کے لیے ادھر رکھا ہو وہ اس لیے کہ اسے پتہ ہو کہ تم ادھر آنے والے ہو لہذا ادھر لکھ کر ڈال دیا ہو ہانیہ نے سوال کیا تو وہ مسکرا دیا۔

نہیں یار۔ایسا نہیں ہے دیکھو پہلی بات تو یہ ہے کہ میری پوری زندگی میں رابعہ نام کی کوئی بھی لڑکی نہیں آئی نہ ماں کے خاندان میں کوئی رابعہ نام کی لڑکی تھی اور نہ ہی باپ کے خاندان میں نہ پڑوس میں اور تو اور جہاں جہاں میں نے تعلیم حاصل کی وہاں بھی رابعہ نہیں تھی ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی مجھے چاہتی ہو اور نمبر میرے لیے ہی ڈال گئی ہو تو پھر سوال یہ تھا کہ اسے کیسا پتہ تھا کہ میں نے اسی ٹیبل پر بیٹھنا ہے کیونکہ جس وقت میں اس ہوٹل میں داخل ہوا وہاں آدھے سے زائد ٹیبلز خالی تھیں اس لیے یہ نمبر میرے لیے نہیں تھا کھانا کھانے کے بعد میں اپنی گاڑی میں آ بیٹھا۔تو مجھے وہ نمبر کا قصہ بھول گیا مختلف کالز بھی آئیں مگر میرا دھیان ادھر نہ گیا خیر رات کو ایک دوست کو میسج کرتے وقت مجھے اس نمبر کا خیال آیا تو میں نے اس نمبر پر فون کر دیا۔لیکن کسی نے بھی اٹینڈ نہیں کیا میری عادت ہے کہ میں صرف دو بار ہی فون کرتا ہوں اگر کوئی آگے سے اٹھا لے تو ٹھیک ہے ورنہ تیسری بار نہیں کرتا۔فون کسی نے اٹنڈ نہ کیا تو میں نے پھر فون نہ کیا تقریباً پونے گھنٹے کے بعد اس نمبر سے مجھے میسج آیا کہ کون تو میں نے اپنا نام بتلایا اس نمبر سے دس منٹ تک کوئی میسج نہ آیا میں سمجھا کہ شاید مجھے لڑکا دیکھ کر اس نے جواب دینا مناسب نہ سمجھا

تو میں نے اسے دوبارہ کوئی میسج نہ کیا دس منٹ بعد پھر جواب آیا کہ آپ کون ہیں میں تو آپ کو نہیں جانتی میں نے لکھا کہ میں بھی آپ کو نہیں جانتا ہوں لیکن مجھے آپ کا نمبر اس طرح سے ہوٹل سے ملا تو میں نے یہ سوچ کر نوٹ کیا کہ آپ کو سمجھاؤں کہ یہ طریقہ ٹھیک نہیں ہے بدنامی ہو سکتی ہے آپ کی تو اس نے کہا کہ ایسا نہیں ہو سکتا آپ جھوٹ بول رہے ہیں میرا نمبر کسی دوست سے حاصل کیا ہے اور مجھے پٹانے کے لیے جھوٹ بول رہے ہیں آپ میں اس کے اس جواب پر بڑا غصہ آیا میں نے کیا سوچ کر فون کیا اور وہ کیا سوچ کر مجھ پر الزام لگا رہی تھی بحر حال میں نے اسے تکا سا جواب دیا کہ میرے پٹانے کے لیے میرے ارد گرد کافی لڑکیاں ہیں جن کو اگر میں چاہوں تو پٹا سکتا ہوں لیکن میں اس ٹائپ کا بندہ نہیں ہوں میں نے آپ کو اس مقصد کے لیے فون نہیں کیا تھا اگر آپ کو ایسا لگتا ہے تو سوری۔ دوبارہ میسج نہیں کروں گا۔ بائے۔ میں نے اسے لکھ کر سینڈ کر دیا۔ اور دو منٹ بعد اس کا میسج آیا جس نے اس نے مجھ سے سوری کیا اور میرا نام اور شہر کا نام پوچھا تو میں نے بتلا دیا اس نے اپنا نام رابعہ بتلایا اور شہر کا نام اس نے بتایا پھر اس نے پوچھا۔

کیا کرتے ہو۔

میں نے کہا۔ بی ایس سی فائنل ایئر میں ہوں۔

اسی طرح اس سے گپ شپ ہوتی رہی اس نے کہا۔

میں بی اے کر رہی ہو میرے دو بھائی ہیں اور چار بہنیں ہیں جن میں وہ سب سے بڑی ہے اور وہ اس کے ماں باپ چاچو پھوپھیاں دادا دادی سب مل کر ایک بڑے سے گھر میں رہتے ہیں۔

بحر حال میں نے اسے اپنا بائیو ڈیٹا بتلا دیا۔ پھر او کے کہہ کر رابطہ منقطع کر دیا۔ اگلے دن رابطہ نہ ہو سکا۔ سچ پوچھو تو میں بھول گیا تھا اگلے دن دوپہر کو اس کا مجھے سلام کا میسج آیا تو میں نے نمبر دیکھا وہ کوئی نیا نمبر تھا میں نے ریپلائی کیا پوچھا۔

کون۔۔تو آگے سے اس نے لکھا کہ۔

میں زندگی میں صرف ایک بار ہی لاجواب ہوا تھا فراز۔ جب اس نے مجھے پوچھا کہ کون ہو تم

میں اس جواب پر سیخ پا ہو گیا کہ ایک تو میسج بھی کرتا ہے اور الٹا قوالیاں بھی کرتا ہے بحر حال میں نے اس دن پھر دوبارہ کوئی فون یا پیغام نہ بھیجا۔ اگلے دن پھر اسی نمبر سے دوبارہ سلام کا میسج آیا اور میں نے اسی طرح پوچھا کہ کون تو پھر وہی شعر میں سمجھا کہ کوئی میرا دوست ہے جو مجھے خواہ مخواہ تنگ کر رہا ہے۔ بحر حال میں نے جواب نہ دیا شام کو اسی نمبر سے دوبارہ میسج آیا تو میں نے فون کر دیا مگر آگے سے اس نے بزی کر دیا۔ پھر اس نے اپنا تعارف کروایا وہ رابعہ تھی اس سے پھر تفصیلی بات ہوتے گئی اس نے مجھ سے میری زندگی سے متعلق ہر بات پوچھی اور میں نے بھی اسی طرح اس سے باتیں ہونے لگیں اور دوستی کب پیار میں بدلی مجھے علم نہ ہوا۔ میں نے اپنا پیار اس سے بالکل نہ چھپایا اور اس سے اظہار کر دیا۔ جس کا اس نے مثبت جواب دیا میں اس سے ہمیشہ جو بھی کہتا تھا سچ کہتا تھا مگر اس کو جھوٹ لگتا تھا اور میں اس کی تمام باتیں سچ سمجھتا تھا کیونکہ میرے دل میں کوئی کھوٹ نہ تھا۔ لیکن اس نے سچ نہ جانا میں اس کے ساتھ سیریس تھا لیکن وہ محض ٹائم پاس کر رہی تھی جب مجھے اس سے پیار ہو گیا تب اس نے مجھے بتلایا کہ وہ مجھ سے پہلے بھی اس طرح فون پر کسی اور سے بھی پیار کرتی تھی اس کی اس بات کا میں نے برا نہ منایا کیونکہ میں جانتا تھا کہ جو لڑکی مجھ سے اس طرح باتیں کرتی ہے وہ کسی اور سے بھی کر سکتی ہے ناں مجھے وہ کافی اچھی لگتی تھی اور شروع میں اس نے مجھ سے جس نمبر سے رابطہ کیا تھا وہ اس کی خالہ کا تھا وہ جب

بھی مجھ سے ناراض ہوتی یا کچھ دن بات نہ کرنے کو کہتی تو میں فوراً اس کو دھمکی دے دیتا کہ اگر اس نے رابطہ نہ کیا تو میں اس کی خالہ کا جینا حرام کر دیتا ہے اور کئی بار میں نے اس کی خالہ کو فون کیا بھی تھا جس کے جواب میں مجھے تھوڑے سے پھولوں کے ہار بھی ملے تھے وجہ یہ تھی کہ اس دوران میں نے رابطہ نہیں کیا تھا اس لیے میں پریشان ہو جاتا تھا اور اس کو لائن پر لانے کا یہ اچھا طریقہ تھا کیونکہ ادھر اس کی خالہ کو فون کیا ادھر اس کا نمبر آن ہوا اور اس نے رابطہ کر دیا بہرحال وہ مجھے سخت منع کرتی کہ اس نمبر پر فون نہیں کرنا خالہ ناراض ہوں گی یہ وہ مگر میرا جواب یہی تھا کہ میں نے ادھر فون کر دینا ہے بہرحال میں مکمل طور پر اس کی محبت میں گم ہو چکا تھا میں نے اسے نہیں دیکھا تھا مگر اس کی باتوں سے میں نے اس کا چہرہ اور اس کا سراپا اپنے ذہن میں بنالیا تھا اس نے مجھے اپنے بارے میں جیسے بتلایا تھا مطلب اپنا حلیہ وغیرہ میں نے اس کی تشبیہ بالکل سونا کشی -ہنا جیسی بنائی تھی وہی چال ڈھال وہی انداز حلیہ وغیرہ دن گزرتے رہے اور میرے دل میں اس کے لیے پیار بڑھتا رہا اور میں اسے ملنے اور اس کو اپنا بنانے کے سپنے دیکھنے لگا پاس والے شہر میں ابو کے ایک جاننے والے رہتے تھے فیضان نام تھا ان کا میری ان سے بڑی یاری تھی میں اپنی ہر بات ان سے شیئر کرتا تھا سو میں نے ان کو یہ سب بھی بتلایا اور درخواست کی کہ وہ اس کا کوئی حل نکالیں اور کسی بھی طرح ان کے گھر کو ڈھونڈ کر رشتہ بھیجیں میں نے کئی بار رابعہ سے اس کے والد کا نام پوچھا جو مجھے یاد تھا اور ذات بھی یاد تھی اس لیے مجھے یقین تھا کہ میں اس طریقے سے اس تک پہنچ جاؤں گا اپنے شہر میں واقع اپنے گھر کے بارے میں اس نے مجھے تفصیل سے نہیں بتلایا تھا فیضان نے مجھ سے کہا کسی طرح تم اس کا پتہ معلوم کرو کیونکہ جو اس نے اپنے ابو کا نام بتلایا ہے اس نام کے کئی افراد ہوں گے تو میں نے مختلف بہانے سے اس کا حدود اربعہ پوچھا مگر وہ بات گول کر گئی اور اس کی وجہ پوچھی تو میں نے اسے بتایا کہ میں اس گھر رشتہ بھیجنا چاہتا ہوں تو وہ حیران ہوئی اور مجھے سختی سے منع کر دیا کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ میں نے وجہ پوچھی تو اس نے روائتی سا جواب دیا کہ اس کا گھرانہ بارے میں کافی سخت ہے اس کے گھر والے غیر افراد میں رشتہ نہیں کرتے اگر خاندان میں لڑکا نہ ہو تو پھر لڑکی کو ساری زندگی کنواری گزارنا پڑتی ہے اور اس کی دو پھوپھو میں اسی طرح سے اس رسم کی بھینٹ چڑھ چکی ہیں میں نے اسے کافی سمجھایا کہ ہو سکتا ہے کہ اس کے گھر والے مان جائیں میں سو طریقے استعمال کروں گا ان کے شہر کے کسی وڈیرے کو بیچ میں لے آئیں گے تمہارے والد کو ہر لحاظ سے مجبور کر دیں گے مگر وہ نہ مانی میں نے بہت کوشش کی کہ مسئلہ حل ہو جائے یا وہ مان جائے مگر وہ نہ مانی لیکن اس کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ اسے میری محبت کا یقین ہو گیا اس نے مجھے خود بتلایا کہ اس بات سے پہلے وہ میری محبت کو ٹائم پاس سمجھتی تھی لیکن اب اسے یقین ہو گیا کہ تیری محبت واقعی سچی ہے تو میں نے اسے اتنا کہ کہ بندہ اگر خود جھوٹا اور فریبی ہو تو وہ دوسروں کو بھی اپنے جیسا ہی سمجھتا ہے بہرحال میں نے فیضان کو بھی منع کر دیا لیکن وہ چونکہ اس کے شہر کے ایک بڑے زمیندار سے تعلق بنا چکے تھے اس لیے انہوں نے میرے کام سے ہاتھ اٹھا لیے مگر اس زمیندار جس کا نام قاسم تھا اپنے روابط برقرار رکھے۔۔

پھر پھر کیا ہوا۔۔ بانیہ نے تجسس سے پوچھا۔

پھر کیا ہونا تھا میں نے جب دیکھا کہ وہ مجھ سے سیریس نہیں ہے اور اس کو میری ہر بات ہی جھوٹ لگتی ہے تو بہتر ہے کہ اس سے تعلق ہی ختم کر دیں سو میں نے اپنا وہ نمبر ہی بند کر دیا۔ ایسا کرتے ہوئے میرا دل کافی دکھا ۔ مجھے بہت دکھ ہوا کئی بار دل نے چاہا کہ رابطہ شروع کروں مگر میں نے دل پر قابو رکھا اور رابطہ نہ کیا اس کے لیے میرے دل میں چھائی محبت ویسی ہی رہی میں اس کے بنا تڑپتا رہا اور آخر کار وقت سب سے بڑا مرہم ہے سو

میں نے اپنے زخمی دل کے زخموں پر وقت کے ذریعے مرہم رکھ دیا مگر اس میں سالوں لگے میں نے اسے بڑی مشکل سے بھلایا نہ جانے کتنی راتیں اس کے ہجر میں کاٹیں میں اس سے شدید پیار کرتا تھا اور صدق دل سے اسے اپنا بنانا چاہتا تھا مگر اسے میری ضرورت نہ تھی میری محبت کی بے قراری کا علم نہ تھا یا وہ جان بوجھ کر مجھے تڑپا رہی تھی یا جو بھی تھا وہ بے وفا تھی جس نے میری بے لوث محبت کے بدلے میں مجھے بے وفائی کے تمغوں سے نوازا میری زندگی کو اجاڑا اور اس زندگی کو دوبارہ اسی ڈگر پہ لانے کے لیے مجھے سالوں لگ گئے وہ مجھے کچھ اور سمجھتی تھی مگر میں اس کے حق میں سچا تھا اور اسے اپنا بنانا چاہتا تھا مگر وہ محض ٹائم پاس تھی بہرحال اس کے بعد تم مجھے ملیں اس کالج میں اور پھر آگے کی کہانی تیرے سامنے ہے۔عمران کی اپنی کہانی ختم کی تو اس کی آنکھ میں نمی تھی واقعی سچی محبت کا صلہ نہیں ملتا بے وفائی کرنے والے اگر صرف اتنا سوچ لیں کہ ان کی اس حرکت سے اس انسان پر کیا گزرتی ہے تو وہ کبھی بھی ایسا نہ کریں۔

وہ واقعی پاگل تھی۔ہانیہ نے اپنا تجزیہ پیش کیا اگر وہ عقل مند ہوتی تو فوراً شادی کر لیتی تم سے کیونکہ جب اس کو علم ہو گیا تھا کہ تم اس سے سچی محبت کرتے ہو اور واقعی میں اسے حاصل کرنا چاہتے ہو اور حتیٰ کہ تم رشتہ تک بھیجنا چاہتے ہو تو تب اس کو منع نہیں کرنا چاہیے تھا کم از کم رشتہ چلا جاتا اور بیچ میں کوئی وڈیرا بھی آ جاتا تو کافی چانس تھے اس شادی کے اور اگر وہ تم سے واقعی پیار کرتی ہوتی یا اس کی محبت سچی ہوتی تو وہ لازمی ایسا کرتی مگر چونکہ وہ ٹائم پاس تھی اس لیے اس نے نہ تو ایسا کرنا تھا اور نہ ہی ایسا کیا اور ویسے بھی اگر انسان نیت کر لے تو وہ کیا سے کیا کر جاتا ہے ایک شادی کرنا کون سا مشکل کام تھا۔انسان کو دنیا داری نبھانا ہوتی ہے اور اگر انہی دنیا داروں سے تھرو اگر رشتہ جاتا تو اس کے ابو مجبور ہو سکتے تھے یا کوئی راستہ نکل سکتا تھا۔مگر بات وہی آ جاتی ہے کہ وہ سیریس ہوتی تو ایسا ممکن ہو سکتا تھا۔

ہاں بالکل تمہاری بات درست ہے فیضان نے اس قاسم سے اتنے تعلق پیدا کر لیے تھے کہ وہ ضرور راستہ نکال سکتے تھے مگر رابعہ نے منع کیا اور جب رابعہ ہی مجھ سے شادی پر رضامند نہ تھی تو پھر زور سے رشتہ کرنا مناسب نہ تھا۔اس لیے میں نے منع کر دیا عمران نے دکھ سے کہا اور چند پل کے لیے اس رابعہ میں کھو گیا پھر اچانک اس کی نظر وال کلاک پر پڑی جو رات کے بارہ بجا رہی تھی تو اس نے فوراً ہانیہ کو سونے کا کہا اور لائٹ آف کر کے سونے لگا مگر ہانیہ کافی دیر تک رابعہ اور عمران کی سٹوری میں کھوئی رہی اور خدا کا شکر ادا کرنے لگی کہ اس نے شادی نہ کی ورنہ اس کا کیا ہوتا اک بچگانہ سی سوچ تھی اس کی لیکن شاید وہ اس وقت خود غرض ہو چکی تھی کب اس کی آنکھ انہی سوچوں میں لگی اسے علم نہ تھا اسے تو تب ہوش آیا جب اسے عمران ناشتے کے لیے اٹھا رہا تھا اس نے کسمسا کر آنکھیں کھولیں اور فریش ہو کر ناشتے کی میز پر آ گئی اسے یاد تھا کہ آج اس کی ماں نے اس کے گھر آنا تھا اور وہ ماں اور ابو کے لیے ان کی پسند کے کھانے بھی بنانے والی ہے تو وہ جلدی سے ناشتہ ختم کر کے عمران کو الوداع کر کے نمرہ کی ماں کے ساتھ کچن میں جا گھسی اور مختلف قسم کے کھانے بنانے لگی جب بھی اس کے والدین اس سے ملنے آتے تو وہ ان کے لیے اسی طرح سے طرح طرح کے کھانے بنایا کرتی تھی ساتھ میں اس نے فون کر کے اپنے والدین کو جلد سے جلد آنے کا بھی کہہ دیا تھا نمرہ کو اس نے آج بھی نہیں دیکھا تھا اس نے سوچا کہ اسے جا کر نمرہ کا پتہ کرنا چاہیے تھا کہ وہ کیوں غائب ہے پھر اسے خیال آیا کہ شاید اس کی ماں اس بات کا برا مانے یا منع کرے تو اس نے نمرہ کی ماں کو کچھ چیزیں لانے کے لیے بازار بھیج دیا جونہی اسے گھر سے گئے تھوڑی دیر ہوئی وہ فوراً سرونٹ کوارٹر کی جانب بھاگی کمرے میں آ کر اس نے نمرہ کو چارپائی پر چھت کو گھورتے ہوئے دیکھا شکل

سے وہ بیمار لگ رہی تھی اس نے فوراً اس کا نام لے کر اسے بلایا تو نمرہ نے جھٹ سے اس کی طرف خوفزدہ انداز میں دیکھا اس کی آنکھوں کی پتلیاں پھیل گئیں اور چہرے پر زردی سی چھا گئی اس کا یہ انداز ہانیہ کے لیے انوکھا تھا وہ اسے دیکھ کر خوفزدہ کیوں ہوئی تھی۔

نمرہ کیا ہوا تمہیں کل سے نظر نہیں آئی تم کیا بیمار ہو ہانیہ نے آگے بڑھتے ہوئے کہا تو نمرہ ایک دم سے اچھل کر بستر سے الگ ہوئی بالکل ایسے جیسے ہانیہ اسے کسی تیز دھار آلے سے مارنا چاہتی ہو خدا کے لیے۔

بی بی جی۔ ادھر سے چلی جائیں خدا کے لیے چلی جائیں اور پلیز کچھ بھی سوال مت کریے گا۔ میں آپ کو کسی وقت سچ بتلا دوں گی چلی جائیں آپ۔ نمرہ نے ادھر ادھر دیکھ کر ہانیہ سے کہا تو ہانیہ حیران رہ گئی ابھی وہ اسی کشمکش میں کھڑی تھی کہ اور اس سے سوال کرنا ہی چاہتی تھی کہ اچانک نمرہ نے اس کا بازو زور سے پکڑا اور اسے تقریباً گھسیٹتی ہوئی کمرے سے باہر لائی اور خود جلدی سے کمرے میں داخل ہو کر دروازہ اندر سے بند کر دیا ہانیہ کبھی حیرانگی سے خود کو دیکھتی اور کبھی کوارٹر کے اس بند کمرے کو جس میں نمرہ ایسے بھاگی تھی کہ جیسے نمرہ کے لیے اس کا وجود ایک حقیر انسان کا ہو جیسے وہ شدید نفرت کرتی ہو اور اسی نفرت کے بل بوتے پر اسے اپنے روم سے کال باہر کیا ہو ہانیہ کو نمرہ پر بہت غصہ آیا اس کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ جس طریقے سے نمرہ نے اسے کمرے سے باہر نکالا تھا اور اسے کمرے سے نکل کو کہا تھا وہ ابھی اور اسی وقت اسے اپنے گھر سے نکال دیتی مارے غصہ سے اس کی نسیں پھٹنے لگیں اس سے پہلے کہ وہ غصہ میں کچھ کرتی اچانک کمرے کا دروازہ کھلا اور نمرہ باہر نکلی نمرہ نے جلدی سے ہانیہ کا اسی انداز میں ہاتھ پکڑا اور اسے کسی طرف لے جانے لگی ہانیہ نے اس پر شدید مزاحمت کی مگر نمرہ نے اسے خاموشی سے ساتھ چلنے کو کہا۔ ہانیہ اس وقت شاکڈ کی کیفیت میں تھی اور وہ اس نمرہ کو دیکھ رہی تھی حیرتی دیکھ رہی تھی اور اس نے آج پہلی بار نمرہ کو بولتے بھی سنا لیکن آخر نمرہ اسے کہاں اور کس لیے لے جا رہی تھی یہ اسے معلوم نہ تھا وہ بس اس کے پیچھے پیچھے چلی جا رہی تھی کل تک ایک سیدھی سادھی اور کم گو نمرہ آج اسے ایک نڈر عورت دکھائی دے رہی تھی اور جس طریقے سے وہ اس پر اپنی مرضی مسلط کرنا چاہتی تھی ہانیہ نمرہ پر پیچ پا تھی۔ نمرہ اسے لیتے ہوئے مکان کے پچھواڑے میں واقع ایک درخت کے نیچے لے گئی اور بولی۔

اب بولیے کیا بولنا ہے۔

تم ایک نہایت مکار اور ذلیل لڑکی ہو اور تم جس طرح کا رویہ میرے ساتھ رکھ رہی ہو میں اپنے گھر سے نکال سکتی ہوں تم ایک ملازمہ ہو کر مجھ پر اپنی مرضی مسلط کر رہی ہو کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ یہ کیسی ذلیل حرکت ہے اور تم مجھے یہاں کس وجہ سے لائی ہو۔ ہانیہ غصہ سے پھنکارتے ہوئے بولی۔ ایک تو تم بھی بہت عجیب ہو جب بولنے پر آتی ہو بندے کے تن بدن میں آگ لگا دیتی ہو اور نہیں بولتی تو بندہ بے شک بھونکتا رہے تم پر کوئی اثر نہیں ہوتا آخر تم ہو کیا مجھے اتنا بتا دو۔

بس اتنا ہی بولنا تھا یا کچھ اور بھی رہتا ہے نمرہ نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ تو ہانیہ پھر گومگو کی کیفیت میں مبتلا ہوئی۔ وہ نمرہ کی شخصیت کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی کہ آخر جب وہ اسے بولنے یا باتیں کرنے کو کہتی ہے تو یہ ایسے ہوتی ہے کہ جیسے منہ میں زبان نہیں ہے اور جب بولنے پر آتی ہے تو بڑے بڑوں کو حواس باختہ کر دیتی ہے۔ اسے کل والی اور آج والی نمرہ میں زمین آسمان کا فرق محسوس ہو رہا تھا۔ جب کچھ دیر تک ہانیہ نہ بولی تو نمرہ بولی۔

ہانیہ بی بی مجھے آپ کو چند اہم باتیں بتلانا ہیں۔ مگر ان سب سے پہلے آپ کو مجھ سے اللہ اور اس کے نبی ﷺ کی قسم اٹھا کر یہ وعدہ کرنا ہوگا کہ آپ میری باتیں کسی اور کو نہیں بتائیں گی عمران صاحب کو بھی کسی بھی حال

میں یا چاہیے جو بھی ہو جائے مگر میں۔

ہانیہ نے کچھ بولنا چاہا تو نمرہ نے اسے فوراً ٹوک دیا اگر مگر بعد میں کرتی رہنا اور پہلے وعدہ کرو پھر او کے بابا ٹھیک ہے پکا وعدہ کہ کسی کو بھی نہیں بتلاؤں گی ہانیہ نے نہ سمجھتے ہوئے انداز میں وعدہ کرتے ہوئے کہا آج آپ کے ماں باپ ادھر آنے والے ہیں ناں۔

ہاں۔ آنے والے ہیں مگر کیوں اس میں کیا خاص بات ہے وہ تو اکثر آتے رہتے ہیں۔

اچھا تو ان کو ادھر آنے سے منع کر دیں۔ اور ایسا کریں کہ ان سے کہیں کہ وہ جب تک اپنی آئی موت مر نہیں جاتے یہاں نہ آئیں اور آپ بھی ان سے کبھی نہ ملیں بولیں کیا کریں گی آپ ایسا۔

کیا کیا۔ منع کر دوں۔ تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے بھلا یہ تم کیسی باتیں کر رہی ہیں میں اپنی ماں باپ کو کیوں آنے سے اور زندگی بھر نہ ملنے کا تم سے وعدہ کروں۔ ہیں مجھے لگتا ہے کہ تمہاری ماں بالکل ٹھیک کہتی ہے کہ تمہارا کبھی کبھی دماغ نکل جاتا ہے اور شاید اس لیے وہ تم کو بولنے سے منع کرتی ہین کیونکہ ان کو پتہ ہے کہ تم نے ایسے ہی اول فول بکنا ہے تو بہتر ہے تم کو بولنے ہی نہ دیا جائے بحر حال مجھے اب تمہاری ساری کہانی کا علم ہو چکا ہے اور میرے خیال میں تم کو تمہارے حال پر چھوڑ دینا چاہیے تو بہتر ہے میں نجانے کیا سمجھ بیٹھی تھی مجھے لگا کہ تم شاید کوئی اہم بات بتاؤ گی مگر مجھے کیا پتہ تھا کہ تم ایسے ہی اول فول بکو گی۔ اور میرا دماغ خراب کرو گی میرے خیال میں مجھے چلنا چاہیے ہانیہ نے غصے سے اور طنز سے بھر پور لہجے میں کہا اور اسے وہیں چھوڑ کر چل دی جبکہ نمرہ اسے خالی خالی نظروں سے جاتا ہوا دیکھتی رہی جب وہ وہاں سے کمرے میں داخل ہوئی تو اس کی نظر کیبنٹ پر پڑی جہاں نمرہ کی ماں اس کی مطلوبہ اشیاء لے کر آ رہی تھی وہ وہاں سے پلٹی اپنی چیزیں اس سے لے کر سنبھالیں اور کچن میں جا گھسی کچن میں جا کر اس نے عمران کو فون کر کے کہا کہ وہ اپنی گاڑی اس کے والدین کے گھر بھجوا دے اور پھر وہ خود بھی جلد سے جلد آنے کی کوشش کرے تو عمران نے اسے تسلی دی اور اپنی گاڑی فوراً وہاں بھیجنے کی حامی بھر لی۔ ہانیہ کو یقین تھا کہ کم سے کم گھنٹہ تک تو اس کے والدین نہیں آئیں گے اس لیے وہ مطمئن تھی کہ وہ اتنے ٹائم میں ضیافت کا سامان ضرور تیار کر لے گی اس کے ذہن میں کام کے دوران نمرہ کی انہونی باتیں کئی بار آئیں مگر اس نے اسے نمرہ کی بد دماغی سے تشبیہ دی اور صاف جھٹک دیا تقریباً پندرہ منٹ بعد عمران نے اسے فون کیا کہ اس نے ڈرائیور کو گاڑی دے کر ادھر بھیج دیا ہے یہ سن کر اس نے ذرا سی تیزی دکھانا شروع کر دی اسی دوران میں نمرہ بھی آ گئی ہانیہ نے اسے غور سے دیکھا وہ اسی وقت کی طرح آج بھی بجھی بجھی سی اور خاموش کھڑی تھی ہانیہ نے اسے آٹا گوندنے کو کہا اور خود سلاد بنانے میں مصروف ہو گئی جبکہ نمرہ کی ماں سالن بنا کر اب کھیر بنانے لگی تھی اتنے میں کوئی دس منٹ بعد اس کے نمبر پر عمران کا فون آیا وہ بدحواس سا تھا اس نے ہانیہ کو بتلایا کہ اس کے ماں باپ کا راستے میں آتے ہوئے ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے گاڑی کی حالت بہت خراب ہے اور اس میں سوار تمام افراد شدید زخمی ہیں وہ اس کا انتظار کرے کیونکہ وہ اسے ساتھ لے کر اس ہسپتال میں جانے والا ہے جہاں زخمیوں کو لایا گیا ہے ہانیہ کے لیے یہ صدمہ برداشت سے باہر تھا۔ سلاد کی پلیٹ اس کے ہاتھ سے گر گئی اور وہ وہیں ڈھے گئی اور بے تحاشہ رونے لگی اور اپنے والدین کی سلامتی کی دعائیں کرنے لگی نمرہ کی ماں نے اس سے پوچھا تو اس نے روتے ہوئے ایکسیڈنٹ کا بتلایا۔ نمرہ کی ماں نے اسے کافی تسلی دی مگر نمرہ نے حیرت انگیز طور پر نا تو کوئی بات کی اور نہ ہی اس نے ہانیہ کی کوئی ڈھارس بندھائی ہانیہ کا برا حال تھا وہ بار بار دعائیں کر رہی تھی اور نمرہ کی ماں اسے تسلیاں دے رہی تھی تقریباً بیس منٹ بعد وہ ہسپتال کے ایمرجنسی وارڈ میں عمران کے ساتھ موجود تھی اندر اس کی ماں با

اوران کے ڈرائیور کی جان بچانے کی کوششوں میں ڈاکٹر مصروف تھے ڈاکٹرز کے اسسٹنٹس بار بار اندر باہر آپریشن روم میں سے نکل رہے تھے اندران تمام افراد کے لیے خون کا انتظام بھی ہو گیا ہانیہ عجیب سی حالت میں اپنے والدین کی صحت یابی کے لیے سراپا دعا تھی منت منت اس کا بہت بھاری گزر رہا تھا عمران بار بار اندر باہر نکلتے اور ڈاکٹروں سے مریضوں کا حال پوچھتے مگر وہ صرف دعا کرنے کو کہتے اور یہ چار وہ جا تقریبا گھنٹے کے بعد ان سے سنئیر ڈاکٹر نکلے تو عمران ان کی جانب تیزی سے گھوما اور بڑی بے قراری سے پوچھا ڈاکٹر صاحب میں ان مریضوں کا رشتہ دار ہوں آپ بتائیے کیا ہوا ڈاکٹر نے اسے دیکھ کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور بولے۔

مجھے بہت افسوس ہے بیٹے کہ ہم ان تینوں میں سے کسی کو بھی نہیں بچا پائے انکی حالت کافی خراب تھی ان کا بچنا محال تھا یہ کہہ کر وہ چل دیا ادھر جب ہانیہ نے یہ سنا تو اسے لگا کہ جیسے اس کے قریب کسی نے دھماکہ کر دیا ہو اور اس دھماکے میں پھٹنے والے بارود نے اس کے جسم کے ہزار ٹکڑے کر دیے ہوں ڈاکٹر کے الفاظ اس پر ایک دھماکے کی طرح برسے پھر اسے کچھ پتہ نہ چلا کہ کیا ہوا اس کا ذہن اندھیروں میں ڈوب گیا عمران نے اسے بے ہوش ہوتا دیکھ کر اسے بازوؤں میں سنبھال لیا۔ اورتھوڑی دیر وہ بے ہوشی کی حالت میں ہسپتال کے بستر پر لیٹی تھی اور ڈاکٹرز اس کے ہوش میں لانے والی دوائیاں اس پر استعمال کر رہے تھے عمران نے فون کر کے نمرہ اور اسکی ماں کو ہانیہ کی دیکھ بھال کے لیے ہسپتال بلا لیا اور خود لاشوں کا پوسٹ مارٹم مکمل ہونے کے بعد ایمبولنس کے ذریعے ہانیہ کے ماں باپ کے گھر لاشیں لے گیا ہانیہ کے رشتہ داروں کو اطلاع ہو چکی تھی اس لیے سب وہاں موجود تھے لاشوں کی حالت کافی خراب تھی لہذا ان حالات میں سب نے جلد سے جلد نماز جنازہ پڑھ کر دفنانے کو کہا مگر عمران بضد تھا کہ ہانیہ ذہنی صدمے سے دوچار ہے اور اس کے دماغ پر کافی گہرا اثر پڑا ہے لہذا اسے ہوش میں آنے کے لیے اڑتالیس سے بہتر گھنٹے لگ سکتے تھے تو عمران نے اجازت دے دی کہ شام تک ان کو دفنا دیا گیا۔ یوں ایک ہنستا بستا گھر لمحوں میں اجڑ گیا اور ہانیہ زندگی بھر کے لیے اپنے والدین کے شفیق سائے سے محروم ہو گئی۔

اس کے والدین کو مرے ہوئے دو ماہ کیسے بیتے اسے پتہ نہ چلا وہ بس اپنے والدین کے مرنے کا غم سینے سے لگائے ہر وقت روتی رہتی اور قسمت کی ستم ظریفی پر اشک بہاتی رہتی عمران نے اسے ہر وقت خوش رکھنے کے لیے کوئی کسر نہ چھوڑی حتیٰ کہ وہ اسے وہاں سے ایک پرفضا پہاڑی مقام پر لے گیا جہاں ہر سو ایک پرفضا سنہری دنیا آباد تھی جہاں کی ہوا اتنی لطیف اور پرکشش تھی کہ اس کے حصار میں قید ہو کر تمام دکھ درد ہوا ہو جاتے تھے ان پرفضا اور حسین مناظر لیے وہ نظارے روح کی گہرائی میں اتر کر ہر غم کو دھو ڈالتے تھے جس جگہ عمران نے چند کمروں کا ایک ریسٹ ہاؤس لیا تھا وہ ایک پہاڑ کی چوٹی پر واقع تھا اس گھر کے علاوہ آس پاس کوئی گھر نہ تھا اردگرد جنگلات کا وسیع و عریض سلسلہ تھا جن کے درمیان پختہ اینٹوں کی اک سڑک بنائی گئی تھی جو جنگلات کے سمندر سے نکلتی ہوئی سانپ کی طرح بل کھاتی ہوئی اس ریسٹ ہاؤس کی طرف آنکلتی تھی ریسٹ ہاؤس میں کل چار کمرے تھے جن میں تین نیچے اور ایک اوپر تھا وسیع و عریض صحن جس میں جھولا بھی لگا ہوا تھا غرض ہر لحاظ سے ایک فرحت بخش مقام تھا اس گھر میں ہانیہ کے ساتھ ساتھ نمرہ اور اس کی ماں کے علاوہ دو چوکیدار ایک مالی اور ایک باڈی گارڈ بھی تھا چوکیداروں میں سے ایک رات کو اور ایک دن کو ہفتے ہفتے کی شفٹ پر چوکیداری کرتے تھے باڈی گارڈ چھت والے کمرے سے بھی اوپر ایک چھوٹے سے کمرے میں رہائش پذیر تھا مالی چوکیداروں کے ساتھ کوارٹر نمبر میں ایک میں اور نمرہ اور اس کی ماں کوارٹر نمبر دو میں رہتی تھیں عمران صرف ہفتہ اور اتوار کو وہاں

آتا تھا اور باقی کے دن وہ اپنے دفتر میں مصروف رہتا تھا۔ ہانیہ کی دلجوئی کے لیے اس نے وہاں ہر قسم کے آئٹمز رکھے تھے اس جگہ پر ان کو آئے ہوئے سوا مہینہ ہو چکا تھا نمرہ اب بھی اس طرح خاموش خاموش رہتی تھی مگر اس کی ماں ہر وقت ہانیہ سے چپکی رہتی تھی اور اس کا دھیان کسی نہ کسی کام کی طرف ہٹائے رکھتی وہ اکثر اپنے باڈی گارڈ کے ساتھ سویرے اور شام کو اس پرفضا مقام کی سیر کرنے لازمی جاتیں جن میں نمرہ کم و بیش ہی موجود ہوتی دن گزرتے رہے اور گزرتے دن کے ساتھ ہانیہ کا غم بھی ہلکا ہوتا گیا۔ اب وہ ایک نارمل زندگی گزار رہی تھی اس کا اندر کا حال تو کافی بڑا تھا مگر باہر سے وہ دوبارہ دنیاداری میں کھوئی گئی تھی ایک شام جب وہ جھولا جھولتے ہوئے اپنے والدین کی یاد میں گم تھی اچانک اسے نمرہ کی وہ انہونی اور بے تکی باتیں یاد آئیں وہ باتیں جو اس نے اس دن ایکسیڈنٹ سے کچھ وقت پہلے اس سے کہی تھیں کہ اپنے والدین کو ادھر آنے سے منع کرو اور ہمیشہ کے لیے ان سے ناطہ توڑ لو یہ بات اسے پہلے یاد نہیں آئی تھی اب اچانک اسے یاد آئی تو وہ تجسس میں مبتلا ہو گئی۔ کہ آخر نمرہ نے اسے ایسا کیوں کہا کیا اسے علم تھا کہ ان کا ادھر آتے ہوئے ایکسیڈنٹ ہونے والا ہے یا ایسا کیا تھا کہ اس نے ہانیہ کو پیشگی اطلاع دی کہ ایسا ہونے والا ہے اور اگر وہ اس وقت نمرہ کی بات کو مان کر اپنے والدین کو آنے سے منع کر دیتی تو وہ نہ آتے اور نہ ہی وہ فوت ہوتے کیا نمرہ کو الہام ہوا تھا وہ مسلسل اسی نکتے پر بار بار سوچنے لگی نمرہ کا اس دن اچانک اسے اپنے کمرے میں سے باہر نکلنے کو کہنا اور دروازہ بند کرنا اور پھر دروازہ کھول کر اسے کھولی کے پچھواڑے پر لے جا کر یہ باتیں بتلانا یہ سب کیا تھا۔ مسلسل سوچنے کے بعد ایک بات تو اس کے ذہن میں آ گئی کہ نمرہ اسے پچھواڑے میں اس غرض سے لائی تھی کہ اس کے خیال میں یہ جگہ ان کے کمرے سے بھی محفوظ تھی اور وہ کسی ایسی جگہ ہی اسے لا کر مزید باتیں بھی بتاتی اگر وہ اس دن اس کا مذاق نہ اڑاتی اس نے سوچا کہ اسے ایک بار پھر نمرہ سے ان سوالوں کے جواب معلوم کرنے چاہیں مگر وہ جانتی تھی کہ اس کی ماں ہر وقت اس سے چپکی رہتی ہے اور جب تک اس کی ماں کہیں جائے گی نہیں نمرہ سے جواب معلوم کرنا مشکل ہیں اور نمرہ کی ماں کو کہیں بھیجنے کے لیے اسے کچھ کرنا ہوگا اور وہ طریقہ یہ تھا کہ نمرہ کی ماں کو شہر والی کوٹھی میں کسی بہانے سے کچھ چیزیں لانے کو بھیجا جائے تو اس سے ہانیہ کو کافی ٹائم مل سکتا ہے یہ اچھا آئیڈیا تھا اس لیے ہانیہ نے اسی وقت نمرہ کی ماں کو کہہ دیا کہ کل وہ شہر والے گھر چوکیدار کے ساتھ گاڑی میں جائے اور وہاں سے اس کے لیے گرم کپڑے اور اس کے والدین کے گھر میں ان کی تصویریں اور دیگر سامان لے آئے جو الماری میں ہانیہ کی ماں نے رکھی تھیں نمرہ کی ماں نے فوراً حامی بھر لی اور صبح ہی صبح وہ چوکیدار کے ساتھ جو کہ ڈرائیور بھی تھا شہر کے لیے روانہ ہوئی نمرہ کی ماں کے روانہ ہونے کے بعد وہ کوارٹر نمبر دو میں نمرہ سے ملنے گئی اس نے کمرے میں جا کر دیکھا تو نمرہ کسی سوچ میں گم ہو کے چھت کو گھورے جا رہی تھی نمرہ کو ہانیہ کے آنے کا بھی علم نہ ہوا وہ جب نمرہ کے پاس والے پلنگ پر بیٹھی تو تب نمرہ نے اسے خالی خالی نگاہوں سے گھورا ہانیہ کے چہرے پر شرمندگی سی عود آئی نمرہ نے آس پاس محتاط طریقے سے دیکھا اور پھر پلنگ سے اٹھ کر وہ باہر کی جانب لپکی اور ہانیہ کو ساتھ آنے کا اشارہ کیا ہانیہ چپ چاپ اس کے پیچھے چلتی گئی نمرہ کا رخ دروازے کی جانب تھا شاید وہ گھر سے باہر ہانیہ کو لے جانا چاہتی تھی اسے باہر کی جانب روانہ ہوتا دیکھ کر ہانیہ تیزی سے اس کے قریب آئی اور ساتھ قدم ملا کر چلنے لگی مین گیٹ سے گزرنے کے بعد نمرہ نے شمال کی جانب رخ کیا اور پھر چلتے چلتے وہ جنگل کے ایک گھنے حصے کی جانب آئی ہانیہ نے راستے میں بات کرنا چاہی مگر نمرہ نے اسے روک دیا جنگل میں موجود ایک گھنے پیڑ کے درخت کے تلے آ کر نمرہ رکی اور اس نے پہلے ادھر ادھر چاروں طرف محتاط نگاہوں سے ایسے دیکھنے لگی کہ جیسے اسے شک ہوا کہ ان کو کوئی دیکھ رہا ہے پھر اس کے

بعد اس نے درخت کے چاروں طرف چکر لگایا ہانیہ حیرانگی سے اسے ایسا کرتے دیکھنے لگی کئی بار اس نے ثمرہ سے اس بارے میں پوچھنا چاہا مگر ہانیہ نے اسے سختی سے بولنے سے منع کیا بحر حال درخت کے چاروں طرف چکر لگا کر اس نے ہاتھ سے ہانیہ کو پاس بلایا اور اسے بچوں کی طرح سے درخت کے تنے کے پاس کھڑا کر کے اسے انگلی کی مدد سے خاموش رہنے کا اشارہ کیا پھر اس کے بعد اس کے ہونٹ ہلنے لگے بالکل ایسے کہ جیسے وہ کچھ بول رہی ہو مگر وہ انتہائی آہستہ آہستہ آواز میں بول رہی تھی ہانیہ نے اس کے بولنے والے الفاظ پر غور کیا تو اسے لگا کہ ثمرہ کوئی اور ہی ملک کی بولی بول رہی ہے جو اس کی سمجھ سے باہر ہے چند منٹ تک ثمرہ ایک جگہ کھڑے ہو کر وہی الفاظ دہرائی رہی پھر اس نے پاس ہی درخت کی لٹکتی ہوئی ایک چھوٹی سی شاخ توڑی اور اس شاخ کے پتے علیحدہ کر کے ایک پتلا سا ڈنڈا نما بنا لیا۔ اور پھر وہ اسی عجیب زبان میں کچھ بولنے لگی اور ڈنڈے کو زمین پر لگا کر درخت کے چاروں طرف شاید دائرہ لگانے لگی مگر دائرہ بن نہیں رہا تھا کیونکہ درخت کے نیچے والی زمین پر پتے اور بڑی بڑی گھاس تھی مگر ثمرہ نجانے کیوں ایسا کر رہی تھی ہانیہ کو ایک بار پھر اس کی دماغی حالت پر شک ہونے لگا اسے لگا کہ جیسے ثمرہ پاگل ہو گئی ہے جو نہ جانے کیا اول فول بک کر ایک تلی سی ڈنڈی کے ساتھ اس جگہ پر دائرہ لگا رہی ہے جہاں ہر طرف گھاس ہی گھاس اور ہر طرف سوکھے پتے ہیں ہانیہ بڑی حیرانگی سے ثمرہ کو یہ سب کرتے ہوئے دیکھ رہی تھی اب حیرانگی کی جگہ وہ ثمرہ کی اس بے تکی حرکت پر مسکرانے لگی تھی اور اب وہ ثمرہ سے اس انہونی حرکت کے متعلق پوچھنا چاہتی تھی ثمرہ ان اسی طرح غیر زبان میں پتلی سی ٹہنی کی مدد سے تین بار درخت کے چاروں طرف ایک دائرہ بنایا۔ تین چکر پورے ہونے کے بعد اس نے درخت کی جانب نظر دوڑائی اور پھر درخت کے اونچے تنے کو دیکھ کر اس نے وہ ڈنڈہ وہیں پھینک دیا اور پھر اس نے تنے کی جانب پھونک ماری پھونک مارنے کے بعد اس نے ہانیہ کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھا جو الو کی طرح آنکھیں پھاڑے اس کی یہ شعبدہ بازی دیکھ رہی تھی ہانیہ شاید اب بھی اس کی دماغی حالت پر شک کر رہی تھی ثمرہ نے ہانیہ کی طرف دیکھتے ہوئے حکمیہ لہجے میں کہا۔

ہانیہ جس جس جگہ میں نے ٹہنی سے جو دائرہ لگایا ہے جب تک میں نہ کہوں تم اس دائرے سے باہر نہیں نکلو گی اب بیٹھ جاؤ۔ ہانیہ نے ایک بار پھر اس جگہ کو دیکھا جہاں بقول ثمرہ کے اس نے دائرہ لگایا تھا اور پھر اس نے ثمرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

دائرہ۔۔۔۔ کیسا دائرہ۔ مجھے تو کوئی دائرہ نظر نہیں آ رہا ہے۔ ہانیہ کی اس بات پر ثمرہ جھینپ سی گئی۔ اور بولی۔

میں نے تم کو بتایا ہے تم کو تجزیہ کرنے کو نہیں بولا اب بیٹھ جاؤ۔ ہانیہ بیٹھ گئی۔ اور بڑی تیزی سے بولی۔

ثمرہ مجھے آج تم کھل کے بتاؤ کہ یہ سب کیا چکر ہے اس دن تم نے مجھ سے میرے والدین کو ادھر آنے سے مجھے منع کیا جا میں نہ مانی اور راستے میں ان کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تم نے اتنے یقین سے باتیں کیسے کی ہیں اس کے علاوہ تم نے اب جو یہ حرکت کی ہے یہ سب کیا ہے۔

دیکھو ہانیہ اب چونکہ میں نے اپنے اور تمہارے اردگرد حصار قائم کر دیا ہے اس لیے تم اور میں اس رذیل ڈائن سے اس وقت تک اوجھل ہیں جب تک ہم اس دائرے کے اندر ہیں لیکن مجھے لگ رہا ہے یہ دائرہ زیادہ دیر تک اس کا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ کیونکہ اس کی شکتی بہت بڑی ہے وہ یہ دائرہ توڑ سکتی ہے۔ بحر حال میں نے تم سے اس دن واقعی سچ کہا کہ تم اپنے والدین کو ادھر آنے سے منع کر دو اگر تم اس وقت میری بات مان لیتی تو تمہارے والدین کی زندگی کچھ دن بڑھ سکتی تھی مگر تم نے میرا مذاق اڑایا۔ اور میری دماغی حالت پر شک کیا اور نتیجہ تم نے دیکھ لیا۔ ثمرہ کی اس بات پر ہانیہ چونکی اور تیزی سے بولی۔

زنیلی ڈائن۔ یہ کیا بلا ہے۔ اور یہ دائرہ واوراس کی شکتی کیا مطلب میں کچھ نہیں سمجھی ہوں۔
ہاں۔زنیلی ڈائن۔ جسے تم ہروقت اپنے اردگرد دیکھتی ہو میری ماں کے روپ میں وہ میری ماں نہیں ہے وہ میری کچھ نہیں لگتی ہے وہ ایک ڈائن ہے شکتی شالی ہے اور زہریلی ڈائن جسے خاص طور پر تمہاری حفاظت کے لیے رکھا گیا ہے۔ ہانیہ جی۔ نمرہ کی اس بات پر ہانیہ کو جیسے حیرانگی کا دورہ پڑ گیا اوراس کا منہ مارے حیرت کے کھلے کا کھلا رہ گیا۔
ڈائن اور میرے ساتھ۔ اور وہ بھی تمہاری ماں نہیں ہے نمرہ نے اثبات میں سر ہلایا۔ ہانیہ شاید اتنے بڑے انکشاف کے لیے تیار نہیں تھی اس لیے اس کا دماغ اس حقیقت کو قبول کرنے کو تیار نہیں تھا اس لیے وہ ابھی تک اس حقیقت کے سحر میں کھوئی ہوئی تھی اوراس سے الفاظ نہیں بن رہے تھے۔
اگر یہ سب سچ ہے تو عمران۔ کیا عمران کو پتہ نہیں ہے مجھے فوراً اس کو اطلاع دینی ہوگی ورنہ وہ ڈائن اسے مارڈالے گی اور مجھے بھی۔ اف اللہ میں اتنے دن ایک ڈائن کے ساتھ رہی اور مجھے پتہ بھی نہ تھا چلو آؤ عمران کو فون کرتے ہیں کیونکہ میں نے اسے وہیں بھیجا ہے اور سب سے بڑی غلطی تو میری اپنی ہی ہے میں نے خواہ مخواہ اس منحوس جگہ میں آنے کی ضد کی میں وہیں ٹھیک تھی اپنے اس گھر میں تمہاری ان باتوں سے مجھے خوف آرہا ہے مجھے آج ہی یہ گھر چھوڑنا چاہیے۔ ہانیہ نے تیزی سے کہا تو نمرہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ اور قہقہے لگانے لگی ہانیہ اسے ہونقوں کی طرح دیکھنے لگی ہانیہ کو لگا کہ جیسے یہ سب ایک مذاق تھا جو نمرہ نے بیان کیا ہے اوراب وہ مجھے بے وقوف بنتا دیکھ کر ہنس رہی ہے عمران۔ نمرہ عمران کا نام سن کر پھر سے اسی طرح کھلکھلا کر ہنسنے لگی ہانیہ بڑی حیرانگی سے کبھی اس کی بتائی ہوئی باتوں پر غور کرتی تو کبھی اس کی اس بے جا ہنسی پر ہانیہ کے دماغ میں کچھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے کیا وہ نمرہ کی باتوں پر یقین کرے یا پھر اسے ایک ڈرامہ قرار دے۔
اچانک ہی اک تڑتڑاہٹ کی آواز سنائی دی۔ اور پھر جھٹ سے اک کڑاک کی آواز بلند ہوئی ہانی و نے ادھر ادھر اس آواز کی سمت کا اندازہ کرتے ہوئے جب اوپر کی طرف دیکھا تو بس وہ دیکھتی رہی گئی ابھی چند منٹ پہلے وہ جس ہرے بھرے درخت کے نیچے بیٹھی ہوئی تھی وہ چند لمحوں میں ہی سایہ دار سے خزاں رسیدہ ہو چکا تھا۔ اس کے اچانک ہی تمام سبز پتے اور ٹہنیاں خشک اور جھڑ چکی تھیں اور یہ سب ایک دم سے ہی ہوا تھا ابھی وہ اسی انہونی میں گم تھی کہ اچانک درخت ایک جھٹکے سے ان کی طرف جھکا اور پھر آن کی آن میں وہ پوری شدت سے ان پر جا گرا ہانیہ اور نمرہ کی چیخیں بلند ہوئیں۔ نمرہ کو آخری مرتبہ ہانیہ نے جب دیکھا وہ سجدے میں تھی اور پھر دوسرے ہی لمحے ایک تناور درخت کی سوکھی ہوئی نوکدار شاخیں اس کے جسم کے آر پار ہو چکی تھیں اور نمرہ کے جسم سے خون تیزی سے سبز گھاس کو رنگین بنا رہا تھا اس سے آگے ہانیہ کچھ نہ دیکھ سکی اوراس کے ہوش وحواس ختم ہو گئے نجانے کتنا وقت اس نے اس بے ہوشی کے عالم میں گزارا اسے جب ہوش آیا تو وہ جنگل کی بجائے اپنے کمرے کے بیڈ پر تھی اوراس کے اوپر عمران جھکا ہوا تھا ساتھ میں نمرہ کی ماں بھی تھی اس نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں اور پھر جب اسے ہوش آیا تو اس کے دماغ میں پرانا منظر گھوما تو اس نے زوردار چیخ ماری اور عمران سے ایک جھٹکے میں لپٹ گئی۔ اور زور زور سے رونے لگی۔ عمران اسے بار بار تسلیاں دینے لگا اور پیار سے اس کے گھنے بالوں پہ ہاتھ پھیر رہا تھا ہانیہ جتنا رو سکتی تھی روئی اور جب اس کے اندر کی بھڑاس نکل گئی تو عمران نے اسے بیڈ پر لٹا دیا۔ اوراس کے پاس ہی بیٹھ گیا۔
عمران وہ۔۔ وہ سب۔ ہانیہ نے شدید دہشت زدہ انداز میں عمران کو کچھ بتلانا چاہا مگر اس نے ہانیہ نے

خاموش کرا دیا۔ اور بولا۔

بانیہ میری جان کچھ بھی نہیں ہوا ابھی۔ وہ ایک حادثہ تھا اور حادثہ کسی کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے اور تمہارے لیے خوشی کی بات ہے کہ نمرہ بھی بچ گئی ہے اور تم بھی نمرہ کے زندہ ہونے کی خبر سن کر وہ تقریباً اچھل پڑی۔

کیا کیا نمرہ زندہ ہے۔

ہاں وہ زندہ ہے۔ شکر ادا کرو کہ میں تائم پر وہاں پر آ گیا۔ ورنہ نجانے کیا ہو جاتا۔ اور تم فکر مت کرو وہ جلدی ہی ٹھیک ہو کر ادھر آ جائے گی اور میں نے تم کو کہا بھی تھا کہ اور نمرہ کی ماں نے بھی کہ وہ مفلوج دماغ کی لڑکی ہے اس سے دور رہنا اور تم پھر بھی۔ وہ تو بچی تھی مگر تم تو بچی نہیں ہو بانیہ عمران نے اسے ڈانٹا۔ تو وہ شرمندہ ہو گئی اس نے معافی مانگی کہ وہ آئندہ کبھی بھی نمرہ کے ساتھ اکیلی باہر نہیں جائے گی بانیہ کو چند معمولی خراشیں آئی تھیں جبکہ نمرہ بھی عمران کے بقول زخمی تو تھی مگر زیادہ نہیں مگر وہ باوجود کوشش کے یہ بات نہ سمجھ پائی کہ آخر ہرا درخت سوکھا کیسے اور بانیہ نے یہ بھی باوجود کوشش کے نہ پوچھ سکی کہ جب اس نے اپنی آنکھوں سے نمرہ کے جسم میں ان گنت شاخیں گھسی دیکھی تو پھر وہ بچی کیسے بچ بھی گئی تو وہ معمولی زخمی کیسے تھی۔

سعد نے جب سادھو کے اپنی بیٹی کے بغیر آتے دیکھا تو حیرانگی سے با آواز بلند پوچھا شانتی بیٹی کو کیوں نہیں لائے پجاری جی۔ کمرے میں بلب روشن تھا اور اسی بلب کی روشنی میں پجاری نے سعد کے روپ میں نگاہ دوڑائی تو اسے اس علم کی مدد سے جو اس نے سو مرتبہ ورد کیا تھا اس نے سعد کے اندر چھپی ہوئی آسیبی قوت کی حامل شپالی بدروح کی تمام شکتیوں کو دیکھ لیا پجاری یہ بھی جانتا تھا کہ جس منتر کا اس نے سو مرتبہ ورد کیا تھا وہ بڑے آرام سے سعد سے یہ کہتا ہوا ساتھ پڑی چارپائی پر بیٹھ گیا کہ شانتی آ رہی ہے اور اسی دوران پجاری نے اکول ورت کے حساب سے دل ہی دل میں منتر کی اتنی گنتی پوری کر لی اس دوران سعد کو شدید گھبراہٹ سی ہوئی اس کا دم گھٹنے لگا اور اسی گھٹن میں وہ چارپائی سے اٹھنے لگا تو پجاری نے تیزی سے اس پر منتر پھونک دیا سعد کا سارا جسم زور زور سے کپکپانے لگا اسے ایسا لگا کہ جیسے اس کے منہ ناک اور کانوں سے دھواں سا نکل رہا ہو اور اسکی آنکھیں باہر کو ابلنے لگیں اور سر چکرانے لگا وہ سر کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر چارپائی پر جا بیٹھا پجاری نے تیزی سے سعد کا ہاتھ پکڑ لیا اور ایک بھرپور فاتحانہ نگاہ اس نے سعد کے سراپے پر ڈالی اور پھر اسے زور سے حکم دیتے ہوئے بولا۔ تم جو کوئی بھی ہو یہ میرا حکم ہے کہ اپنے اصل روپ میں میرے سامنے آ جاؤ سعد کا جسم ایک بار پھر جھٹکے کھانے لگا۔ اور وہ اپنی اصل حالت میں اصل ور روپ میں ظاہر ہو گیا اور اس کا تبدیل کیا ہوا حلیہ ایک دھوئیں کی مانند اس کے سراپے سے اڑ گیا پجاری نے سعد کو غور سے دیکھا اور اس کو یقین آ گیا کہ اب اس کے اندر سے تمام شیطانی شکتیاں ہٹ گئی ہیں۔ اور وہ اپنے اصل روپ میں ہے تو پجاری نرم لہجے میں بولا۔

تم کو ادھر کس نے بھیجا ہے۔ سعد کو اپنے اندر کافی کمزوری محسوس ہو رہی تھی اسے ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے کسی نے اس کے جسم کی ساری طاقت سلب کر لی ہو اسے کمزوری کی وجہ سے چکر سے آنے لگے اس کا حلق بھی خشک ہو گیا تھا میں جانتا ہوں کہ تم خود آسیب نہیں ہو تم کسی آسیب کے کاری کرتا ہو مجھے یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ تم کو جس شیطانی شکتی کے قبضے میں تھے اسے تم کو میری بیٹی کے اغوا کے لیے بھیجا ہے اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی جان گیا ہوں کہ تم ایک مہا شکتی نورانی شکتی کے مالک ہو ایک مسلمان ہو مگر تیری شکتی سلب کر لی گئی ہے اور یہ سب کیا تھا تمہاری ان سے کیا دشمنی ہے یا تم ان کے قبضے میں کیسے گئے مجھے اسے کوئی سروکار نہیں ہے بس اتنا بتلا دو کہ

وہ کون تھا جس نے تم کو شانتی کو اٹھانے کے لیے بھیجا تھا سعد اتنا تو جان گیا تھا کہ پجاری کی بیٹی کا نام شانتی ہے جبھی اس نے شپالی بدروح جیسی بڑی شکتی والی کو اپنے قابو کیا ہے سعد خود بھی انہی شیطانوں سے جان چھڑانا چاہتا تھا اور اس کے لیے یہ خوشی کی بات تھی کہ سادھو کے روپ میں ایک مسیحا مل گیا تھا جس نے اس کی جان ان شیطانوں سے چھڑا دی تھی اور وہ اب مکمل آزاد تھا مگر اسے یہ علم نہ تھا کہ اس کی نورانی شکتی اب کب بیدار ہو گی اور وہ کب ان سے نمٹے گا۔ سعد کا رواں رواں خوشی سے سرشار تھا اس نے خوشی سے پجاری سے کہا۔

مجھے جس نے یہاں بھیجا ہے وہ ایک بدروح ہے اور اس کا نام شپالی ہے۔

وہ کہاں رہتی ہے۔ پجاری نے تجسس سے پوچھا۔

یہ تو مجھے علم نہیں کہ وہ کہاں رہتی ہے ہاں وہ ایک آسیب زدہ کھنڈر ہے جو یہاں سے دور ایک جنگل کے قریب ہے شپالی اسی جگہ پر رہتی ہے۔

ہوں۔ تو وہ خود کیوں نہیں آئی۔ اس نے تم کو کیوں بھیجا ہے وہ خود بھی تو شکتی والی ہے پھر اس نے تم کو بہروپ دے کر کس وجہ سے ادھر بھیجا ہے۔

نہیں معلوم کہ ایسا کس وجہ سے ہے اس نے مجھے اپنے قبضے میں کر رکھا تھا اور میں ایک غلام اس کے ہر حکم کا پابند تھا۔ اور لازمی بات ہے جو آقا نے کہتا ہے تو غلام نے اسے بلا چوں چراں کے اسے ماننا ہے اور میں بھی یہی کرتا تھا اب وہ ایسا کیوں کرتی ہے یا اس کے پیچھے کیا راز ہے یہ تو میں نہیں جانتا۔ شپالی بدروح نے مجھے اپنی شکتی کے حصار میں جکڑ لیا تھا اور میں مجبور تھا میں نے اسکے کہنے پر چھ لڑکیاں اغوا کی تھیں جن میں پانچ تو شپالی کے پاس ہیں اور چھٹی تمہاری بیٹی تھی اور خدا کا شکر ہے کہ میں مزید گناہ سے بچ گیا سعد کی اس بات پر پجاری نے تیزی سے پوچھا۔

یہ بتلاؤ کہ جو پانچ لڑکیاں تم نے اغوا کی ہیں کیا وہ سب زندہ ہیں یا اس شپالی بدروح نے ان کی بلی چڑھا دی ہے مجھے شک تھا کہ پانچ لڑکیاں جو عین اس وقت اغوا ہوئیں جب ان کا بیاہ بس ہونے ہی والا تھا ان کو ضرور کسی بدروح نے کسی خاص مقصد کے لیے اغوا کیا ہے۔

ہاں وہ سب زندہ ہیں اور اس بدروح کے آشرم میں موجود ہیں اور بے ہوش پڑی ہوئی ہیں۔ سعد کی اس بات پر پجاری نے بھگوان کا شکریہ ادا کیا اور کہا۔

جب سے وہ لڑکیاں اغوا ہوئیں تو میرے من میں بھی یہ کھٹکا رہنے لگا کہ شاید کہیں میری بیٹی بھی ان کا شکار نہ بن جائے اس وسوسے نے میری رات کی نیندیں اڑا دی تھیں مجھے ہر وقت اپنی بیٹی کی فکر ستاتی رہتی تھی اور میں سخت اپ سیٹ تھا مگر اب بھگوان نے کرپا کر دی ہے اور میری بیٹی اب ہر لحاظ سے محفوظ ہے لیکن تم نے اپنا نام نہیں بتلایا۔ اور یہ بھی نہیں بتلایا کہ تم ان شیطانوں سے کیوں جنگ کر رہے ہو۔

میرا نام سعد ہے پجاری جی۔ یہ بڑی لمبی داستان ہے مگر میں مختصر طور پر اتنا بتا دیتا ہوں کہ نیکی اور بدی کی طاقتوں کے درمیان لڑائی جاری ہے اور اس لڑکی کی وجہ ایک مسلمان لڑکی ہے جس کو ایک ایسی مورتی کا پتہ ہے جو جادوگر دتام نے بنائی تھی اس مورتی کو حاصل کرنے کا مطلب ہمیشہ کی زندگی اور دنیا پر راج کرنا ہے۔

او میں سمجھا۔ مجھے بھی اس مورتی کا علم ہے اس مورتی کی کہانی کا علم ہے کئی بار میرا بھی جی چاہا کہ میں بھی اس مورتی کو حصول کے لیے اپنی توانائی صرف کروں پھر خیال آیا کہ ہو سکتا ہے کہ اس شکتی کو حاصل کرنے کے لیے مجھ سے بھی بڑے سادھو میدان میں ہوں اور ان سے ٹکر مجھے مہنگی پڑ سکتی ہے بس اسی وجہ سے میں باز رہا۔

پجاری نے اپنے دل کی بات بتا دی۔

اچھا کیا پجاری جی جو باز رہے ورنہ مہا کال نجانے کیا سلوک کرتا اور ویسے بھی جب مجھ جیسا نورانی شکتی والا شخص ابھی تک اس کو ہرا نہیں پایا اور الٹا ان کا غلام ہو گیا تو آپ پھر سعد نے بات راستے میں ہی چھوڑ دی۔ تو پجاری نے اثبات میں سر ہلایا اور کہا۔

ہاں بیٹے تم ٹھیک کہتے ہو میرے پاس بھگوان کا دیا ہوا جتنا بھی ہے بس کافی ہے اور یہ بتاؤ کہ مہا کال اس کا ماتمی کہاں تک پہنچا ہے کیا وہ اس مورتی کے حصول کی منزل کو پا گیا ہے یا باقی ہے۔۔

اگر وہ منزل پا لیتا ہے وہیں آپ کے سامنے اس وقت کیسے زندہ ہوتا۔ اس نے بہر حال منزل کی جستجو میں کافی راستہ طے کر لی ہے اور باقی میں اسے طے کرنے نہیں دوں گا۔

تمہارا حوصلہ بلند ہے نوجوان۔ مجھے امید ہے کہ تم اس شیطان کو مار دو گے مگر اس کو مارنے سے قبل تم ان لڑکیوں کو اس بدروح کے چنگل سے آزاد کرواؤ گے۔ وہ تمام معصوم ہیں ان کو بے موت نہیں مرنا چاہیے سعد۔

بات تو ٹھیک ہے آپ کی پجاری جی میں ہر صورت میں ان تمام لڑکیوں کو ان کے ماں باپ تک پہنچانا چاہتا ہوں مگر ان تمام لڑکیوں کو شپالی بدروح کے آشرم سے نکال کر لے جانا مشکل کام ہے اور خاص طور پر اس حالت میں جب میری نورانی شکتی بھی ابھی بیدار نہیں ہوئی اور خالی حالت میں اس کے پاس موت کے منہ میں ہاتھ ڈالنے کے مترادف ہے سعد کی بات سن کر پجاری سوچ میں پڑ گیا۔ اور بولا۔

سعد تمہاری اس پریشانی کا میرے پاس حل ہے۔

مگر پجاری جی یہ یاد رہیں کہ شپالی بدروح کوئی عام بدروح نہیں ہے اس پر تمہارا جادو شاید ہی کام کرے۔

میں نے تمہارے سامنے اس بدروح کی شکتی کو شکست دی ہے اور تم کو اس کے آسیب سے آزاد کیا ہے۔ اور اس کی شکتی کو تمہارے جسم سے نکال باہر کیا ہے نوجوان میں اگر ایسا کر سکتا ہوں تو شپالی کے طلسم کو بھی توڑ سکتا ہوں یہ شپالی جو بھی ہے میرا مقابلہ نہیں کر سکتی ہے اسے برباد کر سکتا ہوں۔

چلیں ٹھیک ہے کہ مان لیا کہ آپ ایسا کر سکتے ہیں لیکن آپ نے یہ نہیں بتلایا کہ ان لڑکیوں کو نکالنے کے لیے آپ میری مدد کس طرح کریں گے۔ کیا آپ میری نورانی شکتی لوٹانے میں مدد دیں گے یا شپالی کی طرح میرے اندر اپنی شکتی ڈالیں گے سعد کی اس بات پر پجاری پھر سوچ میں پڑ گیا اور تھوڑی دیر بعد بولا۔

نوجوان یہ تو میں نہیں جانتا۔ کہ تیری شکتی تجھے کب ملے گی لیکن میں اپنے جادو سے اس بارے میں معلوم تو کر سکتا ہوں لیکن اس کے لیے مجھے تین دن کا چلہ کرنا ہوگا پھر ہی پتا چلے گا کہ تمہاری شکتی تم کو کیسے واپس ملے گی لیکن اس میں ٹائم کافی لگ سکتا ہے کہ تم کو تمہاری شکتی تم کو واپس مل جائے۔ ہفتہ بعد یا مہینہ بعد مل جائے یہ نہیں کہا جا سکتا۔ ہے تو پھر اس شکتی کے انتظار میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھنے سے بہتر ہے کہ میں اپنا جادو اسی طرح سے تمہارے اندر ڈالوں جیسا کہ اس شپالی نے کیا تھا۔ اور مجھے یقین ہے کہ تم کامیاب ہو جاؤ گے میری شکتی سے تم نہ صرف شپالی کا سحر توڑ سکتے ہو بلکہ ان لڑکیوں کو بھی بچا سکتے ہو پھر جب تم اس کام سے فارغ ہو تو پھر میں چلہ کر کے تیری شکتی کی واپسی کا پتہ کروں گا۔ پھر جتنا سمے لگ جائے پرواہ نہیں ہوگی پجاری کے اطمینان دلانے سے سعد خوش ہوا اور بولا۔

ٹھیک ہے پجاری جی میں ان لڑکیوں کو وہاں سے نکال لانے کے لیے آپ کی اس تجویز سے متفق ہوں اور مجھے پورا یقین ہے کہ میں ایسا کر گزروں گا اور آپ کی شکتی پر مجھے بھروسہ ہے۔

شاباش نوجوان تم نے یہ بات کر کے بڑی بہادری کا ثبوت دیا ہے یہ میرا تم سے وعدہ ہے کہ میں اپنی شکتی سے اس بدروح کو شکست دے دوں گا اور تم کو ناکام نہیں ہونے دوں گا کیونکہ ان شیطانوں کے خاتمے میں ہی سب لوگوں کو چاہے وہ جس مذہب کے بھی ہوں بھلائی ہے اور اگر میری وجہ سے کسی معصوم کی زندگی بچ جاتی ہے تو میں اپنی جان بھی دے سکتا ہوں پجاری نے بڑے عزم سے کہا تو سعد بولا۔

پجاری جی ایک خطرہ ہے۔

کس بات کا پجاری نے حیرانگی سے پوچھا۔

شپالی کے اس آسیبی آشرم سے نکلتے وقت بدروح نے مجھے کہا تھا کہ میں تیرے ساتھ رہوں گی اور ہر لمحہ تیری نگرانی کروں گی ہوسکتا ہے کہ اس نے اسی بات کے بل بوتے پر ہماری تمام باتیں سن لی ہوں۔ اور وہ ہوشیار ہو جائے اور میرے وہاں جانے سے قبل ہی وہ ان تمام لڑکیوں کو وہاں سے نکال کر کسی اور جگہ لے جائے۔

نہیں وہ ایسا نہیں کر سکتی کیونکہ وہ جس چلے میں مصروف ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان تمام لڑکیوں کو جن کی اسے چلے کے لیے ضرورت ہے ان کو تعداد میں پورا کر کے کسی دوسرے انسان کی مدد سے پھر وہ ان بلی دے اور اپنا چلہ پورا کرے۔ اور بنا چلہ پورا کیئے وہ ان کھنڈرات سے باہر نہیں نکل سکتی اگر ایسا کرے گی بھی تو اس کا چلہ ٹوٹ جائے گا اور چلے کے بیری اسے مار ڈالیں گے اس لیے وہ نہ چاہتے ہوئے بھی وہاں ہی رہے گی اور اس کی یہ بات تم کو وہ دیکھ رہی ہے۔ محض تم کو ڈرانے کے لیے کی ہے وہ تم کو نہیں دیکھ رہی ہے نہ ہی نگرانی کر رہی ہے اگر ایسا ہوتا تو جب میں نے تم پر منتر پھونکا تھا وہ لازمی طور پر مزاحمت کرتی۔ اور میرے وار کا جواب دیتی مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔ جس کا مطلب ہے کہ وہ ابھی بھی تمہارا انتظار کر رہی ہے۔ اور اسے کسی بات کا کوئی پتہ نہیں ہے۔ کہ ادھر کیا ہو چکا ہے۔ پجاری نے تفصیل سے سعد کو حوصلہ دیا۔ اور اسے یقین ہو گیا کہ پجاری جی نے جو بھی کہا ہے ٹھیک کہا ہے۔ اور ایک خاص بات بھی تم کو بتلا دوں جو مجھے معلوم ہوئی ہے۔

کیا خاص بات پجاری جی۔

یہی کہ وہ اپنے چلے کے ساتھ ساتھ ایک چلہ اور بھی کر رہی تھی اور اس چلے کا مقصد تھا کہ تم ہر صورت میں تمہاری نورانی شکتی سے محروم کیا جائے ہمیشہ کے لیے اور تم کو شیطان کا پجاری اور مایہ کال کا نائب بنا دیا جائے اور تمہاری قابلیت سے فائدہ اٹھایا جائے کیونکہ تم بہادر ہو اور ذہین بھی ہونے کے ساتھ ساتھ مصیبت میں اپنے بچاؤ کا کوئی نہ کوئی راستہ نکال لیتے ہو اور اسی وجہ سے تم پر جتنی کاری وار ہوئے مگر تم ہر بار بچ نکلے اسی وجہ سے مایہ کال کا خیال ہے کہ تم اپنی قابلیت کی وجہ سے ان کے شیطانی عزائم کو کامیاب بنا سکتے ہو اسی لیے مایہ کال شپالی بدروح کے حوالے تم کو کیا کہ تیرے دو شکار ہو جائیں۔

او تو یہ بات ہے چلو ٹھیک ہے تو پھر پجاری جی میرے خیال میں ہمیں مزید دیر نہیں کرنی چاہیے ہوسکتا ہے کہ یہ دیر ان پانچوں لڑکیوں کی زندگی سے نہ کھیل جائے اور پھر ہم دیکھتے ہی رہ جائیں اور شپالی بھی میرا انتظار کر رہی ہوگی۔

ٹھیک ہے جیسا تم کہو پجاری نے اٹھتے ہوئے کہا تو سعد بھی اٹھ گیا اور تیزی سے بولا تو پھر اپنا جادو میرے اندر جلدی سے ڈالیں تا کہ میں جلد سے جلد شپالی بدروح کے پاس جاؤں اور اسے عبرتناک موت کے حوالے کر دوں۔

میرے ساتھ آؤ پجاری نے کہا۔ اور کمرے سے نکلنے لگا۔ تو سعد نے بھی اس کی تقلید میں قدم بڑھا دیئے

وہ وہاں سے نکل کر ایک دوسری کوٹھڑی نما کمرے میں داخل ہو گئے یہ کافی چھوٹی کوٹھڑی تھی اور اس کی دیواریں ہنومان کی مورتی رکھی ہوئی تھیں اور اس کے آگے ایک بڑا سا دیا جل رہا تھا پجاری اس مورتی کے پاس ہاتھ باندھ کر بیٹھ گیا اور سعد کو بھی اپنے ساتھ بیٹھا لیا۔ اور ہولے سے بولا۔

اب میں تم پر ایک منتر پھونکوں گا یہ اشوانی دیوی کا خاص منتر ہے جو دوسری دنیاؤں کے دیوی اور دیوتاؤں کی مہارانی جادوگرنی ہے اور اس کے اثر سے تم پر شپالی بدروح کے کسی منتر کا اثر نہیں ہوگا۔

مگر شپالی کو پتہ چل گیا ہے مجھ پر اشوانی دیوی کا منتر پھونکا گیا ہے تو ہو سکتا ہے کہ وہ ان کے تمام لڑکیوں کو مار ڈالے پھر۔۔

نہیں پجاری نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا شپالی بدروح کے پاس اتنی طاقت نہیں ہے کہ وہ اشوانی دیوی کے منتر کا سراغ لگا سکے۔ تم بالکل بے فکر رہو لیکن اس کے سامنے جا کر یہی ظاہر کرنا کہ جیسے تم ابھی تک اسی کے جادو کے زیر اثر ہو۔

لیکن جب وہ مجھ سے شانی کے بارے میں پوچھے گی کہ میں اس کو کیوں نہیں لایا تو پھر میں اسے کیا جواب دوں گا۔ سعد نے خدشے کا اظہار کرتے ہوئے کہا تو پجاری بولا۔

اسے تم یہی کہہ دینا کہ پجاری کے گھر کے ارد گرد بہت بڑا طلسم ہے اور کسی نے اس کے گھر کے گرد حصار قائم کر رکھا ہے جس کی وجہ سے میں اس کے گھر داخل نہ ہو سکا۔ اور پھر اسکے بعد تم وہاں سے لڑکیوں کو نکالنے کی کوشش کرنا۔

ٹھیک ہے سمجھ گیا۔ سعد نے کہا۔ تو پجاری بولا۔

ٹھیک ہے اب میں تم پر اشوانی دیوی کا منتر پھونکنے لگا ہوں اور تیرے اندر داخل کرنے لگا ہوں اس دوران تم بالکل خاموش رہنا اور بولنا مت ورنہ نقصان اٹھاؤ گے پجاری نے یہ کہہ کر اپنے دائیں ہاتھ کی دو انگلیاں سعد کے ماتھے پر رکھیں اور اشوانی دیوی کے خاص منتر کا ورد کرنے لگا وہ منتر برابر پڑھتا جانے لگا اور ہر ایک منٹ بعد وہ سعد کے منہ پر پھونک مارتا وہ لگاتار پندرہ منٹ تک ایسا کرتا رہا سعد کا خیال تھا کہ ہو سکتا ہے کہ اشوانی دیوی کے منتر کے اثر سے اس کے جسم کے اندر خاص تبدیلی ہو یا اس کا جسم جھٹکے کھانے لگا مگر ایسا کچھ نہ ہوا۔ اور وہ پرسکون رہا ہاں البتہ اتنا ضرور ہوا کہ جتنی بار اس کے منہ پر پھونکیں پڑیں اس کے جسم سے تمام نقاہت اور کمزوری دور ہوتی اور وہ خود کو ہشاش بشاش محسوس کرنے لگا اور تازہ دم ہو گیا۔ پجاری نے آخری پھونک ماری اور پھر انگلیاں اس کے ماتھے سے ہٹا کر ہنومان کی مورتی کو پرنام کیا اور سعد سے بولا لو میں نے اشوانی دیوی کا خاص منتر اب تیرے جسم میں داخل کر دیا ہے اور اب تمہارے اندر ایسی شکتی پیدا ہو چکی ہے جس کا مقابلہ بڑے سے بڑا جادوگر اور سادھو بھی نہیں کر سکتا اور تم ایک نیک مقصد کے لیے جا رہے ہو اس لیے اس منتر کے ساتھ ساتھ اشوانی دیوی تمہارا ساتھ آ کر دے گی سعد اب تم جلدی سے جاؤ اور ان پانچ لڑکیوں کو ان کے اپنے اپنے گھروں چھوڑ دینا یہاں مت لانا سمجھے اور پھر ان کو گھر پہنچا کر تم ادھر ہی آنا میں تمہارے واپس آنے کے بھگوان ہنومان سے پراتنا کرتا رہوں گا اور مجھے امید ہے کہ تم کامیاب واپس لوٹو گے سعد بنا کوئی دیر کئے وہاں سے اٹھا اور پجاری سے اجازت لے کر مکان سے نکلا اور واپس چل دیا۔ باہر آ کر اس نے دیکھا کہ رات کا پچھلا پہر شروع ہو چکا ہے آسمان پر ستاروں کی چمک ماند پڑنے والی تھی اور اب صبح کے آثار نمودار ہونے والے تھے سعد کو واضح محسوس ہو رہا تھا کہ اس پر شپالی بدروح کے جادو کا اثر ختم ہو چکا ہے اور اب وہ پوری طرح سے اس کے جادو سے آزاد ہے

وہ اپنے آپ کو بھرپور توانا محسوس کر رہا تھا شاید اس کی یہ وجہ اشوانی دیوی کا خاص منتر تھا اب اسے جلد سے جلد شپالی کے آشرم پر جانا تھا اسے معلوم تھا کہ وہ اس کا بڑی بے صبری سے انتظار کر رہی ہوگی تھوڑی دور تک تو وہ نارمل قدم اٹھاتا گیا پھر اس نے قدموں کی رفتار کو بڑھا دیا اور پھر تھوڑی دیر بعد اس نے تیز تیز شروع کر دیا آشرم کا راستہ اسے معلوم تھا سعد کو لگا کہ جیسے اشوانی کے جادو کی وجہ سے زیادہ فاصلہ کم وقت میں طے کر رہا ہے اور اسے دوڑنے سے نہ تو تھکاوٹ ہو رہی ہے اور نہ ہی اس کا سانس پھول رہا ہے وہ دوڑنے کے ساتھ ساتھ شپالی بدروح سے لڑنے اور ان لڑکیوں کو چھڑانے کے لیے طریقے پر غور کر رہا تھا اسے معلوم تھا کہ شپالی اسے اتنی آسانی سے لڑکیاں نہیں دے گی۔ اور بھرپور دفاع کرے گی۔ اس کے ساتھ ساتھ سعد کو اس پجاری کے جادو کا بھی مکمل بھروسہ نہ تھا اسے لگ رہا تھا کہ وہ ناکام ہو سکتا ہے اور ناکام کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اپنے گھر میں تو کتا بھی شیر ہوتا ہے اس پجاری کے گھر تو صرف شپالی کا جادو تھا مگر آشرم میں اس کا مکمل وجود اور اس کا وہ بھیانک اور چالاک دماغ بھی تھا اور اسی دماغ سے وہ اسے ناکام بنا سکتی ہے اور اپنے ناکام ہونے کی بجائے شپالی کو ناکام کرنے کے لیے وہ مختلف حربوں پر بھی غور کرتا جا رہا تھا۔ لیکن اسے کوئی خاص طریقہ یا منصوبہ نہیں بن رہا تھا بہر حال اسی سوچ میں کب اس نے فاصلہ طے کر لیا۔ اور کب وہ آشرم کے نزدیک آیا اسے علم نہ ہوا۔ اور وہ اسی طرح رات کے اندھیرے میں اس بدروح کے ٹھکانے پر آ ہی گیا۔ اندھیرے میں اسے کھنڈر کی دیوار نظر آئی وہ دل میں خدا کو یاد کرتا ہوا جیسے ہی دیوار کے قریب ہوا تو دوسری جانب اس کے واپسی کے انتظار میں کھڑی شپالی کو بھی اس کی آمد کا علم ہو گیا۔ اس نے دیوار کی جانب انگلی کا اشارہ کیا تو دیوار اسی طرح ایک جگہ سے شق ہوئی اور وہاں ایک دروازہ نمودار ہوا سعد خدا کو یاد اور مدد طلب کرتا ہوا طاق میں سے گزر کر شپالی کے سامنے آیا اور خود کو ایسے ظاہر کرنے لگا کہ جیسے وہ اسی کے جادو کے زیر اثر ہے وہ بالکل سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اور بے حسی کی کیفیت میں شپالی کو دیکھنے لگا جو اسے غضبناک انداز سے گھور رہی تھی سعد کو خالی ہاتھ آتا دیکھ کر بدروح چیخ پا ہوئی اور غصے سے بولی۔

تم پجاری کی بیٹی کو ساتھ کیوں نہیں لائے ہو۔ اس آواز سے سعد سہم گیا۔ اور پہلے جیسی آواز میں بولا۔

مکان کے چاروں طرف ایک طلسمی دائرہ کھینچا ہوا تھا میں نے کئی بار اس دائرے میں سے گزرنے کی کوشش کی مگر میں نہیں گزر سکا۔ ہر بار جیسے ہی میں اس دائرے سے ٹچ ہوتا تو مجھے ایک زبردست جھٹکا لگتا۔ اور میں اسی جھٹکے سے اچھل کر دور جا گرتا۔ سعد نے پجاری کی بتائی ہوئی بات بتائی جب شپالی سے اسی طرح کہی تو شپالی کے بدصورت اور بھینچے ہوئے ہونٹوں سے ایک پھنکار سی نکلی اور وہ چیخ کر بولی۔

اس منحوس پجاری کی یہ ہمت کہ وہ میرے منتروں کا مقابلہ کرے میں اس کو سروناش کر دوں گی کتے کی موت ماروں گی اس ذلیل کو تم اپنے تابوت جا کر لیٹ جاؤ میں کل تم کو ایک خاص منتر بتا کر بھیجوں گی رات کو اس منتر کے اثر سے تم اس حصار سے گزر جاؤ گے۔

پھر اس نے تیکھی نگاہوں سے سعد کے سراپے جائزہ لیا۔ اور وہ سعد کے قریب آئی اور اس کی آنکھوں کو غور سے دیکھنے لگی تو سعد ایک دم ہوشیار ہو گیا۔ اور بنا پلک جھپکائے اسے تکنے لگا شپالی کی بدبودار سانس اس کے ناک میں سے گزر رہی تھی جس سے اس کا دماغ پھٹنے لگا اور اس نے اپنی کیفیت کو بڑی مشکل سے چھپایا۔ چند لمحوں تک شپالی اس کے سراپے کا بھرپور طریقے سے جائزہ لیتی رہی پھر دھیمے لہجے میں بولی مجھے لگتا ہے کہ پانچ لڑکیوں کے اغوا نے اس منحوس پجاری کو ہوشیار کر دیا ہوگا۔ شاید اسی لیے تم ناکام ہوئے ہو لیکن کل تم نہیں وہ ناکام ہوگا۔ جاؤ جیسے ہی اس نے سعد کو جانے کو کہا وہ اس کی جان میں جان آئی۔ ورنہ اسے لگ رہا تھا کہ شاید اسے علم ہو گیا ہے کہ

اس کے اندر اشوانی دیوی کا منتر پھونکا گیا ہے۔ حکم پاکر سعد کسی کٹھ پتلی کی طرح مڑا اور سیدھا چلتا ہوا راہداری میں سے گزرتا ہوا تابوتوں والے کمرے میں آیا اور سب سے پہلے نمبر والے تابوت میں لیٹ گیا۔ باقی سارے تابوت بند تھے اور دیوار پر ایک مشعل جل رہی تھی وہ سوچنے لگا کہ اسے اب کیا کرنا چاہیے ایک مرحلہ اس نے بخوبی طے کرلیا تھا اور شپالی کو اس نے دھوکہ دے ڈالا تھا اور شپالی کو ذرا بھی اس پر شک نہیں گزرا تھا۔ لیکن اب جو دوسرا مرحلہ تھا وہ بہت ہی سخت تھا۔ اسے سب سے پہلے یہاں سے اٹھ کر ان تابوتوں کے ڈھکن کھولنے تھے کیونکہ بنا ڈھکن کھولے وہ ان لڑکیوں کو ساتھ نہیں لے جاسکتا تھا مگر اسے یہ بھی علم تھا کہ جیسے ہی اس نے ڈھکن کھولا اسی وقت شپالی کو خبر ہو جائے گی۔ اور پھر اس کے بعد جو ہوگا وہ کافی برا ہوگا۔ اسی لیے وہ ڈرا ہوا تھا اور اس کے اندر ہمت پیدا نہیں ہو رہی تھی کہ وہ اٹھ کر بیٹھ جائے۔ مسلسل سوچ میں ڈوبا رہا کہ اچانک باہر سے آندھی چلنے کی آواز سنائی دی۔ وہ چونک گیا۔ تھوڑی دیر بعد تیز آندھی کا شور ایک دم رک گیا۔ تو پھر اس کے کانوں میں سنسناہٹ کی آوازیں آنے لگیں وہ بڑی حیرانگی سے بنا کوئی حرکت کیے تابوت میں لیٹا ان آوازوں کو دیکھنے لگا کہ اچانک اس کے کانوں میں ایک عورت کی دھیمی آواز سنائی دی۔

اٹھو نوجوان ہمارے پجاریوں کی بیٹیوں کے تابوت کھولو۔

سعد یہ آواز سن کر خوف سے سہم گیا اسے لگا کہ یہ شپالی کی بدروح کی آواز ہے جو تمسخرانہ انداز میں اس پر آوازیں کس رہی ہے اور اسے سارے منصوبے کا علم ہو چکا ہے اس نے سہم کر کہا کہ شپالی میرا اس میں کوئی قصور نہیں ہے مجھے پجاری نے ایسا کرنے پر مجبور کیا ہے ورنہ میں ایسا کبھی نہ کرتا نہ جانے کیوں وہ اس وقت اتنا بزدل ہو چکا تھا کہ عورت کی دھیمی آواز پھر سے اسے سنائی دی ڈرو مت نوجوان میں شپالی نہیں ہوں میں اشوانی ہوں جس کے خاص منتر سے تم واپس آئے اور لڑکیوں کو نکالنے آئے ہو باہر نکلو اور ان لڑکیوں کو آزاد کراؤ چونکہ تم ایک نیک مقصد کے لیے میری شکتی ابھارنے آئے ہو مگر تم ایسا کرنے سے ڈر رہے ہو اس لیے مجھے خود آنا پڑا۔ یہ سن کر اس کی جان میں جان آئی۔ اور وہ بولا۔

مگر اگر شپالی کو علم ہو گیا تو لڑکیوں کی جان جاسکتی ہے۔۔

اگر مگر کو چھوڑو۔ جیسا میں نے کہا ہے تم ویسا ہی کرو۔ جلدی سے تابوتوں کے ڈھکن اٹھاؤ جب تم ڈھکن اٹھاؤ گے تو شپالی کا سحر ٹوٹ جائے گا اور لڑکیاں ہوش میں آجائیں گی اور پھر تم ان کو لے کر اس دیوار کے پاس آجانا جہاں سے تم اندر داخل ہوئے تھے میں تمہارے ساتھ ہوں اشوانی کی آواز نے اسے بے پناہ خوشی اور حوصلہ دیا۔ وہ بڑی تیزی سے اٹھا اور تیزی سے تابوتوں کے پاس آیا تابوتوں کا کمرہ ایسے خاموش تھا کہ جیسے وہاں موت کے سائے منڈلا رہے ہوں اس نے جھک کر تابوت کا ڈھکنا اٹھایا اور ایک طرف ہٹا دیا۔ مشعل کی روشنی میں اسے لڑکی کا چہرہ دکھائی دے رہا تھا جو بے ہوش پڑی تھی اس کے لباس سے صندل اور چندن کی خوشبو آرہی تھی یہ ایلتا تھی جسے وہ اژدھن کے روپ میں گھر سے بہلا کر اسے بے ہوش کر گیا تھا اب تم سارے تابوتوں کے ڈھکن اٹھاؤ اور ہر لڑکی کا نام لے کر اسے اٹھنے کو بولو۔ سعد تیزی سے تابوتوں کے ڈھکن اٹھاتا گیا۔ اور تابوت میں موجود لڑکی کا نام لے کر اسے اٹھنے کا کہتا گیا۔ سب سے پہلے ایلتا اٹھی اور وہ حیران ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ اور بولی۔ میں کہاں ہوں تو سعد نے تیزی سے اس سے کہا ایلتا۔ تم بالکل خاموش رہو اور اٹھ کر میرے ساتھ آؤ ایلتا کے بعد کملا اور پھر اسی طرح پانچوں لڑکیاں اٹھیں جن کو وہ خاموش رہنے اور اپنے ساتھ آنے کی تاکید کرتا ہوا راہداری کی طرف مڑا تمام لڑکیاں خوفزدہ انداز میں ایک دوسرے سے چمٹی ہوئی تھیں اس کے پیچھے ہو لیں۔ سعد کو ایسے

لگ رہا تھا کہ وہ جیسے اپنی موت کو ساتھ لے کر چل رہا ہو۔ مگر وہ اب موت کے منہ میں تو آ ہی چکا تھا اب اسے اپنے ساتھ ساتھ ان پانچوں لڑکیوں کو بھی موت کے منہ سے نکالنا چاہتا تھا۔ وہ جس راستے پر بڑھ جاتا تھا اسی راستے پر جا رہا تھا اور لڑکیاں اس کے پیچھے تھیں جب وہ راہداری میں داخل ہوا تو اچانک ہوا سے ایک بھیانک چیخ سنائی دی جس سے اس کا دل دہل گیا اور پیچھے آتے ہوئی تمام لڑکیاں ایک دوسرے سے چمٹ گئیں۔ ان کے منہ سے سعد نے ڈر کے مارے رونے کی آوازیں سنائی دیں پھر اس کے بعد بھیانک چیخوں کا ایک نہ تھمنے والا طوفان جاری ہو گیا ایسے لگ رہا تھا جیسے ہزاروں چڑیلیں ایک ساتھ مل کر رو رہی ہوں وہ خود ڈر گیا تھا اور شوالی کو مدد کے لیے پکارنے لگا تو اچانک اس کے کان میں دوبارہ شوالی کی آواز سنائی دی ڈرو مت اور آگے بڑھو۔ میں تیرے ساتھ ہوں سعد۔ سعد نے ڈرتے ہوئے قدم بڑھایا تو چیخوں کی آوازیں آنا بند ہو گئیں۔ جس سے اسے حوصلہ ملا تاریک راہداری کی وہ دیوار جس سے ان کو گزرنا تھا۔ وہ اب چند قدم کے فاصلے پر تھی سعد نے تمام لڑکیوں کو اپنے بازوؤں سے تھاما اور ان کو تسلی دی اور دیوار کی طرف تیزی سے بڑھا ابھی وہ دو قدم ہی چلا تھا کہ راہداری سانپوں اور اژدھوں کی پھنکاروں سے گونج اٹھی تمام لڑکیوں کے منہ سے بھیانک چیخیں نکلیں اور وہ اسی طرح سعد سے چمٹ گئیں تمام لڑکیوں کے جسم کانپ رہے تھے اور وہ نگاہوں سے مدد طلب کر رہی تھیں سعد کو خود سے زیادہ ان لڑکیوں کی فکر تھی اور وہ ان کا ذمہ دار تھا اس لیے وہ ہر حال میں ان کو ادھر سے نکالنا چاہتا تھا ڈرو مت۔ اور دیوار کے پاس آ جاؤ یہ تمام آوازیں تم کو ڈرانے کے لیے ہیں میرے ہوتے ہوئے وہ تم کو ہاتھ بھی نہیں لگا سکتی شوالی کی دھیمی آواز اس کے کانوں میں گونجی تو اس نے پھر سے قدم بڑھا دیے دیواروں کو اندھیرے میں نظر آ رہی تھی اچانک ایک فلک شگاف چیخ گونجی اور شپالی بدروح اپنی تمام تر خوفناکی اور بدصورتی لیے اس کے سامنے آ گئی۔ اس نے شدید غصے میں سعد کو تمام لڑکیاں لے جاتے ہوئے دیکھا تو وہ بھرپور دھاڑنے لگی اور بولی۔

لڑکیاں لے جائے گا تو اور مجھے پتہ نہیں چلے گا کیا مسلے۔ میں تیری اس جرأت پر تجھے ایسا مزہ چکھاؤں گی کہ دنیا تیرے سامنے مسلے عبرت پکڑیں گے اور اپنی نسلوں تک کو یہ نصیحت کر جائیں گے کہ شیطان آتی اور اس کے پجاریوں کے راستے میں نہیں آنا۔ تیری یہ چال کہ تو میرا غلام ہو کر بھی کو دھوکہ دے میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ اور پھر اس نے دایاں ہاتھ بلند کیا تو اس کے ہاتھ میں ایک ترشول نمودار ہوا۔ جس کا رخ سعد کی طرف تھا۔ شپالی اس ترشول کو ہاتھ میں لے کر ایسے تولنے لگی جیسے وہ ابھی ابھی وہ ترشول سعد کی طرف اچھال سکتی ہے اور اسے اپنے ہی خون چاٹنے پر مجبور کر سکتی ہے شپالی کے آگے اپنا پول کھلتا ہوا اور اسکے غصے کو بڑھتا ہوا دیکھ کر سعد سمیت تمام لڑکیوں کا دل دھڑکنا بھول گیا۔ ان پر شدید گھبراہٹ اور وحشت طاری ہو گئی۔ لڑکیاں خوف سے تھر تھر کانپ رہی تھی اور سعد کی اوٹ میں ہونے لگیں۔ شپالی کے دہشت ناک چہرے کی وہ تاب نہیں لا رہی تھیں اور وہ کسی بھی وقت بے ہوش ہو سکتی تھیں شپالی بدروح نے بنا وقت ضائع کیے اژدھے جیسی پھنکار ماری اور ترشول پوری قوت سے سعد کی جانب اچھالا سعد کو لگا کہ بس اس کا اب دی اینڈ ہو گیا ہے۔ اور اس کے تمام ارادے ہوا ہو گئے ترشول چنگاریاں نکالتا ہوا سعد کی جانب پوری قوت سے آیا مگر راستے میں ہی غائب ہو گیا۔ تمام لڑکیوں کی ایک ساتھ بھیانک چیخیں نکلیں اور انہوں نے ڈر کے مارے آنکھیں بند کر لیں شپالی اپنے وار کو خالی جاتا ہوا دیکھ کر حیران رہ گئی۔ اور شدید غصے میں آ گئی۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اسی کے آشرم میں اس کا غلام جس کو اس نے اپنی شکتی کے سانچے میں ڈھال کر رکھا ہے وہ بھلا کیسے تنہا ہو کر اس کا وار ناکام کر سکتا ہے یہ سوچ کر غصے سے اس کی

نسیں پھٹنے لگیں پھر اچانک اس نے ایک بھرپور فلک شگاف چیخ ماری جس سے کھنڈر کے در و دیوار کے ساتھ ساتھ لڑکیوں کے دل بھی دہل گئے اور پھر اس نے اپنا خوفناک منہ کھولا اور پھر وہ کسی دائرے کی کھلتا ہی گیا اتنا کھل گیا کہ اس کے اندر سعد اپنے دو ہاتھ با آسانی ڈال سکتا تھا۔ سعد کو شپالی کے اس قدر بھیانک وار کی ذرا بھی امید نہ تھی منہ کو کھلتا ہی دیکھ کر وہ بھی خوفزدہ ہو گیا اور دو قدم پیچھے ہٹا اچانک اس کے منہ سے آگ کی چنگاری سی نکلی جو بڑھتے بڑھتے ایک شعلہ بن گئی۔ اور وہ شعلہ سعد کی جانب بڑھا اس سے پہلے کہ سعد کا جسم اس آگ کی نذر ہو جاتا۔ اچانک شپالی کا ایک بازو کناک کے ساتھ اس کے جسم سے علیحدہ ہو گیا۔ تو شپالی نے تیزی سے منہ بند کر دیا آگ کا شعلہ جہاں تھا وہی ختم ہو گیا۔ اور بجھ گیا ایسے کہ جیسے اس پر کسی نے پانی ڈال دیا ایک بازو کے جسم سے الگ ہونے کے بعد دوسرا بازو بھی کناک کی آواز سے اس کے جسم سے الگ ہو گیا شپالی کے منہ سے بھیانک اور دہشت ناک چیخوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔ پھر اس کے قدم ڈگمگائے اور وہ زمین پہ دھڑام سے گری اور اسکی پہلے ایک ٹانگ علیحدہ ہوئی پھر دوسری ہوئی پھر آخر میں سر دھڑ سے الگ ہو کر فٹ بال کی طرح لڑھکتا ہوا دور جا گرا۔ کٹے ہوئے جسم کے ٹکڑوں میں ہلچل سی پیدا ہوئی سعد کو ایسے لگا کہ جیسے وہ جسم دوبارہ جڑنے ہی والا ہے مگر ایسا نہ ہوا۔ اور نجانے کہاں سے کیڑے نکلے جو نافانا جسم کے ٹکڑوں سے لپٹ گئے اور گوشت کھانے لگے سعد یہ منظر دیکھ کر ابکائی آنے لگی کمرے میں جسم اور کیڑوں کے آنے سے شدید بدبو پیدا ہونے لگی شپالی کا کالا خون دریا کی لہر کی مانند اس کے جسم کے کٹے ہوئے حصوں سے نکلا جو فرش کو رنگین کرنے لگا اور ادرگرد پھیل گیا سعد سمجھ گیا کہ شپالی اپنے انجام کو پہنچ گئی ہے اور یہ سب اشوانی دیوی نے کیا ہے اب شپالی بدروح ہمیشہ کے لیے اس کی جان چھوڑ گئی ہے اس کے ساتھ ہی دیوار میں سے دوبارہ دروازہ نمودار ہوا اور سعد لڑکیوں کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کرکے دروازے میں سے گزر گیا۔ اور بولا۔

شکریہ اشوانی دیوی تم نے میرے ساتھ ساتھ ان معصوم لڑکیوں کی بھی جان بچائی ہے میں تمہارا مشکور ہوں سعد نے کہا تو اندر سے آواز نہ آئی وہ سمجھ گیا کہ شوانی دیوی جا چکی ہے ڈھلتی رات کی تازہ فضا میں آ کر اسے یقین ہو گیا کہ اسے نئی زندگی ملی ہے اور وہ لڑکیوں کو بچانے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ تمام لڑکیاں باہر آ گئی تھیں مگر ان کے جسم ابھی تک خوف سے کانپ رہے تھے سعد نے خدا کا شکر ادا کیا اور لڑکیوں سے بولا زرومت میری بہنوں تمہاری میری دشمن مر چکی ہے اسی کے حکم سے میں تمکو اغوا کراتا تھا کیونکہ اس وقت میں اس کے جادو کے زیر اثر تھا مگر ایک نیک انسان کی مدد کی بدولت میں اسے مارنے میں کامیاب ہوا ہوں اور تم کو بحفاظت تمہارے گھر پہنچانے کا خواب پورا کرنے والا ہوں تم لوگ ذرا بھر بھی پریشان نہ ہو اب مصیبت ختم ہو گئی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ میں تم سے معافی بھی مانگتا ہوں کہ کیونکہ میری وجہ سے تمہاری خوشیاں برباد ہو گئیں تمہاری شادی کے خواب ٹوٹے اور تم کو اور تمہارے گھر والوں کو مختلف پریشانیاں اٹھانا پڑیں۔

نہیں بھائی آ کو معافی نہیں مانگنی چاہیے بلکہ ہمیں تو آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہیے کیونکہ آپ کی بدولت ہم سب کو نئی زندگی ملی ہے۔ اور ہم زندہ ہیں اپنے گھر جا رہی ہیں کیا آپ کا یہ احسان نہیں ہے کیا۔ ایکتا نے پر مسرت انداز میں کہا تو تمام لڑکیوں نے اس کی تائید کی۔ جس پر سعد کو خوشی ہوئی۔

اب چلو میں ایک ایک کرکے تمکو تمہارے گھر لے جاتا ہوں اور پھر تمہارے والدین سے بھی معافی مانگوں گا۔ مجھے امید ہے کہ وہ لوگ مجھے معاف کر دیں گے۔

ہاں بالکل وہ تم کو معاف کر دیں گے۔ اور ہماری طرح تمہارے شکرگزار ہوں گے کیونکہ آپ نے یہ اغوا والا

کام خود نہیں کیا تھا۔ اور جس نے آپ سے یہ کروایا ہے اسے تو اپنا انجام مل ہی گیا ہے اس لیے آپ خود کو ہمارا دوشی نہ مانیں۔ کملا نے سعد کے بازو پر سر رکھتے ہوئے کہا تو سعد تیزی سے بولا مجھے خوشی ہے کہ تم نے مجھے معاف کر دیا اب میرے ذہن میں سے یہ بوجھ ہٹ گیا ہے بحرحال اب جلدی چلو اس سے پہلے کہ کوئی مصیبت نہ گلے نہ پڑے۔

ہاں ہاں۔ چلیں تمام لڑکیوں نے بے صبری سے کہا۔ تو سعد پہلے ایکتا کے گھر کی طرف ہولیا۔ جو سب سے نزدیک تھا راستے میں لڑکیاں تیزی سے چلیں اور بار بار مڑ کر دیکھتی اور ذرا سی آہٹ پر چونک جاتیں۔ کیونکہ جس مصیبت سے وہ دو چار تھیں اور جس طرح کے واقعات سے ان کا پالا پڑا تھا ان کو ہر وقت یہ دھڑ کا لگا رہا کہ کہیں پھر سے کوئی اور بلا نمودار نہ ہو جائے۔ اور وہ پھر سے ان کے ہتھے چڑھ جائیں سعد کے قدموں کی رفتار تیز تھی۔ اسے بھی اس وقت اگر کسی کا خوف تھا تو صرف مایہ کال کا تھا۔ سعد جانتا تھا کہ مایہ کال کو سب علم ہو گیا ہوگا کہ شپالی بدروح مر چکی ہے۔ اور میں اس کے سحر سے آزاد ہو گیا ہوں اور اسی لیے وہ مجھ پر ضرور کوئی نا کوئی وار کرے گا۔ بس اسی خوف نے سعد کا دل مٹھی میں لے لیا تھا۔ اسے خود سے زیادہ ان لڑکیوں کی فکر تھی جن کو اس نے بڑی مشکل سے آزاد کروایا تھا۔ اور وہ اب کسی بھی صورت دوبارہ لڑکیوں کے لیے کوئی بھی رسک لینے کو تیار نہ تھا۔ اس لیے وہ خدا سے بار بار مدد طلب کر رہا تھا۔ اور یہ دعا کر رہا تھا کہ راستے میں کسی بھی جگہ اس کا مایہ کال سے سامنا نہ ہو۔ ورنہ لڑکیاں پھر مصیبت میں آ سکتی ہیں بحرحال وہ چلتا رہا اور تمام لڑکیاں بھی اس کے ہم قدم رہیں راستے میں وہ اپنا اور لڑکیوں کا دھیان بٹانے کے لیے کوئی نہ کوئی بات کر لیتا ابھی صبح کی سفیدی آسمان پر نمودار ہوئی ہی تھی کہ ایکتا کا گھر آ گیا۔ ایکتا نے خوشی کے مارے گھر کی طرف دوڑنا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر وہ اپنے گھر کے دروازے کو پیٹ رہی تھی اور ماتا پتا کو پکار رہی تھی۔ سعد اور باقی تمام لڑکیوں کے دروازے تک آنے تک وہ دروازہ کھل چکا تھا اور اس دروازے میں ایک ہیولہ نظر آرہا تھا جب وہ اس ہیولے سے نزدیک آئے تو اس وقت وہ ہیولہ ایکتا۔ ایکتا پکارتا ہوا ایکتا سے لپٹ کر زار و قطار رو بھی رہا تھا اور بار بار لڑکی کا منہ بھی چوم رہا تھا سعد نے قریب آ کر دیکھا وہ ایک بوڑھا آدمی تھا جو شاید ایکتا کا باپ تھا میری بچی تو کہاں چلی گئی تھی میری گڑیا ہم سب کی نیندیں اڑا کر۔۔۔ ہماری خوشیاں برباد ہو گئی تھیں دیکھ دیکھ میرا کیا حال ہو گیا ہے تیری جدائی میں اور تیری ماں تو بستر سے لگ گئی ہے ہر وقت تم کو یاد کرتی ہے اور آنسو بہاتی رہتی ہے نجانے کس ظالم کی بری نظر اس گھر کو اور تیری خوشیاں کو لگی اور سب کچھ اجڑ گیا۔ اور ارجن۔ ارجن تو بے چارہ تیرے غم میں پاگل ہی ہو گیا ہے اپنا ہوش گنوا بیٹھا ہے بوڑھے باپ نے روتے ہوئے اپنی بیٹی سے کہا تو سعد سمیت تمام لڑکیوں کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ آ۔ آ اندر آ جا میری بچی۔ پجاری نے بیٹی کو سینے سے لگائے کہا۔ اور اسے لے کر اندر آ گیا۔ سعد اور تمام لڑکیاں باہر ہی رہ گئیں سعد نے اندر جانا مناسب نہ سمجھا اور واپسی کا ارادہ کیا ہی تھا کہ پجاری تیزی سے باہر نکلا اور سعد کے قدموں میں گرنے ہی والا تھا کہ سعد نے اس کو تھام لیا۔ پجاری بار بار سعد کا شکریہ ادا کر رہا تھا۔ مگر سعد اسے ایسے کرنے سے منع کر رہا تھا۔ پجاری نے سب کو اندر آنے کا اشارہ کیا تو سعد نے تمام لڑکیوں کو اندر بھیج دیا۔ اور پجاری کو بھی وہیں روک کر اس کو مختصر الفاظ میں ایکتا اور دوسری لڑکیوں کے اغوا کے بارے میں اور اپنے آپ کو بدروح کے چنگل میں پھنس کر ایسا کرنے اور واپس کرنے کے متعلق اسے بتایا۔ اور اس سے مدد طلب کی کہ وہ مزید ادھر ان لڑکیوں کے ساتھ نہیں رہ سکتا کیونکہ اس لا دشمن کافی چالاک ہے۔ اور وہ کسی بھی لمحے اس پر وار کر سکتا ہے اس لیے وہ اپنے ساتھ ساتھ لڑکیوں کی زندگی کو دوبارہ خطرے میں نہیں ڈال سکتا۔ لہذا پجاری خود ہی

ان تمام لڑکیوں کو ان کے گھر جلد سے جلد پہنچائے۔ پجاری اس کی بات کو سمجھ گیا۔ اور اس سے وعدہ کیا کہ وہ لڑکیوں کو ہر حال میں آج ہی ان کے گھر پہنچادے گا۔ اور ان کو سب کہانی بھی بتادے گا۔ سعد نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ اور واپس ہولیا پجاری نے سے چند لمحے رکنے کے لیے لاکھ کہا مگر وہ نہ مانا۔ اور پجاری کے گھر کی طرف ہولیا راستے میں اسے وہی چوکیدار ملا ظفر مصلی کو اس نے خاص طور پر سلام کیا مگر ظفر مصلی نے اس سے اس وقت آنے کا مقصد نہ پوچھا۔ شاید وہ ابھی بھی اس رات والے واقعے کی وجہ سے ڈرا ہوا تھا سعد نے اسے کچھ بھی نہ بتایا اور اپنے راستے پر ہولیا اسے دلی مسرت تھی کہ اس نے اپنے گناہ کا کفارہ جو شاید اس نے اپنی مرضی سے نہیں کیا تھا اس کا کفارہ ادا کر دیا ہے اور ان لڑکیوں کو اس نے ان کے گھر بھی پہنچادیا ہے۔ اسے پجاری پر اعتماد تھا کہ وہ ہر حال میں ان لڑکیوں کو ان کے گھر تک پہنچائے گا سعد کا دل مطمئن تھا اب اسے جلد سے جلد پجاری کے گھر جانے کی جلدی تھی جو شدت سے اس کا منتظر تھا۔ اپنی کامیابی کی خبر تو اسے شاید مل گئی ہوگی اس لیے وہ اب اس پجاری کے ذریعے اپنی نورانی شکتی کی واپسی کی راہ ہموار کرنا چاہتا تھا تاکہ اب وہ بنا کوئی اور خطرے یا جال میں پھنسے مایہ کال سے جنگ کر سکے جو اس وقت اس پر بھاری تھا۔

شانتی کا باپ بڑی بے صبری سے سعد کے واپس آنے کا انتظار کر رہا تھا اس نے جو اشوانی دیوی کا خاص منتر سعد پر پھونکا تھا اور اشوانی دیوی کی مہا شکتی سعد کے اندر داخل کی تھی اسے قوی امید تھی کہ سعد ناکام نہیں ہوگا۔ اور شپالی بدروح کو مار دے گا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس نے ہنومان کی مورتی کے آگے ایک چھوٹا سا جاپ کر کے اشوانی دیوی سے پراتنا کی تھی کہ وہ خود جا کر سعد کی مدد بھی کرے۔ پجاری کو یقین تھا کہ اشوانی نے اس کی گزارش کو رد نہیں کرے گی اور ضرور وہاں جا کر سعد کی مدد کرے گی وہ اس وقت خاصا اپ سیٹ تھا اسے ہر لمحے سعد کی فکر تھی کہ جانے وہاں کیا ہوا ہوگا۔ وہ اسی کشمکش میں کئی مرتبہ گھر سے باہر نکلا اور کبھی وہ ہنومان کی مورتی کے آگے سعد کی رکھشا کی پراتنا کرتا کوئی گھنٹے بعد اس کی خاص شکتی نے اسے شپالی کے ہلاک ہونے اور سعد کی کامیابی کی خبر دی تو اس کی جان میں جان آئی۔ اس نے اشوانی دیوی کا نام لے لے کر جے کا نعرہ لگایا اور وہ باہر نکل کر اب سعد کی راہ دیکھنے لگا پھر وہ رک گیا اور اسے خیال آیا کہ سعد کو واپس آنے میں دیر ہو سکتی ہے اس لیے وہ مندر چلا جائے اور بھگوان کی پوجا کرے کیونکہ صبح ہونے ہی والی تھی۔ اب چونکہ شپالی تو مر چکی تھی اس لیے اسے پتا تو نہیں تھی لہٰذا وہ بے فکر ہو گیا اور مندر کی جانب بڑھا۔ وہ مورتی والے کمرے سے باہر گھر کی طرف بڑھا۔ وہ گھر سے وہ جیسے ہی نکلا اچانک اسے فضا میں ایسی آوازیں آئیں کہ جیسے فضا میں سینکڑوں شہد کی مکھیاں بھنبھنا رہی ہوں پجاری چونک گیا اس نے سر اٹھا کر فضا میں دیکھا مگر اسے سوائے تاروں کی روشنی کے کچھ نظر نہ آیا۔ بھنبھناہٹ کا شور بڑھنے لگا تو پجاری کے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجی اسے لگا کہ کوئی شیطانی طاقت اس کے گھر حملہ کرنے والی ہے وہ تیزی سے واپس مڑا اور جیسے ہی وہ گھر کے مین دروازے کے قریب آیا تو دروازے میں اس نے ایک انسان کا قد آور ہیولہ دیکھا ہیولہ اپنی جگہ ساکت تھا اور اس نے اپنے بازو دونوں طرف پھیلا کر دروازے کو کھول رکھا تھا پجاری ٹھٹھک گیا اس کی شکتی نے اسے بتلا دیا کہ دروازے میں کوئی شیطانی شکتی ہے پجاری ذرا بھی خوفزدہ نہ ہوا اور باوقار قدم اٹھاتا ہوا دروازے کی جانب بڑھا۔ اسے اتنا تو علم تھا کہ سعد کامیاب ہو گیا ہے اور شپالی مر چکی ہے تو پھر یہ کون تھا پجاری اسی سوچ میں اس کی طرف بڑھا اندھیرے میں اسے اس ہیولے کا چہرہ نظر نہ آیا مگر جب وہ قریب آیا تو ہیولے کا چہرہ بھی اسے دکھنے لگا۔ وہ ایک تیس پینتیس سال کا ایک

خوبرو نوجوان تھا۔ جس نے شلوار قمیص پہن رکھی تھی پجاری نے پہلی نظر میں تو اسے ایک عام آدمی سمجھا مگر جب وہ اس سے دو قدم کے فاصلے پر آیا تو اس پر اس آدمی کی اصلیت آشکار ہوئی پجاری کو اس جوان کے اندر شیطانی شکتی کا ایک سمندر سا نظر آیا۔ پجاری خوفزدہ ہو گیا جوان کسی بھی تاثر لیئے بغیر پجاری کو تک رہا تھا اور پجاری خوفزدہ انداز میں اسے گھور رہا تھا۔ اور پھر اسے اشوانی دیوی کے خاص منتر کا خیال آیا تو اس کی آنکھیں چمکیں۔ ابھی وہ اس کا جاپ کرنے ہی والا تھا کہ نوجوان بولا۔ بلالو پجاری جی اشوانی دیو کو بلالو۔ اور اگر کوئی باقی رہتا ہے تو اسے بھی بلالو۔ میں بھی تو دیکھوں کہ کتنا دم ہے اشوانی میں یا تیرے دوسرے باپوں میں جن کی وجہ سے تو نے مجھ سے ٹکر لی ہے مجھے للکارا ہے اور جن کی وجہ سے مجھے اپنے کام چھوڑ کر ادھر آنا پڑا ہے بلالو انکو۔

نوجوان نے طنز کیا تو پجاری کے ماتھے پر پسینہ آ گیا۔ وہ جان گیا۔ کہ وہ اس نوجوان کی شکتی کا مقابلہ نہیں کر سکتا یہ نوجوان جو بھی ہے اسے شکست دے دے گا۔ اور شاید اشوانی دیوی بھی اس کی مدد نہ کر سکے وہ مزید خوفزدہ ہو گیا۔ اس نے نوجوان کی طرف خوفزدہ نگاہوں سے دیکھا تو اسے اس کی آنکھوں میں ایک گہرا سحر نظر آیا۔ جس کی پجاری تاب نہ لا سکا اور اس نے نگاہیں پھیر لیں۔

ک۔۔۔ک۔۔۔کون ہو تم پجاری ہکلایا۔ تو نوجوان طنزیہ انداز میں ہنسا اور بولا۔

پتہ لگا لے نا۔ کہ میں کون ہوں۔

نہیں آپ کی شکتی مہان ہے مہاراج۔ میں نہیں جان سکتا پجاری بے بسی سے بولا تو وہ اس کی طرف بڑھا پجاری ڈر کے مارے دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔

اچھا تو جا جا کے اپنی اس پشتک سے مدد لے لو شاید اس میں کوئی ایسا منتر ہو جو کہ تم کو میری پہچان کروا دے۔

میں ہار مانتا ہوں مہاراج۔ میری شکتی محدود ہے آپ خود بتا دیں۔

مایہ کال۔ مایہ کال نام ہے میرا۔ سادھوؤں کا سادھو جادوگروں کا جادوگر۔ پجاریوں کا پجاری۔ مایہ کال نوجوان نے گرج کر کہا کہ پجاری کو بجلیوں کے کڑکنے کی آواز سنائی دی۔ اس کے کان کے پردے پھٹنے لگے اس نے اپنے کانوں کو انگلیوں سے بند کر دیا۔ میں جانتا ہوں کہ تو نے مجھ سے ٹکر لی ہے میری پجارن کو ختم کروایا ہے اور میرے دشمن کو نہ صرف اس کے جادو سے آزاد کروایا ہے بلکہ اس تمام واقعے میں کوئی میری پجارن کے آشرم سے دوبارہ نکال کر ان کو ان کے گھر تک پہنچانے میں مدد کی ہے جن کو میرا ادھر نیرنی پجارن کے گھر میں سے اٹھا کر لایا تھا مجھے سب علم ہے کہ یہاں کیا کیا ہو رہا ہے مگر میں نے تم کو نہیں ٹوکا اور سپنا کو ختم ہونے دیا کیونکہ وہ بے خواب دیکھنے لگی تھی اگر وہ اس کے ہاتھوں نہ مرتی تو اسے میں مار دیتا۔ چلو تم نے اسے اشوانی کی مدد سے مار دیا لیکن تم نے میرے دشمن کو آزاد کر کے اسے یہ یقین دلایا ہے کہ تم اس کو ایک چلے کے ذریعے اس کی نورانی شکتی واپس دلوا سکتے ہو بس اسی بات سے مجھے غصہ آیا۔ اور میں ادھر آ گیا۔ پجاری دہشت زدہ ہو چکا تھا۔ مایہ کال کے بارے میں اس نے جو سعد سے سنا اور اب جب اسے بھیانک ارادوں سے اپنے سامنے دیکھا تو اس کے ہوش اڑ گئے تھے اور اسے اپنی اور اپنے گھر والوں کی جان کی فکر ہونے لگی۔ جو اس وقت مایہ کال کے ہاتھ میں تھی وہ اگر چاہتا تو ایک لمحے میں سب کو ہلاک کر سکتا تھا اور اسے روکنے والا کوئی نہ ہوتا۔ اس لیے اسے اب خود کی اور گھر والوں کی جان بچانا تھی اور ایسا کرنے کا ایک ہی طریقہ تھا کہ وہ مایہ کال کے قدموں میں جا گرے اسے اپنا آقا تسلیم کرے اور پھر اس کے شیطانی کاموں میں لگ جائے پجاری اگر اکیلا ہوتا تو ایسا کبھی نہ کرتا۔ مگر وہ

اپنی بیوی اور اس بیٹی کی وجہ سے مجبور تھا جس کی وجہ سے اس نے سعد کی مدد کی اور مایہ کال سے ٹکر لی تھی اب بھی وہی معاملہ تھا اپنی بیٹی کے لیے وہ خود کو کسی بھی مصیبت کے لیے تیار کر سکتا تھا۔ اور اپنی بیٹی کی خوشیوں کے لیے اپنی زندگی بھی برباد کر سکتا تھا۔ پھر وہ اسی سوچ میں مایہ کال کے قدموں میں جا گرا اور روتے ہوئے بولا۔

شما کر دیں مہاراج مجھے شما کر دیں مجھ سے بھول ہوئی ہے۔ اور بدلے میں آپ کا سیوک بننے کو تیار ہوں۔ آپ کی غلامی میں آنے کو تیار ہوں آپ جو بھی کہیں گے وہ کرنے کو تیار ہوں لیکن مجھے شما کر دیں۔ لیکن مہاراج مجھے شما کر دیں۔ میں اپنی محدود شکتی کی وجہ سے یہ بھول گیا تھا کہ میں کس کا اپمان کر رہا ہوں مجھے نہیں معلوم تھا مہاراج۔

اپنی شکتی کی وجہ سے تو خود کو بہت بڑا سورما سمجھنے لگا ہے پجاری۔ یہ بھی جھوٹ ہے کہ تم کو میرے بارے میں علم نہ تھا۔ کیونکہ جب سعد نے تم کو میرے بارے میں بتایا تو تم میرے بارے میں بخوبی جان گیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود بھی تم نے مجھ سے ٹکر لی۔ بے پجاری۔ اپنے پورے ہوش وحواس میں چلو شپالی بدروح سے تو تم کو اور تمہاری بیٹی کو اشوالی دیوی نے بچا لیا ہے مگر اب مجھ سے تجھ کو کون بچائے گا۔

شما کر دیں مہاراج۔ مجھ سے بھول ہوئی ہے مجھے شما کر دیں بھگوان کے لیے میں آپ کی خوشی کے لیے کچھ بھی کرنے کو تیار ہوں۔ پجاری بلکتے ہوئے بولا۔ تو مایہ کال زور زور سے قہقہے لگانے لگا۔ اس کے رونے کی آوازیں مایہ کال کے قہقہوں میں دبنے لگیں وہ پجاری کی بے بسی کا بھرپور مذاق اڑانے لگا اور پجاری زیادہ زور زور سے بلکنے لگا اور اس سے شما مانگنے لگا۔

آخر وہ تیزی سے بولا تو پجاری تیزی سے اٹھا اور اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر اور گردن جھکا کر کھڑا ہو گیا میری زندگی میں معافی نام کی کوئی لفظ نہیں ہے پجاری میں نے آج تک کسی کو بھی معاف نہیں کیا ہے حتیٰ کہ اپنی اولاد کو بھی اپنی اس سگی بیٹی کو بھی جو مجھے دل وجان سے بھی زیادہ عزیز تھی۔ اور نجانے ایسے کتنے لوگ لیکن نجانے کیوں مجھے تم پر ترس آ رہا ہے اور میں نہ چاہتے ہوئے بھی تم کو معاف کرنے کے بارے میں سوچ رہا ہوں لیکن کس وجہ سے نہ تو تمہاری شکل خوبصورت ہے اور نہ ہی تم میرے برابر ہو لیکن چلو میں تم کو معاف کرتا ہوں لیکن اک بات پر۔

جئے ہو مایہ کال مہاراج کی۔ پجاری خوشی سے بولا۔ آپ واقعی مہان ہیں۔ مجھے آپ کی ہر آگیا کا پالن کرنا ہے اور میں اسے اپنی خوش نصیبی جانوں گا کہ میں مہاراج کے کسی کام کو پورا کروں۔

ہوں باتیں اچھی کر لیتے ہو پجاری۔ بہرحال اب سنو جیسے ہی سعد واپس آئے گا تم اسے لے کر جنوب کی طرف کسی بھی وقت لیکن رات کے کسی بھی وقت لے کر آؤ گے میں وہاں پرانے مندر کا تہہ خانہ ہے اور تم نے وہاں تک سعد کو لانا ہے تہہ خانے میں سعد کو لا کر تم نے اس سے تہہ خانے کے چاروں کونے اس کے ہاتھوں سے کھدوانے ہیں اور پھر ان تہہ خانے کے کونوں سے چار مٹی کے برتن نکالنے ہوں گے جن میں میرا ایک ایک سیوک بند ہے اور اس مٹی کے برتنوں میں ان کی راکھ پڑی ہے وہ راکھ تم نے سعد کو کھلانی ہے اور بس پھر تمہارا کام ختم۔

میں آپ کی آگیا کا پالن کروں گا مہاراج میں اس مندر سے واقف ہوں اور ایسا ہی ہوگا۔ آپ چنتا مت کریں۔ پجاری خوشی سے بولا۔ کیونکہ اسے اب اپنی اور اپنی بیٹی اور پتنی کی زندگی کی گارنٹی مل چکی تھی اور اسکے لیے اس کے پریوار سے بڑھ کر کوئی عزیز نہ تھا اور وہ ایسا ہر حال میں کر گزرنے والا تھا۔

اور ہاں یاد رکھنا مجھے تمہاری اور تمہاری بیوی اور بیٹی کی زندگی ذرا بھی عزیز نہیں ہے۔ اور میری شکتی سے بھی تم واقف ہو۔

آپ فکر نہ کریں مہاراج۔ آپ کا سیوک آپکی آگیا کا پالن کرے گا۔

چلتا ہوں۔ کیونکہ سعد آنے والا ہے۔ اور تم کو کل رات تک کا وقت ہے اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تیرا وہ حشر کروں گا۔ کہ تو سات جنموں تک یاد رکھے گا۔ پجاری کچھ نہ بولا۔ افر مایہ کال اسے گھورتا ہوا ایک طرف چل دیا۔ اور پھر وہ اندھیرے میں گم ہو گیا۔ پجاری کی جان میں جان آئی۔ اور اس نے گہرا سانس لیا۔ اور اپنی دھوتی سے ماتھے کا پسینہ پونچھا مایہ کال جا چکا تھا مگر اس کا جسم ابھی بھی خوف سے کانپ رہا تھا اس نے سر کو تیزی سے جھٹکا اور گھر کی طرف چل دیا۔ جس کمرے میں اس کی بیوی اور بیٹی تھیں اور جن کو اس نے بختی سے باہر آنے سے منع کیا تھا۔ وہ اب اس کمرے کے دروازے پر آیا۔ دستک دی اور دھیمے سے لہجے میں شانتی کو دروازہ کھولنے کو کہا۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھل گیا پجاری نے اپنا تمام تر خوف دور کیا۔ اور سنبھل کر اندر داخل ہو گیا۔ شانتی سو رہی تھی وہ شانتی والی چارپائی پر جا کر بیٹھا۔ اور اس نے شانتی کے سر پر ہاتھ رکھا تو پجاری کی بیوی نے پوچھا شانتی کے ابا کیا ہوا ہے اس وقت تم نے ہمیں یوں اچانک کمرے میں بھیج دیا اور وہ پجاری جی جو شانتی کو لینے آئے تھے وہ کہاں گئے یہ سب کیا ہے پتنی کے سوالوں کی بوچھاڑ کے سامنے اس نے مختصراً طور پر پتنی کو سعد اور پھر شپالی کے مرنے کا واقعہ بتایا مگر وہ مایہ کال والا واقعہ چھپا گیا تو اس بات کو سن کر اس کی پتنی حیران رہ گئی۔

ہے بھگوان تیری کرپا ہوئی ورنہ جانے کیا ہو جاتا ہم تو لٹ جاتے۔ شکریہ اے اشوانی دیوی تیرا کہ تو نے میری بیٹی کو شیطان سے بچایا۔

ہاں دھنتی سب بھگوان اور اشوانی دیوی کی کرپا ہے ٹھیک ہے اب کوئی خطرہ نہیں ہے تم آرام سے سو جاؤ۔

پجاری اٹھ کر اس کمرے میں آیا جہاں پر وہ سعد کو لایا تھا چارپائی پر آ کر وہ سوچنے لگا سعد کو وہ نہیں مارنا چاہتا تھا۔ نہ ہی مایہ کال کے سیوکوں کے حوالے کرنا چاہتا تھا مگر وہ مایہ کال کو بھی جانتا تھا کہ وہ نہ صرف اسے دردناک موت دے گا بلکہ اس کی بیوی اور بیٹی کو بھی مار دے گا اور پجاری کے لیے اس کے پریوار سے بڑھ کر کوئی عزیز نہ تھا وہ ایسے کئی سعد اپنے پریوار پر قربان کر سکتا تھا۔

وہ اس وقت دکھی تھا اور سعد کو دکھ نہیں دینا چاہتا تھا مگر وہ مجبور تھا بہرحال جو ہونا تھا وہ تو ہو گیا تھا۔ اب اسے وہی کرنا تھا جو اس کو مایہ کال بول کے گیا تھا ورنہ ایک عبرت ناک موت اس کی اور اس کے پریوار کی منتظر تھی۔ وہ اب مایہ کال کی آگیا کا پالن کرنے پر غور کرنے لگا اور یہ سوچنے لگا کہ سعد کو کون سے داؤ کے ذریعے اس وحشت ناک اور ڈراؤنے پرانے مندر میں لے جانا ہے اور کیسے اسے مایہ کال کے غلاموں کے حوالے کرنا ہے تھوڑی سی سوچ کے بعد اسے ایک حل سمجھ آیا تو وہ مطمئن ہو گیا اور سعد کے آنے کا انتظار کرنے لگا۔ جو کسی بھی وقت آ سکتا تھا اور پجاری اسے ایک امتحان سے نکال کر دوسرے امتحان میں ڈالنے والا تھا۔

کیا سعد پجاری کے داؤ میں آ گیا ہانیہ کا کیا بنا کیا ہانیہ نے مایہ کال کو مورتی کا راز بتا دیا۔ اور اسے مایہ کال نے بلی چڑھا دیا۔ کیا سعد ہانیہ کو بچانے میں کامیاب ہو گیا۔ یہ سب جاننے کے لیے خوفناک کے اگلے شمارے میں مایہ کال کی آخری قسط ضرور پڑھیں۔

فرمانبردار جن

۔۔۔ تحریر: سجاد حسن ۔۔۔ جھوک والا ملتان ۔

عالیہ کو سلمان کے قدموں کی آواز سنائی دی اور وہ اس کے قریب پہنچ گیا جذبات سے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے اس نے عالیہ کا خوبصورت الٹا اور انتہائی حسین لاکٹ اس کی گردن میں ڈال دیا عالیہ نے لاکٹ دیکھا اور حیرانگی سے سلمان کو دیکھا اور سلمان نے اس کی آنکھوں کو چوم لیا۔ یہ تحفہ ہی تو ہماری محبت کی کامیابی کا ضامن ہے عالیہ اٹھو اپنے سسر اور ساس کو سلام کرنے نہ چلوگی کہاں ہیں وہ اس نے حیرانی سے پوچھا آنکھیں بند کرو سلمان نے کہا۔ عالیہ نے معصومیت سے آنکھیں بند کر لیں اور پھر سلمان کے کہنے پر جب اس نے آنکھیں کھولیں تو خود کو ایک ایسی دنیا میں پایا جو اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی وہ سنگ مرمر کا عالی شان محل تھا چاروں طرف قیمتی زر و جواہر جڑے ہوئے تھے دو طرف حسین و جمیل عورتیں خوش آمدید کہنے کے لیے کھڑی تھیں اور سامنے ایک معمر بزرگ اور خاتون بیٹھی تھی۔ میری امی اور ابا جان۔ سلمان نے سرگوشی کی اور عالیہ کا سر خود بخود سلام کے لیے جھک گیا خوش آمدید دلہن ہمیشہ خوش رہو دونوں نے دعائیں دیں اور زر و جواہر اس پر نثار کیے جانے لگے اسے حسین زیورات سے لاد دیا گیا۔ اور پھر راگ رنگ کی محفل جم گئی عالیہ خواب کے عالم میں یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا رات تین بجے اس محل کے ایک کمرے میں اسے پہنچا دیا گیا جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کمرے کی دیواروں میں ہیرے جڑے ہوئے تھے جن سے قوس قزح منعکس ہو رہی تھی ایک سونے کا چھپر کھٹ موجود تھا۔ یہ میرا گھر ہے عالیہ اس دن برگد کے درخت کے نیچے تم بیٹھی تھیں تم مجھے پسند آ گئی اور میں تمہیں بے پناہ چاہنے لگا میں نے تمہیں وہ پتھر دیا جسے تم نے قبول کر لیا تو ہمارے ہاں منگنی کی رسم ہوتی ہے میں نے اپنے والدین سے کہا کہ میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں لیکن عالیہ ہم میں اور تم میں ایک فرق ہے ہم آتشی ہیں اور تم مٹی سے بنی ہوئی ہو میرے والدین نے کہا کہ اگر تمہارے سرپرست اپنی خوشی سے تمہاری شادی میرے ساتھ کر دیں تو انہیں اعتراض نہ ہوگا۔ اور میں ڈرائیور بن کر تمہارے گھر پہنچ گیا تھا۔ تم جن ہو سلمان۔ الحمدللہ مسلمان ہوں اور تمہارا پرستار تمہیں کوئی تکلیف نہ ہوگی عالیہ میں تمہاری دنیا میں تمہارے ساتھ ساتھ رہوں گا میرے والدین نے اجازت دے دی ہے میں ویسے بھی تمہاری دنیا میں ہی رہ سکتا ہوں میری ایک خوبصورت کوٹھی موجود ہے ایسی کوٹھی جو تمہارے دشمنوں نے خواب میں نہ دیکھی ہوگی کل سب کو اس کوٹھی میں بلائیں گے اور اس وقت ان کی حالت قابل دید ہوگی میں نے تم سے یہ راز چھپا کر اپنے دل میں بوجھ محسوس کیا ہے کیا تم اس بات پر مجھے ٹھکرا دوگی عالیہ۔ نہیں سلمان نہیں عالیہ اس نے اس کے سینے میں سر چھپا دیا۔ ایک دلچسپ اور سنسنی خیز کہانی

گھر کے تمام لوگ ائیر کنڈیشنڈ کمروں میں آرام کر رہے تھے باہر سخت لو چل رہی تھی جھلسا دینے والی لو اس نے اداسی سے کھڑکی کھولی اور لو کا تھپیڑا جیسے انتظار ہی کر رہا تھا۔

ایک زناٹے دار تھپڑ اس کے گال پر پڑا اور اس کا گال تھما گیا۔ اس نے جلدی سے کھڑکی بند کی میرے خدا کیسی شدید لو چل رہی ہے اس نے سوچا اور چٹخنی لگا کر واپس اپنے بستر کی طرف چل پڑی دیوار کے ساتھ لگی ہوئی گھڑی کی سوئیاں دو بجا رہی تھیں اسے ٹھیک چار بجے باورچی خانے کی طرف جانا تھا شام کی چائے ٹھیک پانچ بجے لگتی تھی گویا ابھی آرام کرنے کے لیے دو گھنٹے تھے آرام کا وقت بھی اسے شدید گرمی اور لو کی وجہ سے مل گیا تھا ورنہ اگر دوسرے لوگ باہر ہوتے تو کسی نہ کسی کام میں الجھا دیتے اس وقت بھی کوئی کام اس کے سپرد کیا جا سکتا تھا کچھ نہ سہی تو چچی اماں کے پاؤں ہی دبانے ہوتے لیکن اس وقت اگر چچی اماں اس سے پاؤں دلواتیں تو اسے بھی ائیر کنڈیشنڈ کمرے کی ٹھنڈک نصیب ہو سکتی تھی اور یہ بات کسی کو گوارا نہ تھی اس نے ایک گہری سانس لی اور اس کی نگاہ آئینے پر جا پڑی لو کے تھپیڑے سے سرخ گال ابھی تک قوس وقزح کا منظر پیش کر رہے تھے وہ آہستہ آہستہ آئینے کی طرف بڑھ گئی اور آئینے نے اس کا سراپا پیش کر دیا۔ دن رات کی جھڑکیاں بات بات میں طعنے ہر قدم پر بے عزتی طرح طرح کے الزامات دن رات کی گھٹن اس زندگی میں تمام لوازمات تھے لیکن اس کا حسن شاید انہی لوازمات سے نکھر رہا تھا ایسی بھی کیا بے غیرت زندگی ایک لمحے کا سکون میسر نہیں تھا لیکن حسن وجوانی تھی کہ پھوٹی پڑ رہی تھی اللہ تعالیٰ نے اس کی تمام محرومیوں کی کسر اسے توبہ شکن حسن دے کر پوری کر دی تھی لیکن کس کام کا یہ حسن جو ہر وقت ملامت کا شکار بنا رہتا تھا چچی اماں کا بس نہیں تھا ورنہ زہر دے کر ہلاک کر دیتیں وہ اس حسن وجوانی پر بھی کڑی تنقید کرتی تھی عالیہ نے صابن سے منہ دھونا تک چھوڑ دیا تھا اب یہ اس کے بس کی بات تو نہیں تھی کہ وہ اپنی شکل بگاڑ دیتی شکل بگاڑ بھی لیتی تو جسم کا ایک ایک نقش چیخ چیخ کر اس قیامت خیز حسن کی تشہیر کر رہا تھا نہ جانے کب تک وہ آئینے سے حسن کا خراج وصول کرتی رہی پھر ایک ٹھنڈی سانس لے کر آئینے کے سامنے سے ہٹ کر بستر پر گر پڑی بارہ سال کی عمر تھی جب ماں اور باپ کار کے حادثے کا شکار ہو گئے تھے وہ خود اسکول میں تھی جب اسے حادثے کی اطلاع ملی تو وہ بے ہوش ہو گئی پورے چار دن کے بعد ہوش آیا تھا دادی اماں بیٹے کی نشانی کو گلے لگا کر لے آئیں لیکن چچی کو اس نشانی سے ہمیشہ سے چڑ تھی اور اب تو مستقل عذاب بن رہی تھی بہر حال دادی کی زندگی میں تو ان کی نہ چل سکی لیکن دادی کی آنکھ بند ہوتے ہی اس پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے دادی کے علاوہ گھر کا ہر فرد اس سے نفرت کرتا تھا چچا جان تو بیوی کے غلام قسم کے انسان تھے بھائی کی نشانی پر کبھی رحم بھی آ جاتا تو چچی جان کے قہر کی وجہ سے خاموش رہتا چچی جان کی بہن خالہ فوزی بھی ساتھ رہتی تھی بیوہ اور لاولد تھیں لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں مرتبے ان کی فطرت کو سامنے رکھتے ہوئے ہی دیے تھے بلا کی جلاد اور کینہ ور خاتون تھیں بات بات میں ناک بھوں چڑھانا ان کی عادت تھی خاص طور پر عالیہ ان کے عتاب کا شکار رہتی بلکہ چچی سے زیادہ اسے خالہ فوزی سے ہول چڑھتا تھا دونوں کزنیں شمسہ اور عظمیٰ تو بچپن میں تو وہ ٹھیک ہی رہیں لیکن جوانی آئی تو عالیہ کے مقابلے میں بری طرح احساس کمتری نے ان کے دلوں میں عالیہ کے لیے نفرت پیدا کر دی عالیہ کا معمولی لباس اس میک اپ سے عاری چہرہ ان کے ہزار میک اپ زدہ چہروں سے کہیں بڑھ کر حسین تھا بہت سی تقاریب میں انہیں اس بات کا اندازہ ہو چکا تھا چنانچہ گھر کی تقاریب عالیہ کا مکمل بائیکاٹ کر دیا گیا تھا بہر صورت کون سی حقارت تھی جو عالیہ کے

انتظامات نہ کیے گئے تھے وہ ہر عذاب کو خاموشی
سے جھیل رہی تھی اس کی زندگی میں کوئی بہار نہ تھی
اسے نہیں معلوم تھا کہ اس کا مستقبل کیا ہوگا بستر پر
بیٹھی وہ انہیں خیالات میں نجانے کب تک کھوئی
ہوئی رہی اس دیوار کے ساتھ لگی ہوئی گھڑی نے
تین بجائے اور وہ خیالات کے بھنور سے نکل آئی
ابھی تو ایک گھنٹہ باقی ہے اگر لیٹ گئی تو شاید نیند
آجائے اور یہ نیند اس کے لیے قیامت ہوتی اگر
ذرا بھی دیر ہوجاتی تو گھر والے چیخ چیخ کر آسمان
سر پر اٹھا لیتے کمرے میں تنہا بیٹھے بیٹھے دل گھبرانے
لگا باہر لو چل رہی تھی ورنہ باغ میں چلی
جاتی۔

اونہہ لو کیا کرے گی اچھا ہے بیمار ہوجاؤں
کچھ دن تو سکون سے مل جائیں گے مر بھی جاؤں تو
کیا ہے کون سی قیمتی زندگی ہے جو کسی کو تکلیف ہوگی
۔اس نے سوچا اور یہ سوچ اس قدر شدید ہوئی کہ وہ
کمرے کے دروازے کی طرف بڑھ گئی دروازہ
کھولا اور باہر نکل آئی باہر قدم رکھتے ہی گرمی کی
حقیقت معلوم ہوئی لیکن کمرے میں بھی نہیں
رہا جا سکتا تھا وہ گرمی کی پرواہ کیے بغیر آگے بڑھتی
رہی اور راہداری سے نکل کر صدر دروازے پر آگئی
صدر دروازے کے باہر دھوپ کا راج تھا وہ صدر
دروازے سے بھی باہر نکل آگئی۔ درحقیقت آگ
برس رہی تھی گھاس زرد ہو رہی تھی البتہ برگد کا سایہ
دار درخت جھوم رہا تھا جس کے نیچے مالی کی
چارپائی بچھی ہوئی تھی مالی بے چارہ بھی اپنے کوارٹر
میں گھسا ہوا تھا تمام ملازموں کے کوارٹروں کے
دروازے بند تھے کچھ ملازم جو ڈیوٹی پر تھے اندر
تھے اور باقی اپنے کوارٹروں میں آرام کر رہے تھے
وہ تیز تیز قدموں سے درخت کی طرف بڑھ گئی برگد
کا سایہ بے حد خوشگوار تھا اس نے تمام دھوپ اور لو
اپنے اندر جذب کر کے نیچے ٹھنڈی چھاؤں اور ہوا
بکھیر دی تھی کتنا رحم دل ہے یہ برگد کا درخت خود
دھوپ میں ہے اور دوسروں کو چھاؤں دیتا ہے۔
اس نے سوچا اور اس کے دل سے ایک ٹھنڈی آہ
نکل گئی مالی کی چارپائی پر پاؤں لٹکا کر وہ بیٹھ گئی
برگد کے پتے لو سے ہل کر ایک دلکش نغمہ بکھیر
رہے تھے وہ اس نغمے میں گم ہوگئی تھی اور تھوڑی دیر
کے لیے اپنے تمام غم بھول گئی یہاں بھی کوئی نہ تھا
ویرانی جو اس کا مقدر تھی لیکن نہیں برگد کا درخت
اس کا ہمدرد تھا وہ گیت سنا رہا تھا اس کی نگاہ ایک
چمکدار نقطے پر جم گئی اور ذہن نجانے کن کن خیالات
کا منبع بن گیا بہت دیر گزر گئی اچانک اسے قدموں
کی آہٹ محسوس ہوئی اور وہ چونک پڑی اس نے
مڑ کر دیکھا اور ایک سایہ سا اس کے سر سے گزر گیا
لیکن پیچھے تو کوئی نہیں تھا اس نے دائیں بائیں
دیکھا قدموں کی چاپ کیسی تھی ممکن ہے کوئی گلہری
سوکھے پتوں سے گزر کر درخت پر چڑھ گئی ہو اس
نے سوچا اور پھر پرسکون ہوگئی ظاہر ہے اس گرم
دوپہر میں سب اس جیسے دیوانے تو نہیں بن سکتے
تھے لیکن وہ سایہ۔ اونہہ اب وہ وہمی بھی ہوتی
جارہی تھی سایہ خود اس کا ہوگا جو مڑنے سے پڑا ہوگا
اور اس نے اپنے ذہن سے خیال نکال دیا اور پھر
اسی چمکدار نقطے کو تلاش کرنے لگی جو برگد کی جڑ میں
تھا نقطہ اسے مل گیا تھا لیکن اس بار وہ بے خیال نہ
ہوسکتی وہ چمکدار چیز کیا ہے جسے وہ بہت دیر سے
دیکھ رہی تھی لیکن اس کے بارے میں اس نے ابھی
تک نہیں سوچا تھا ایک سفید سی چمکدار چیز تھی وہ
چارپائی سے اٹھ کر اس کی طرف بڑھ گئی اور اس
نے برگد کی جڑ سے دودھیا رنگ کا خوبصورت پتھر
اٹھا لیا جو دل کی شکل میں تراشا ہوا تھا اس کے کچھ
حصوں پر مٹی لگ گئی تھی جسے اس نے دوپٹے سے
صاف کر لیا کیسا خوبصورت پتھر ہے جانے کہاں
سے آیا ہے قیمتی بھی معلوم ہوتا ہے ممکن ہے کسی زیور

سے نکل گیا ہو لیکن اس درخت کے نیچے اور پھر اس کی تراش بھی ویسی نہیں تھی کہ کسی بھی زیور سے اکھڑا ہوا معلوم ہو اس کے علاوہ وہ کافی پرانا بھی معلوم ہوتا ہے وہ پتھر کو ہتھیلی پر رکھ کر دیکھنے لگی بلاشبہ وہ بے حد حسین اور جاذب نگاہ ہے اسے وہ پتھر بے حد پسند آیا وہ اسے اپنے پاس رکھے گی اگر کسی نے اپنا جتایا تو اسے واپس کر دے گی اس خیال کے تحت اس نے اسے مٹھی میں دبایا اور چارپائی پر آ بیٹھی بیٹھنے کے بعد بھی وہ کافی دیر تک پتھر کو گھورتی رہی پاگل دل کی شکل ہے نجانے کون سے پتھر سے تراشا گیا ہے ممکن ہے پلاسٹک کا ہو لیکن پتھر کا نہ ہوتا تو اتنا وزنی نہ ہوتا پھر بھی ہو اب تو وہ اس کا اپنا ہے اس نے اسے رکھ لیا اور اس وقت اس کے کانوں میں ایک مرتبہ آواز آئی شکریہ ایک بار پھر وہ اچھل پڑی اس بار اس کے کانوں نے دھوکہ نہیں کھایا تھا ضرور کوئی اجنبی آواز تھی جس نے شکریہ کا لفظ ادا کیا تھا وہ ہوا میں سے کھڑی ہوئی کون ہے۔ اسے پھر وہ چاپ اور سایہ یاد آ گیا اور اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں چاروں طرف دیکھا لیکن چلچلاتی ہوئی دھوپ اور لو کے تھپیڑوں کے علاوہ اور کچھ بھی نہ تھا پھر اس کی نگاہ درخت پر اٹھ گئی۔ ممکن ہے کوئی اوپر درخت پر چھپا ہوا اسے پریشان کر رہا ہو لیکن درخت کے پتے سنسان تھے اوپر تک درخت صاف پڑا تھا اسے کچھ خوف سا محسوس ہونے لگا اور وہ چارپائی سے اٹھ کر کھڑی ہوئی پتھر اب بھی اس کی مٹھی میں ہی موجود تھا وہ تیز تیز قدموں سے صدر دروازے کی طرف چل پڑی اور پھر دوبارہ اپنے کمرے میں آ گئی عجیب بات تھی اسے کانوں پر بھروسہ تھا اور اسے صاف طور سے لفظ شکریہ سنا تھا کافی دیر تک وہ متاثر رہی پھر اس کی نگاہ گھڑی پر پڑی چار بجنے میں صرف دس منٹ باقی تھے وہ سب کچھ بھول کر خود کو

باورچی خانے کے لیے تیار کرنے لگی مٹھی میں دبا ہوا پتھر اس نے مسہری کے سائیڈ ریک میں رکھ دیا اور باتھ روم میں چلی گئی ٹھنڈے پانی کے چھینٹوں نے چہرے کی تمتماہٹ کو بڑا سکون دیا وہ کافی دیر تک چہرے اور آنکھوں کو پانی سے نم کرتی رہی اور پھر تازہ دم ہو کر باہر نکل آئی پورے چار بجے تھے کمرے سے نکل کر وہ باورچی خانے میں پہنچ کر اس کے ذہن نے تھوڑی دیر قبل کا پراسرار واقعہ بھلا دیا۔ اب اس کی ذمہ داری شروع ہوتی تھی اس نے ذہن میں فرمائشات کی اس فہرست کو ٹٹولا جو آج شام کی چائے کے لیے گھر کے حاکموں نے کی تھیں سب کی فرمائشیں پوری کرنا لازمی تھا چنانچہ وہ جلدی جلدی تیاریاں کرنے لگی اور ٹھیک پانچ بجے وہ خوبصورت ٹرالی کو انواع واقسام کے لوازمات سے سجائے ہوئے ڈرائنگ روم کی طرف لے گئی گھر میں پہنچ گئی باہر کا موسم ابھی تک گرم تھا اس لیے ان پر چائے پینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا اور پھر یوں بھی گرمیوں میں تو پانچ بجے دوپہر ہی ہوتی ہے برف کی طرح ٹھنڈے کمرے میں سب لوگ صوفوں پر بیٹھے بیٹھے قہقہے لگا رہے تھے جونہی وہ اندر داخل ہوئی قہقہے ایک لمحے کے لیے رک گئے اور پھر جاری ہو گئے جیسے اسے احساس دلایا جا رہا تھا کہ اس کی یہاں آمد سے کسی کے مشغلوں پر اثر نہیں پڑا ہے اور وہ کوئی اہمیت نہیں رکھتی لیکن اس نے ان کے اس تاثر کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ یہ تو ان لوگوں کا معمول تھا سلیقے سے اس نے سنٹر ٹیبل درست کی اور چائے اور دوسری چیزیں سرو کر دیں باورچی خانے کی گرمی میں اس کا چہرہ دہک کر آگ ہو گیا تھا خشک ہونٹ جھجو کا چہرہ وہ بے حد حسین لگ رہی تھی اس گرمی میں تمہیں میک اپ کرنے کی فرصت مل جاتی ہے عالیہ عظمیٰ نے طنزیہ انداز میں کہا میک اپ۔ اس نے حیرت سے عظمیٰ کی طرف دیکھا

اس نے تو زندگی میں کبھی میک اپ نہیں کیا تھا اونہہ موا رنگ ہی ایسا ہے عجیب بات ہے تم لوگ سونے کے نوالے کھاؤ تب بھی ایسا رنگ نہ نکال سکیں اللہ میاں بھی بعض اوقات خوب مذاق کرتا ہے فوزی خالہ نے ٹکڑا لگایا لیکن اس کی بات اس بات میں بھی عظمی اور شمسہ کی تضحیک تھی اس لیے وہ دونوں منہ بنا کر خاموش ہو گئیں وہ باہر نکل آئی ابھی بہت سے کام تھے سورج اب بھی قہر برسا رہا تھا لیکن وہ گرمی سے بے خبر کاموں میں مصروف ہو گئیں شام ہوئی اور پھر رات وہ سب کچھ بھول گئی تھی برگد کے نیچے سے ملنے والا پتھر شکریہ کے الفاظ کوئی بات اسے یاد نہ تھی گیارہ بجے سب کے خواب گاہوں میں گھس جانے کے بعد اسے فرصت ملی اور وہ اپنے کمرے کی طرف چل دی کمرے میں پہنچ کر اس نے گہری گہری سانس لیں دن بھر کی تپش کے بعد کمرہ اب بالکل ٹھنڈہ ہو چکا تھا وہ خاموش مسہری پر بیٹھ گئی آئینہ سامنے موجود تھا اور وہ سوچنے لگی کہ کچھ بھی ہو وہ اب بھی اس سب سے اچھی سب سے باوقار لگتی ہے شاید ان کی ضرورت سے زیادہ جلن کی یہی وجہ ہے عام طور پر اس کے لیے سادہ اور معمولی کپڑے کے لباس بنتے تھے لیکن اس کی مرحوم ماں کے چند جوڑے اب بھی اس کے پاس موجود تھے قیمتی جوڑے جنہیں وہ کبھی کبھی اپنے کمرے میں پہن لیتی تھی آج بھی نجانے کیوں اس کا دل چاہا کہ وہ کوئی عمدہ لباس پہنے اور یہ خواہش اتنی شدید ہوئی کہ وہ اس سے باز نہ رہ سکی اس نے الماری کھول کر ایک خوبصورت جوڑا نکالا اور غسل خانہ میں جا کر اسے پہننے لگی زرکار جوڑے نے اسے سحر انگیز بنا دیا تھا اس نے باہر نکل کر آئینے میں اپنی شکل دیکھی اور خود ہی شرما گئی کاش اسی وقت اسے دیکھنے والا کوئی ہوتا اور ایمانداری سے اس کے بارے میں کچھ کہہ سکتا اس نے سوچا اور دفعتاً

اسی وقت ایک آواز اس کے کانوں میں گونج اٹھی چشم بددور۔ وہ اچھل پڑی اس نے گھبرائے ہوئے انداز میں دروازہ کی طرف دیکھا لیکن دروازہ تو اندر سے بند تھا اس نے مسہری اور پھر پورے کمرے کے دوسرے کونوں میں دیکھا لیکن کوئی نہ تھا یہ میرے کان کیوں بجنے لگے ہیں آخر اس وقت شکریہ کی آواز اور اب اوہ اس تصور کے ساتھ ایک اور انکشاف ہوا شکریہ والی آواز اس آواز سے مختلف نہیں تھی ایک ہی آواز اور یہ نرم نرم انداز کون ہے کس کی آواز ہے وہم صرف وہم ورنہ اور کون آ سکتا تھا اس نے پھر دل کو تسلی دی اور آئینے کے سامنے سے ہٹ گئی رات اپنی تھی اب کسی کے بلانے کے امکانات نہیں تھے اٹھیں پڑوں میں بستر پر آ گئی تکیہ اونچا کر کے وہ دراز ہوئی اور لیٹے لیٹے اسے اس خوبصورت پتھر کا خیال آ گیا اس نے سائیڈ ریک کی دراز کھولی اور پتھر نکال کر ہاتھ میں پکڑ لیا کیسا پیارا پتھر ہے وہ سوچنے لگی اور پھر اسے چمکانے کے لیے اس نے اسے اپنے لباس سے رگڑا پتھر درحقیقت چمک اٹھا لیکن اس کے ساتھ کمرے کے اوپر روشندان سے کوئی پرندہ اندر گھس آیا ایک دو تین چار اور مبہوت سی انہیں دیکھتی رہ گئی یہ چمگادڑیں تھیں اور ان میں سے تین چمگادڑیں نیچے اتر آئیں اور اچانک بڑی ہو گئیں۔ عالیہ کی آنکھیں دہشت سے پھٹ گئیں وہ ان چمگادڑوں کو انسانی روپ اختیار کرتے دیکھ رہی تھی عجیب بھیانک شکلیں تھیں اس نے چیخنے کی کوشش کی تھی لیکن اس کی آواز بھی دہشت کی وجہ سے نہ نکل سکی خوف سے اس کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے ہم سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے عالیہ ہم تمہارے غلام ہیں تمہارے خیر خواہ ہیں ہم کسی بھی حالت میں تمہیں نقصان نہیں پہنچائیں گے ہم سے خوف نہ کھاؤ کاش ہم کسی خوبصورت شکل میں تمہارے

سامنے آتے اور تم ہم سے خوفزدہ نہ ہوتیں کیا یہ خواب ہے عالیہ نے سوچا اور آنکھیں ملنے لگیں۔ لیکن وہ خواب نہیں تھا درحقیقت تین انسانی ہیولے اس کے سامنے تھے۔ ان کی شکلیں بھیانک ضرور تھیں لیکن الفاظ اور لہجہ بے حد نرم تھا۔

تم کون ہو۔ اس نے ہمت کر کے پوچھا۔

تمہارے خادم ہمیں حکم دو ہم کیا کریں ہم تمہارے لیے ہر کام کر سکتے ہیں۔

میں کیا حکم دوں مگر تم میرے غلام کیسے بن گئے

یہ بتانے کی اجازت نہیں ہے وقت آنے پر تمہیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔

وہ وقت کب آئے گا۔

بہت جلد بہت ہی جلد تم بالکل فکر مت کرو تمہارے برے دن گزر گئے اب کوئی تمہیں آنکھ نہیں دکھا سکے گا ہم تینوں کو تمہاری خدمت پر مامور کر دیا گیا ہے عالیہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی وہ تینوں ادب سے اس کے سامنے جھکے کھڑے تھے اگر کوئی کام نہیں ہے تو ہمیں اجازت دیجئے کیا ہم جا سکتے ہیں۔ ہم تم جاؤ خدا کے لیے جاؤ۔

ہم حاضر ہوتے رہیں گے اگر آپ ہم سے خوف کھاتی ہیں تو آپ کو تکلیف ہوگی آپ دل سے یہ خوف نکال دیں اور ہاں ہمارے جانے کے بعد آپ کو نیند نہیں آئے گی یقیناً آپ ہمارے بارے میں سوچتی رہیں گی اس لیے آپ یہ شربت پی لیں آپ کو پرسکون نیند آئے گی ان میں سے ایک نے اوپر ہاتھ بڑھایا اور عالیہ نے اس کے ہاتھ میں ایک خوبصورت شربت بلوریں گلاس دیکھا جس میں ہلکے گلابی رنگ کا شربت تھا عالیہ یوں ہی خوف زدہ تھیں لیکن گلاس اس کے بالکل قریب تھا دودھ جیسے گاڑھے شربت سے نفیس خوشبو اٹھ رہی تھی ۔نجانے وہ کیا تھا لیکن وہ تینوں اس کے قریب کھڑے تھے اس لیے اس نے بادل نخواستہ شربت اس کے ہاتھ سے لے کر منہ سے لگا لیا اور پھر گلاس اس وقت ہٹا جب شربت ختم ہو گیا یا شبہ اس نے اتنا خوش ذائقہ شربت اس سے قبل نہیں پیا تھا ایک لمحے میں اسے ایسا محسوس ہوا جیسے اس کا جسم پھول کی طرح ہلکا ہو گیا ہو پورے جسم کی تھکن گویا نچڑ گئی تھی اور پھر اس کی آنکھیں پراسرار انداز میں بند ہونے لگیں اور وہ گہری نیند سوگئی۔ صبح کو جب اس کی آنکھ کھلی تو دھوپ کا ایک دھبہ اس کی مسہری کے عین سامنے دیوار پر موجود تھا یہ دھبہ ٹھیک پونے آٹھ بجے یہاں ہوتا تھا اس نے بدحواسی سے گھڑی کی طرف نگاہ دوڑائی پونے آٹھ بجے تھے ٹھیک آٹھ بجے گھر کے تمام افراد ناشتے کی میز پر ہوتے تھے اور انہیں آٹھ بجے ناشتہ دینا اس کی ذمہ داری ہوتی تھی گویا صرف پندرہ منٹ تھے اس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے آج ضرور موت آگئی تھی آٹھ بجے ناشتہ نہ ملتا تو وہ سب اسے کھا جاتے وہ بجلی کی طرح مسہری سے اٹھ گئی اس کے جسم پر وہی کپڑے تھے جو اس نے رات کو تبدیل کیے تھے اس وقت یہ کپڑے بھی وبال بن گئے تھے انہیں اتارنے میں دو تین منٹ خرچ ہو جائیں گے ۔بہتر حال اگر انہوں نے اسے ان کپڑوں میں دیکھا تو مزید مصیبت آئے گی میرے اللہ میری مشکل آسان کر اس نے روہانسے انداز میں کہا اور کپڑے بدلنے گئی مت پر بھی الٹے سیدھے چھینٹے مارے بالوں کو بھی نہیں سنوارا اور باورچی خانے کی طرف چوروں کی طرح دوڑی کوئی اسے راستے میں دیکھ نہ لے فوزی خالہ کی لعن طعن آج بھی اس کے کانوں میں گونج رہی تھی گھوڑی ہو رہی ہے جوانی پھٹی پڑ رہی ہے کیسی مست نیند ہے سو رہی ہوگی کم بخت وغیرہ وغیرہ بانپتے کانپتے دل سے وہ باورچی خانے میں داخل ہوئی اسے کوئی بہانہ بھی

نہ سوچ رہا تھا جھوٹ بولنے کی عادت نہیں تھی دروازے کے اندر داخل ہوتے ہی اس کے پاؤں جم گئے تھے نجانے ناشتہ کس نے تیار کیا تھا تمام ناشتہ تیار تھا چائے کا پانی کیتلی پر کھول رہا تھا ہر چیز قرینے سے رکھی تھی یا خدا کیا گھر والوں نے اسے سوتا دیکھ کر خود ناشتہ تیار کیا تھا اگر یہ بات تھی تو پھر تو اور مصیبت آنے کی اس نے بھاری بھاری قدم اٹھائے اور چائے کا پانی اتار لیا اسے دوسری تھیلی میں ڈال کر پتہ ڈالی اور سرپوش ڈھک دیا اور پھر تمام چیزیں اس نے ٹرالی پر سجائیں دل میں ہول اٹھ رہا تھا اب کوئی آیا اور اس پر برس پڑا لیکن کوئی نہ آیا بھاری قدموں سے وہ ٹرالی دھکیلتی ہوئی باورچی خانے سے نکل آئی اور ناشتے کے کمرے میں طرف بڑھنے لگی اس کا انداز ایسا ہی تھا جیسے مجرم پھانسی کے تختے کی طرف بڑھتا ہے ناشتے کے کمرے میں حسب معلوم سب موجود تھے وہ نظریں جھکائے میز کے قریب پہنچی سب خاموش تھے جیسے کوئی اہم بات ہوئی ہو اس نے ناشتہ میز پر لگایا اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے آخر کانپتے ہوئے ہاتھوں سے اس نے ناشتہ سرو کر دیا کسی نے کچھ نہ کہا اور ناشتہ میں مصروف ہو گئے تب اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں اس نے نظریں اٹھا کر ان سب کے چہروں کی طرف دیکھا کیا وہ سب پاگل ہو گئے تھے اگر نہیں تو انہوں نے اس سے ناشتے کے بارے میں استفسار کیوں نہیں کیا اسے برا بھلا کیوں نہیں کہا لیکن ان میں کسی کے چہرے پر ایسے کوئی آثار نہیں تھے یا خدا کیا ماجرا ہے کیا ان لوگوں میں سے کسی نے ناشتہ تیار نہیں کیا دفعتاً فوزی خالہ نے پیالی آگے بڑھائی میرے لیے چائے ڈال دے اور وہ کسی مسحور چہرے کی طرح آگے بڑھی اس نے فوزی خالہ کی پیالی میں چائے بنائی اور پیچھے ہٹ گئی۔

پھر بھول گئی روزانہ کہتی ہوں میری چائے نمک ڈال کر دیا کر مگر شہزادی کو یاد کہاں آسکتا ہے فوزی خالہ کو آخر موقع مل گیا اس نے جلدی سے اپنی غلطی محسوس کی اور نمک دانی سے تھوڑا سا نمک نکال لیا لیکن فوزی خالہ کو جلن نکالنے کا بہترین موقع ملا تھا وہ اس موقع کو ہاتھ سے کیسے جانے دیتیں انہوں نے لپک کر اس کے ہاتھ سے نمک دانی چھین لی۔

اب تو میں خود بھی ڈال سکتی ہوں تمہارے زحمت کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

وہ نمک دانی لے کر کرسی پر بیٹھیں لیکن نجانے کرسی کیسے پیچھے کھسک گئی اور فوزی خالہ بری طرح نیچے گریں گرتے گرتے انہوں نے میز کی ناپ پکڑنے کی کوشش کی لیکن چائے کی پیالی ہاتھ میں آ گئی نتیجہ میں وہ نیچے گریں اور چائے ان کے اوپر فوزی خالہ کی چیخوں نے زمین آسمان ایک کر دیا تھا چائے کھولتی ہوئی تھی ان کے چہرے اور سینے پر پڑی تھی وہ ذبح کیے ہوئے کبوتر کی طرح پھڑ پھڑانے لگی اور سب لوگ ان پر دوڑے آئے۔

بیہ ناشدنی جو کچھ نہ کرا دے کم ہے چچی اماں کے الفاظ سنائی دیئے بہر حال ابھی عالیہ کو ڈانٹنے کا موقع نہیں تھا پہلے فوزی خالہ کی خبر لینی تھی تمام گھر والے ناشتہ وغیرہ بھول گئے فوزی خالہ کی تیمار داری ہونے لگی چاچا جان ڈاکٹر کو فون کرنے گئے دوسرے لوگ فوزی خالہ کو اٹھا کر دوسرے کمرے میں لے جانے گئے وہ کیا کرتی کھانے کی میز کے پاس کھڑی رہی اس میں اس کا تو کوئی قصور نہیں تھا فوزی خالہ نے خود ہی اٹھ کر نمک دانی چھیننے کی کوشش کی تھی کرسی پیچھے کھسک گئی اور وہ اسے دوبارہ برابر کرنے بھول گئی تھیں اسے ان کے جل جانے کا کافی افسوس تھا لیکن فوزی خالہ کی چیخوں پر اسے ہنسی آ گئی غصے کا انجام ہی برا ہے اس کے منہ

سے نکلا اور اسی وقت اس کے کان کے قریب کسی کی سی بھنبھناہٹ گونجی۔

آپ کو ستانے والوں کو آپ کے غلام معاف نہیں کریں گے جو بھی آپ کے ساتھ برا سلوک کرے گا ہم اس کا برا حشر کر دیں گے۔

وہ پھر خوف سے اچھل پڑی یہ الفاظ سماعت کا واہمہ نہیں تھے بالکل صاف الفاظ تھے اور آواز بھی وہی تھی جو اس نے ان خوفناک لمبے دانتوں والی چمگادڑوں کی سنی تھی اس نے گھبرائے ہوئے انداز میں چاروں طرف دیکھا وہ معصوم اور سیدھی سادی ضرور تھی لیکن پے در پے واقعات کو وہ نظر انداز نہیں کر سکتی تھی تمام واقعات ایک ہی سلسلے کی کڑی معلوم ہوتے تھے اس کا مقصد ہے کہ کوئی پراسرار قوت اس کی مدد کر رہی تھی لیکن یہ انوکھے غلام کون تھے کس کی نظر عنایت اس پر ہوگئی تھی برگد کے درخت کے نیچے سے ملنے والا پتھر شریعت کے الفاظ پھر رات کو نظر آنے والی شکلیں شربت اور پھر صبح کو ناشتہ کی تیاری یہ سب کیا ہے اس کا دل لرز رہا تھا لیکن اس کے ساتھ ایک انجانی سی خوشی بھی تھی نجانے یہ پراسرار قوتیں اس سے کیا چاہتی تھیں کہیں یہ اسے نقصان نہ پہنچائیں وہ کافی دیر تک ناشتہ کی میز کے پاس کھڑی رہی اور تھوڑی دیر کے بعد چچی اماں اندر داخل ہوئی۔

اب یہاں کھڑی سوگ کیوں منا رہی ہو جاؤ خوشی سے ناچو گاؤ عیش کرو تمہاری دل مراد لیکن ابھی جملہ پورا نہیں ہوا تھا کہ وہ بری طرح اچھلیں اور پھر مسلسل اچھلتی رہیں اس کے ساتھ ہی ان کے منہ سے ارے ارے نکل رہا تھا چچی اماں خاصی فربہ تھیں اور ان کا اچھلنا مشکل تھا لیکن اس وقت وہ دیوانہ وار اچھل رہی تھیں پھر ان کے منہ سے نکلا۔

ارے کم بخت دیکھ دیکھ تو کچھ میری قمیض میں کیا گھس گیا ہے اور عالیہ دوڑی اس نے قمیض بمشکل اٹھائی تو اس سے ایک چھپکلی نکل کر فرش پر دوڑنے لگی چچی اماں کی چیخیں بھی خالہ فوزی کے کم نہ تھیں وہ چھپکلی سے بہت ڈرتی تھیں اور یہ تصور ان کے لیے روح فرسا تھا کہ ان کے بدن سے چھپکلی رینگتی رہی تھی ان کی چیخیں بھی اس کمرے تک پہنچ گئیں جہاں ابھی خالہ فوزی کی تیمارداری ہو رہی تھی سب لوگ خالہ فوزی کو چھوڑ کر ناشتہ کے کمرے میں پہنچ گئے چچی اماں اب بھی اوئی اوئی کہہ کر اچھل رہی تھی۔

کیا ہوا بیگم کیا ہو چاچا جان نے گھبرا کر پوچھا چاچی اماں پسینے میں شرابور ہو رہی تھیں اکھڑے ہوئے سانس سے بولیں بچ گئی آج تو بچ گئی چھپکلی چڑھ گئی تھی کمر پر اللہ اس بچی کو خوش رکھے جان جوکھوں میں ڈال کر چھپکلی نکال دی ورنہ نجانے کیا حشر ہوتا ہائے چچی جان نے مختصر الفاظ میں ہانپتے ہوئے داستان سنا ڈالی۔ ویسے عالیہ کے اس کارنامے سے ان کا مزاج بدل گیا تھا ان کے نزدیک یہ بہت بڑی بات تھی چچا جان نے سکون کا سانس لیا کوئی خاص حادثہ نہیں ہوا تھا انہوں نے چچی کو سنبھالا اور پھر اس کمرے میں لے جہاں خالہ فوزی بستر پر نیم مردہ پڑی تھیں اعالیہ کی طرف ابھی بھی کسی نے توجہ نہیں کی تھی عالیہ کے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ ابھر آئی اگر چھپکلی والا واقعہ بھی اتفاق نہیں ہے تو اس کے یہ غلام بے حد دلچسپ ہیں نجانے اسے کیوں یقین ہونے لگا کہ چھپکلی والا واقعہ اتفاقیہ نہیں ہے کیونکہ اس کے غلام اسے بتا چکے تھے کہ اس کو تکلیف پہنچانے والوں کو وہ پریشان کریں گے گویا چھپکلی انہیں کی طرف سے تھی کیونکہ چچی جان اسے لعن طعن کر رہی تھیں اس نے گردن جھٹک دی یہ تصور عجیب تھا کہ پراسرار شکلیں خود کو اس کا غلام کہتی تھیں بہرحال اس نے ناشتہ کی میز کی طرف دیکھا خالہ فوزی کی مصیبت

نے ناشتہ خراب کر دیا تھا اب نجانے گھر کے لوگ ناشتہ کریں گے بھی یا نہیں ابھی وہ یہ سوچ رہی تھی کہ عظمی اور شمسہ اندر آگئیں انہوں نے سنجیدگی سے اسے دیکھا اور کرسیاں گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے بولیں۔

تم تو جانتی ہو عالیہ خالہ فوزی کتنی ہیں ذرا سا نمک ڈال دیتی تو یہ سب پر مصیبت نہ آتی ہمارا ناشتہ بھی خراب کر دیا اب پڑی ہائے ہائے کر کے سب کو بور کر رہی ہیں۔

بس غلطی ہوئی لیکن زیادہ وقت بھی تو نہ گزرا تھا کہ ایک سیکنڈ میں نمک ڈل جاتا تھا عالیہ نے کہا۔

تم نے ناشتہ کر لیا نجانے کیوں عظمی کو اس کا خیال آ گیا۔

ابھی نہیں۔ کرلوں گی وہ آہستہ سے بولی کیونکہ وہ ہمیشہ ناشتہ باورچی خانے میں کرتی تھیں آج تک کسی نے اس کو اس قابل نہیں سمجھا تھا کہ اپنے ساتھ ناشتہ کرایا جائے آؤ ہمارے ساتھ ہی ناشتہ کرلو عظمی نے پیشکش کی لیکن وہ اپنی حیثیت میں رہنا چاہتی تھی عظمی کے دوبارہ کہنے پر وہ بھی اس کے ساتھ نہ بیٹھی لیکن یہ تبدیلی اسے بہت عجیب سی لگی دونوں نے ناشتہ کر لیا۔ تو وہ برتن سمیٹ کر چل پڑی یہاں پہنچ کر کچھ اور حیرتیں اس کی منتظر تھیں رات کے چھوٹے برتن جو اسے صاف کرنے ہوتے تھے دھلے دھلائے الماری میں سجے ہوئے تھے دیگر تمام کام تیار تھے وہ حیرت زدہ کھڑی اس تمام کارنامے کو دیکھتی رہی اب تو کس وہی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا وہ اس صورت حال سے بھی خوفزدہ تھی اور خوش بھی تھی نجانے یہ سب کچھ کیا ہے کیوں سے ملازم ابھی پکانے کے لیے چیزیں نہیں لایا تھا اسے اور بھی کوئی کام نہیں تھا اس لیے وہ ناشتے کے برتن صاف کرنے لگی لیکن اچانک اسے محسوس ہوا جیسے کسی غیر مرئی قوت نے اس کے ہاتھ پکڑ لیے ہوں اس کے ساتھ ہی ایک سنسناتی ہوئی آواز گونجی یہ سب کام اب آپ کے کرنے کے نہیں ہیں یہ ملازم کب کام آئیں گے براہ کرم ہمیں شرمندہ نہ کریں وہ پھر خوفزدہ ہوگئی غیر مرئی شکنجے سے اس کے ہاتھ آزاد ہوگئے اس نے خوف زدہ نظروں سے ہر برتنوں کی طرف دیکھا اور اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں تمام برتن پلک جھپکتے ہی صاف ہوگئے تھے میرے خدا یہ کیا اسرار ہے اس کے منہ سے بڑبڑانے کے انداز میں نکلا کتنی منٹ تک وہ بیٹھی سوچتی رہی اور پھر ایک گہری سانس لے باہر آگئی اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کرے کہاں جائے برتن وغیرہ دھونے کا کام تو سارے نو بجے تک ہوتا تھا اس کے بعد پکنے کے لیے آجاتا تھا اور وہ اس میں مصروف ہو جاتی تھی لیکن برتن دھل چکے تھے پکنے کا ابھی وقت نہیں ہوا تھا دفعتاً اسے خیال آیا کہ اخلاقاً اسے بھی فوزی خالہ کو دیکھنے جانا چاہیے فوزی خالہ جل گئی تھیں اور وہ ابھی تک انہیں دیکھنے نہیں گئی تھی اس کے قدم ان کے کمرے کی طرف اٹھ گئے گھر کے دوسرے لوگ اب بھی اس کمرے میں تھے یہاں تک کہ چاچا جان بھی آفس نہیں گئے تھے وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی ڈاکٹر نے فوزی خالہ کے چہرے پر کوئی مرہم لگایا تھا ان کا پورا چہرہ چھپا ہوا تھا البتہ آنکھیں کھلی ہوئی تھیں انہوں نے نفرت بھری نظروں سے اسے دیکھا اور کراہتے ہوئے بولی۔

اب جلنے پر نمک چھڑکنے آئی ہو اب کیوں اپنی منحوس شکل دکھائی۔

خالہ مجھے افسوس ہے اس نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا۔

آپ خود ہی کچھ زیادہ غصے میں آ گئی تھیں فوزی باجی نمک بعد میں ڈالا جا سکتا تھا اور پھر میں

آپ سے کہہ چکا ہوں کہ چائے میں نمک نہ پیا کریں نقصان وہ ہوتا ہے چاچا جان نے کہا۔

ہاں گویا میری ہی غلطی تھی ٹھیک کہتے ہو میاں گوشت سے ناخون جدا نہیں ہوتے سو تمہاری بھتیجی ہے میں کون ہوں بیوی کی بہن ٹکڑوں پہ پلنے والی خالہ فوزی آنسو بہانے لگیں اب آپ تو بلا وجہ بات کو بتنگڑ بنا دیتی ہیں چاچا جان گھبرا کر بولے ایسی ہی ناگواری گزر رہی ہے تو ہاتھ پکڑ کر نکال دیتے گھر سے ان کی لاڈلی سے کچھ نہیں کہا جاتا جب وہ چائے میں نمک پتی ہیں تو آخر کیوں یاد نہیں رکھا جاتا چچی جان سے بہن کے آنسو برداشت نہ ہو سکے اور وہ ان کی حمایت میں بول پڑیں۔ خدا سے ڈریں بیگم میں نے کچھ کہا بھی ہو چاچا جان۔ چاچا جان دوہری مار برداشت نہ کر سکے کا یہ نوق لیتے ہو اور ستے ہو پھر نہیں کہا۔ ارے میں اس مرجنت کی وجہ سے نہیں جلی تو اور ابھی خالہ فوزی جملہ پورا بھی نہ کر نے پائی تھی کہ روشن دان سے ایک چڑیا اڑتی ہوئی آئی اور پتلی کے اس گلدان پر بیٹھ گئی جو خالہ فوزی کے سر کے عین اوپر رکھا تھا چڑیا بیٹھتے ہی اڑی اور گلدان خالہ کے سر پر آپڑا ارے مر گئی۔ مر گئی۔ مر گئی۔ خالہ فوزی دھاڑیں مارنے لگیں۔ ایک بار پھر لے دے مچ گئی نکل جا مردود یہاں سے کیا میری بہن کی جان لے کر دم لے گی چچی جان جوش غضب میں اس کی طرف بڑھیں وہ شاید اسے دھکے دے کر نکالنے کا ارادہ رکھتی تھی لیکن ان کے اوندھے منہ گرنے کا دھماکہ بہت زوردار تھا نہ جانے ان کے پاؤں کہاں پھنس گئے چچی جان کی کلائیوں کی تمام چوڑیاں ٹوٹ گئیں اور ٹکڑے ان کی کلائیوں میں چبھ گئے ہائے امی چیخیں اور شمسہ فوزی خالہ کو چھوڑ کر چچی جان کی طرف لپکیں چاچا جان البتہ سیدھے کھڑے تھے اور آج ان کے چہرے کے تاثرات اور دنوں سے مختلف تھے۔

اب بھی عبرت حاصل کرو بیگم بے زبان کا نگہبان خدا ہوتا ہے باجی فوزی نے دو مرتبہ اس پر الزام لگایا انہیں دونوں مرتبہ سزا ملی اور آپ بھی جذبات میں نقصان اٹھا چکی ہیں اگر اب بھی آپ نہ سنبھلیں تو انجام جو ہو اس کی ذمہ داری صرف آپ پر ہوگی وہ سخت لہجے میں بولے اس وقت ایک ملازم اندر آگیا۔

صاحب ایک شخص آیا ہے کہہ رہا ہے ڈرائیور کے بارے میں اشتہار پڑھ کر آیا ہے ملازمت کا خواہش مند ہے۔

آؤ عالیہ چاچا جان نے کہا اور اس کا ہاتھ پکڑ کے دروازے کی طرف بڑھے۔

ارے میری بہن بے ہوش ہوتی ہے ڈاکٹر کو تو بلاؤ چچی جان اپنی تکلیف بھول کر خالہ فوزی کے چہرے کی طرف دیکھ کر بولیں جن کے سر سے خون بہہ رہا تھا۔ اور پیشانی اور گالوں تک لڑھک آیا تھا ڈاکٹر ہمارا یا آپ کا ملازم نہیں ہے جو بار بار دوڑا ئے کسی ملازم کو بھیج کر دوسرے ڈاکٹر کو بلوالیں چاچا جان کی جرات پر سخت حیرت ہوئی اس سے قبل تو وہ بھیگی بلی بنے رہتے تھے اس وقت وہ شیر کیسے بن گئے تھے اور اس کے ساتھ ڈرائنگ روم میں پہنچ گئے پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولے عالیہ بیٹے میری آنکھیں بند نہیں ہیں میں تمہارے ساتھ ان لوگوں کا رویہ دیکھ رہا ہوں بعض حالات میں میں بھی مجبور ہوں مجھے تم سے کچھ گفتگو کرنی ہے ذرا اس شخص کو نپٹالوں جو ڈرائیوری کے لیے آیا ہے اور انہوں نے ملازم کو آواز دے کر اس شخص کو بلانے کے لیے کہا دودھ جیسا رنگ سنہرے بال نیلی آنکھوں والا دبلا پتلا نوجوان معمولی قسم کی پتلون اور قمیض پہنے ہوئے تھا چہرے سے شرافت ٹپکتی رہی اندر آ گیا اس نے ادب سے سلام کیا اور ایک طرف کھڑا ہو گیا

چاچا جان نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھا اور پھر گردن ہلا کر بولے۔

بیٹھ جاؤ اور وہ ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ کچھ تعلیم یافتہ ہو۔

جی ہاں۔ واجبی سی تعلیم ہے لکھ پڑھ لیتا ہوں وہ آرام سے بولا۔

ڈرائیونگ لائسنس موجود ہے۔

جی ہاں۔ اس نے جیب سے ایک کاغذ نکال کر سامنے رکھ دیا چاچا جان کاغذ کو دیکھنے لگا کتنی تنخواہ لو گے سلمان میاں۔ اس کے علاوہ دو تین باتیں واضح کردوں تمہیں یہاں رہنا ہوگا ایمانداری شرط ہے اپنے کام سے کام رکھو گے۔

مجھے منظور ہے جناب میں سر چھپانے کی جگہ چاہتا ہوں تنخواہ جو بھی مل جائے میرے اخراجات زیادہ نہیں ہیں۔

ٹھیک ہے دو ہزار روپے دیں گے کھانے اور کپڑے وغیرہ ہماری طرف سے تمہارا ساتھ اور کون ہے۔

تنہا ہوں۔

کیا تمہیں منظور ہے

بخوشی جناب جب کپڑے اور کھانا آپ دو گے تو مجھے دو ہزار کی کیا ضرورت ہے ایک ہزار کافی ہیں اس نے کہا اور چاچا جان گردن ہلانے لگا ٹھیک تم چاہو تو آج سے ہی کام شروع کردو چاچا جان نے کہا اور سلمان نے گردن ہلا دی اس نے ایک بار بھی عالیہ کی طرف نہیں دیکھا تھا لیکن عالیہ اس کے دل کی دنیا تو بڑی طرح ڈانوں ڈول ہو گئی تھی اس نوجوان کے چہرے میں نجانے کیا بات تھی اس کے دل میں ایک کسک پیدا ہوئی چاچا جان نے ملازم کو بلا کر کہا ڈرائیور والا کوارٹر سلمان کو دے دیا جائے اور اس کی تمام ضروریات کا خیال رکھا جائے اس کے جانے کے بعد چاچا جان عالیہ سے گفتگو کرنا چاہتے تھے کہ چچی جان اندھی طوفان کی طرح اندر داخل ہوئی اور عالیہ کی طرف رخ کر کے بولیں۔

تم جاؤ مجھے بات کرنی ہے اس نے چاچا کی طرف دیکھا اور ان کے چہرے پر کشمکش پا کر وہ وہاں سے اٹھ گئی یوں بھی اس وقت اٹھ جانا چاہتی تھی نجانے کیا ہو رہا تھا نہ جانے یہ دن کیسے گزر رہے تھے سلمان ایک ڈرائیور کی حیثیت میں اس گھر میں آیا تھا لیکن نجانے کیوں اس کا دل اسے ڈرائیور تسلیم نہیں کر رہا تھا ایک حسین صورت والا ڈرائیور نہیں ہو سکتا وہ سیدھی باورچی خانے پہنچ گئی اور ایک بار پھر وہ اچھل پڑی چولہوں پر دیگچا چڑھی ہوئی تھی کھانا تقریبا تیار تھا حالانکہ ابھی صرف ہونے گیارہ بجے تھے اس نے تمام ہنڈیاں کھول کر دیکھیں بڑی عمدہ خوشبو اٹھ رہی تھی ابھی تک جن حالات سے گزر رہی تھی ان کی وجہ سے ناشتہ کرنا بھی بھول گئی تھی روز کا معمول تھا کوئی نئی بات نہیں تھی اس نے ڈھکی ہوئی پلیٹیں کھولیں اور پھر ٹھٹک کر رہ گئی۔ ناشتہ بالکل تازہ تھا اور گرم تھا۔ جب کہ اب تک اسے بالکل خراب ہو جانا چاہیے تھا لیکن وہ پراسرار غلام۔۔۔ اس نے ناشتہ شروع کر دیا اور حیرا ورہ گئی اتنا مزیدار ناشتہ اس نے پہلے کبھی نہیں کیا تھا یا اللہ اس قدر عنایتیں کیسے برداشت کر سکے گی وہ سوچنے لگی اور ایک بار پھر اس کے ذہن کے چور دروازے سے سلمان گھس گیا وہ خود کو ملامت کرنے لگی بڑے بڑے حسین نوجوان اس نے دیکھے تھے عظمی کی بات جس سے چل رہی تھی وہ بھی وجیہ تھا حالانکہ خود عالیہ کو اس کے سائے سے دور رکھا گیا تھا کیونکہ گھر کے سب لوگ عالیہ کے حسن سے خوفزدہ تھے سب جانتے تھے کہ اس کے سامنے عظمی یا شمسہ کی دال گلنا مشکل ہے لیکن بہر حال کسی طرح عالیہ نے اسے دیکھ لیا تھا اسے اس

کی وجاہت پسند آئی تھی لیکن عظمیٰ کے لیے خود اس کے دل میں آج تک کوئی تحریک نہیں پیدا ہوئی تھی لیکن سلمان اس کی نیلی آنکھیں کتنی پرکشش تھیں نجانے بے چارہ کن حالات کا شکار تھا اور نجانے اس نے ناشتہ بھی کیا ہے یا نہیں اس احمقانہ سوچ پر وہ خود ہی شرما گئی پھر اس نے ذہن دوسری طرف نکالنے کی کوشش کی دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد سب لوگ اپنے اپنے کمروں میں جا گھسے گھر کی فضا آج بہت خراب تھی چاچا جان بھی آفس نہیں گئے تھے تچی سے ان کی خاصی کھٹ پھٹ ہوئی تھی کھانے سب نے اپنے اپنے کمروں میں کھائے تھے اور پھر دوروازے بند کر کے لیٹ گئے تھے وہ بھی حسب معمول اپنے کمرے میں جا گھسی ناشتہ دیر سے کیا تھا اس لیے کھانا بھی نہیں کھایا وہی گرم دوپہر۔ اور دوپہر کے خیال سے اسے وہ پتھر یاد آ گیا پتھر اپنی جگہ رکھا ہوا تھا اس نے بڑی چاہت سے اسے اٹھایا اور بغور دیکھنے لگی کیسا پیارا پتھر ہے وہ اس کا کیا کرے کیوں نہ اسے لاکٹ میں جڑوالے اور ہر وقت پہنے رہے لیکن یہ کیسے ممکن تھا اگر وہ اسے پہنتی تو گھر والے اس کی بوٹیاں نوچ ڈالتے پھر اپنے کمرے میں کسی گمرا کٹ کس سے بنوائے گی کہاں سے بنوائے گی۔ اپنی احمقانہ سوچ پر وہ خود ہی مسکرا دی اور مسہری پر دراز ہوگئی لیکن وہی تنہائی بے اختیار اس کا دل چاہا کہ برگد کے درخت کے نیچے پہنچ جائے وہی ٹھنڈی چھاؤں وہی خوبصورت فضا لیکن اس کے ساتھ ایک ہلکا سا خوف اس کے ذہن میں ابھر آیا وہ خوفناک غلام اسے یاد آ گئے لیکن ان غلاموں نے اب تک اسے نقصان نہیں پہنچایا تھا بلکہ وہ اس سے تعاون کر رہے تھے وہ ہر نازک لمحے میں نہ صرف اس کی مدد کر رہے تھے بلکہ اسے برا کہنے والوں کا دماغ بھی درست کر رہے تھے پھر ان سے ڈرنے کی کیا

ضرورت تھی وہ تو اس کے ہمدرد ہیں اس خیال نے ڈھارس دی اور وہ دروازہ کھول کر اپنے کمرے سے نکل گئی حسب معمول باہر چلچلاتی ہوئی دھوپ پڑ رہی تھی چہرہ جھلسا جا رہا تھا لیکن اچانک اس نے اپنے اوپر ایک سایہ دیکھا اور اس کی نظریں آسمان کی طرف اٹھ گئیں لیکن اوپر کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس کا وہ سایہ ہوتا وہی انوکھے غلام اس نے سوچا وہ اس کے کس قدر خیال رکھتے ہیں اور وہ دل ہی دل میں ان کی ممنون ہوئے بغیر نہ رہ سکی اس وقت وہ اس سائے سے خوفزدہ بھی نہ ہوئی تھی اور اس کے نیچے نیچے برگد کے درخت تک پہنچ گئی مالی کی چارپائی اس طرح بچھی ہوئی تھی اس نے ایک گہری سانس لی اور چارپائی پر بیٹھ گئی اس وقت اس کی نگاہ درخت کے دوسری طرف پڑی کسی کے بازو نظر آ رہے تھے کوئی درخت سے پشت لگائے منہ دوسری طرف کیے ہوئے بیٹھا تھا۔

مالی اس نے آواز دی۔ اور بیٹھا ہوا آدمی جلدی سے اٹھ کر اس کے سامنے آ گیا عالیہ کا دل دھڑکنے لگا کیونکہ وہ سلمان تھا۔

آپ۔ اس کے منہ سے سرسراتی ہوئی آواز نکلی

میرا نام سلمان ہے مادام۔ اس نے ادب سے کہا اس کی نیلی آنکھوں میں محبت کے لڈو پھوٹ رہے تھے اجنبی مردوں سے ہمکلام ہونے کا اسے شاذ و نادر ہی اتفاق ہوا تھا۔ اس لیے اس کی پیشانی عرق آلود ہوگئی تھی۔

آپ کو تکلیف ہو رہی ہے میں چلا جاؤں اس نے پوچھا۔ لیکن اس کے منہ سے آواز نہ نکل سکی کوارٹر کی چھت تپ رہی تھی اس لیے درخت کے نیچے آ گیا میں جا رہا ہوں آپ اطمینان سے بیٹھیں اس نے قدم بڑھائے اور وہ بے ساختہ بول پڑی۔

رکو۔ بیٹھ جاؤ۔ کیا حرج ہے نجانے یہ الفاظ اس نے کس طرح ادا کیے تھے۔

شکریہ۔۔۔ وہ مسکراتے ہوئے اسی جگہ بیٹھ گیا اور وہ متوحش ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگی یہ شکریہ اس شکریہ سے مختلف نہیں تھا جو وہ ایک دن پہلے سن چکی تھی لیکن پھر اسے اپنی بے وقوفی پر غصہ آیا نجانے وہ اتنی احمق کیوں ہوتی جا رہی ہے۔

میرا نام عالیہ ہے وہ بولی۔

انتہائی مناسب نام ہے اس نے کہا۔

تم نے کھانا کھا لیا۔ اس نے گھبراہٹ میں دوسرا سوال داغ دیا۔

مجھے نہیں معلوم مہمان کو کھانا کون دیتا ہے۔

ارے اس کا مطلب ہے کہ تم ابھی تک بھوکے ہو۔ اس نے اسے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا

میرے لیے کوئی نئی بات نہیں ہے کافی عرصے سے بیروزگار ہوں اکثر دوپہر کا کھانا کم ہی کھاتا ہوں اس نے کہا اور عالیہ کا دل ہمدردی سے دھڑک اٹھا اس کی یہ بات اسے بڑی درد بھری لگی اور وہ بے ساختہ اٹھ گئی۔

آؤ۔ آؤ میں بہت شرمندہ ہوں پلیز آؤ۔

آپ کیا تکلیف کریں گی مالکن۔

پھر مالکن۔ میں عالیہ ہوں اور بس آؤ اس نے کہا اور وہ اٹھ گیا ہمدردی میں عالیہ اس نازک چویشن کو بھول گئی اسے صرف یہ یاد رہا کہ وہ بھوکا ہے اور اسے لیے ہوئے کچن میں آگئی اور پھر اس نے کھانا نکالا باورچی خانے میں کوئی ایسی جگہ نہیں تھی مہمان وہ بیٹھ سکے اس لیے وہ ٹرالی لیے ہوئے اپنے کمرے میں آگئی وہ پہلا مرد تھا جسے وہ بے دھڑک اپنے کمرے میں لے گئی تھی اور پھر اس نے میز پر کھانا رکھ دیا اور اس کو گہری نظروں سے دیکھا۔

آپ نے بھی نہیں کھایا ہوگا مس عالیہ۔

تمہیں کیسے معلوم۔ تھوڑا سا پڑھا لکھا ہوں علم القیافہ میں بھی شد بد رہی تھی میں نے ناشتہ دیر سے کیا تھا چھوٹا منہ بڑی بات مالک اور ملازم کا احساس رکھتا ہوں لیکن نجانے دل کیوں یہ حرکت کرنے کو چاہ رہا ہے کہ آپ سے بھی شرکت کی درخواست کروں کچھ اس انداز میں یہ بات کہی گئی تھی کہ عالیہ رد نہ کر سکی اور اس کے سامنے بیٹھ گئی۔

نجانے وہ کون سا جذبہ تھا جس نے یک لخت اجنبیت دور کر دی تھی ورنہ وہ ایک شرمیلی لڑکی تھی کھانے کے بعد وہ اس سے اس کے بارے میں پوچھتی رہی اور وہ گول مول سے جواب دیتا رہا پھر اچانک عالیہ کو اپنی موجودہ پوزیشن کا احساس ہوا اور اس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔

ارے بس اب تم جاؤ کسی نے دیکھ لیا تو موت ہی آجائے گی اور وہ شکریہ ادا کر کے چلا گیا۔ عالیہ بے سدھ ہو کر مسہری پر گر پڑی یہ کیا ہو گیا ہے اسے کیا ہو گیا تھا۔ وہ بہر حال اس کے لیے اجنبی تھا لیکن اس خیال پر دل نے پکار کر کہا کہ وہ اجنبی نہیں ہے مگر وہ ایک ڈرائیور ہے صرف ڈرائیور نجانے کون ہے کہاں سے آیا ہے ذہن اسی کشمکش میں مبتلا تھا لیکن اس سوچ میں ایک انوکھی لذت تھی اور نجانے کتنا وقت گزر گیا جب ہوش میں آئی تو پانچ بج چکے تھے ایک دم اس کا دل دھک سے ہو گیا تین بج گئی تھی لیکن اب شامت زیادہ دور نہیں تھی ہانپتی کانپتی باورچی خانے میں پہنچی تو ٹرالی جانے سے بچی ہوئی تھی وہ آنکھیں بند کر کے دیوار کے ساتھ ٹک گئی۔

میرے معبود یہ سب کیا ہے میرے انوکھے ہمدرد میں کس منہ سے تمہارا شکریہ ادا کروں وہ ٹرالی دھکیلتی ہوئی باورچی خانے میں سے نکل آئی ناشتے کے کمرے میں بھی موجود تھے خالہ فوزی کو صبح سے

کھانے کو کچھ نہیں ملا تھا اس لیے وہ اپنی تمام تکلیف بھول کر ناشتے کے کمرے میں آ گئی تھی وہ اب وقت خالہ فوزی کی چائے میں نمک ڈالنا نہ بھولی تھی اور دن گزرتے رہے سب لوگ سلمان سے بہت خوش تھے بڑا جس کھونوجوان تھا عظمٰی اور رشمہ اس پر کھسر پھسر کر چکی تھیں ظاہر ہے وان کے معیار کا نہ تھا ویسے اس دوران ایک خاص بات یہ ہوئی تھی کہ نجانے گھر کے سب لوگوں کو عقل کس طرح آ گئی تھی انہوں نے یہ بات صاف طور سے محسوس کر لی تھی کہ اگر عالیہ کو برا بھلا کہا جاتا ہے تو یقینی طور پر اس کی سزا مل جاتی ہے اس لیے وہ محتاط ہو گئے تھے دوسری طرف سلمان انتہائی بے باکی سے عالیہ کے دل میں داخل ہو گیا تھا وہ عالیہ سے بے پناہ محبت کرنے لگا تھا اور اس نے واضح طور پر اپنی محبت کا اظہار کر دیا تھا۔ عالیہ اس اظہار پر اسے سرزنش نہ کر سکی تھی اس کی دنیا میں تو اب سلمان کے سوا کچھ بھی نہ تھا اس کی تنہائیاں سلمان کے خیال سے منور تھیں اکثر وہ بدحواس ہو جاتی وہ سوچتی کہ وہ سلمان کی کیسے ہو سکتی ہے اس گھرانے میں ال کھ وہ سب کی نظروں کا کانٹا تھی لیکن چاچا جان کیسے پسند کرتے کہ ان کے بھائی کی بیٹی ڈرائیور کے ساتھ منسوب ہو جائے سلمان کی ہر بات کے جواب میں خاموش رہتی آخر ایک دن برگد کے درخت کے نیچے سلمان نے اس سے سوال کیا۔

آپ کی خاموشی مجھے وسوسے میں ڈالے ہوئے ہے مس عالیہ کہیں میری محبت یکطرفہ تو نہیں ہے خدارا اگر ایسی کوئی بات تو مجھے بتا دیں میں معمولی انسان ہوں اپنی دنیا میں لوٹ جاؤں گا لیکن اب آپ نے مجھے الجھن میں رکھا تو میں پاگل ہو جاؤں گا اور عالیہ میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ اس سے کھل کر گفتگو کرے۔

اپنی دنیا میں لوٹ جاؤ سلمان تم نہ جانے کیا سوچ رہے ہو یہ ماحول یہ گھرانہ تمہیں قبول نہیں کرے گا لاکھ یہاں میری عزت نہ سہی لیکن وہ لوگ بھی پسند نہیں کریں گے۔

میں صرف تمہاری بات کر رہا ہوں عالیہ مجھے صرف اپنی مرضی بتا دو باقی معاملات میں قسمت پر چھوڑ دوں گا۔ اگر میں تمہاری مرضی کے بعد تمہیں حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا تو مجھے تم سے شکوہ نہ ہوگا۔

میں میں تمہیں دل و جان سے چاہتی ہوں سلمان میں تم سے دیوانہ وار محبت کرتی ہوں میری دنیا میں تمہارے سوا رکھا کیا ہے میں ایک بدنصیب لڑکی ہوں میری خدا نہ کرے میری نحوست کا سایہ بھی تمہارے اوپر پڑے یہاں سے ملازمت چھوڑ دو کہیں اور چلے جاؤ یہ ظالم تمہاری زندگی بھی خراب کر دیں گے وہ دیوانہ وار بولتی چلی گئی۔ اس کے جذبات پھٹ پڑے اور اس نے سلمان کا سر اپنے سینے میں بھینچ لیا اور سلمان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

خدا کرے تمہاری پوری زندگی مجھے مل جائے تم خود کو منحوس کیوں کہتی ہو عالیہ وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ تم ان لوگوں کو نہیں جانتے ہو سلمان۔

یہ سب لوگ مجھے نہیں جانتے ہیں عالیہ باقی معاملات مجھ پر چھوڑ دو سلمان نے بڑے اعتماد سے کہا اور نجانے کیوں عالیہ کے دل کو بڑی دھارس ہوئی دوسرے دن دوپہر کو جب برگد کے درخت کے نیچے ان کی ملاقات ہوئی تو سلمان مسکرا رہا تھا۔

کیا بات ہے عالیہ نے پوچھا۔

آج میں نے چنگاری ڈال دی ہے بس تماشا دیکھو لیکن شرط یہ ہے کہ ابھی خوفزدہ نہ ہونا اور مجھ سے برابر ملتی رہنا اگر تم نے اس کے خلاف کچھ کیا تو میں کامیاب نہ ہو سکوں گا۔

کیا کیا ہے تم نے عالیہ نے خوفزدہ

ہو کر پوچھا۔

وہ دیکھو سلمان نے اشارہ کیا اور عالیہ نے صدر دروازے کی طرف دیکھا اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ خالہ فوزی اس طرف آ رہی تھی دوسرے لمحے سلمان نے اسے بازوؤں کی گرفت میں لے لیا خالہ فوزی نے دور سے ان دونوں کو دیکھا اور کانوں کو ہاتھ لگانے لگیں۔ اور پھر واپس چلی گئیں۔ عالیہ کا دل بری طرح اچھل رہا تھا۔

اب کیا ہوگا اس نے روہانسے انداز میں کہا۔

سب کچھ ہماری مرضی کے مطابق ہوگا۔ تم فکر مت کرو جب تم نے معاملات میرے اوپر چھوڑ دیئے ہیں تو فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں لیکن ایک شرط ہے رات کو اس جگہ پھر ملو گی۔

کیوں میری موت کا سامان کر رہے ہو سلمان۔ وہ لرزتے ہوئے بولی۔

تمہاری موت نہیں دونوں کی زندگی کا سامان کر رہا ہوں سلمان نے جواب دیا اور وہ ہانپتی ہوئی اندر آ گئی۔ لیکن خاف معلوم سکون رہا رات کو وہ پھر سلمان کے پاس گئی اور سلمان نے اسے دوسرا سین دکھایا اس بار خالہ فوزی اکیلی نہ تھیں ان کے ساتھ چچی جان بھی تھیں وہ بالکل ہی ہلکان ہوگئی یہاں تک کہ دوسرے دن اسے خوف سے بخار ہوگیا ناشتہ تو اس کے مہربان غلاموں نے تیار کر دیا تھا بخار کے ہی عالم میں ناشتہ لے گئی۔ اور اس نے عظمی اور رشمہ کے ہونٹوں پہ معنی خیز مسکراہٹ دیکھی پول کھل گیا۔ اس نے سوچا اور پھر اپنے کمرے میں آ گئی اس روز دوپہر کو وہ برگد کے درخت کے نیچے بھی نہ جا سکی اس خاموشی سے اس کا دل اور دہل رہا تھا دو بجے تھے کہ سلمان دبے پاؤں اس کے کمرے میں گھس گیا۔ اور وہ اچھل پڑی۔

کیا کر رہے ہو سلمان خدا کے لیے باز آ جاؤ۔ میں مر جاؤں گی۔

کیسی باتیں کر رہی ہو۔ اوہ تمہیں تو بخار ہے شاید خوف کی وجہ سے ہے آؤ تمہیں تماشہ دکھاؤں اور اس کے لاکھ منع کرنے کے باوجود بھی سلمان اسے گھسیٹ کر خالہ فوزی کے عقبی کھڑکی پہ لے گیا اندر سے خالہ فوزی اور چچی جان کی گفتگو کی آواز آ رہی تھی ایسا کام کرو عطیہ یہ چچی جان کا نام تھا کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے حرامزادی کو اپنی صورت پہ بڑا ناز ہے ڈرائیور کے پلے بندھے گی تو مزا آ جائے گا۔ اس سے انتقام لینے کا اس سے اچھا طریقہ نہیں ہے اپنے میاں کو اس کے کرتوت دکھا دو اور پھر کہہ دو کہ اگر عزت پیاری ہے تو ڈرائیور ہی سے اس کی شادی کر دیں ورنہ یہ نا شدنی جانے کیسا گل کھلانے کی روز رات کو وہاں جاتی ہے۔ چچی جان نے پوچھا ہاں تو خالہ فوزی بولیں ٹھیک ہے آج رات کو ہمدرد چاچا میاں کو لا کر ان کی بھتیجی کے کرتوت دکھاؤں گی چچی جان نے کہا اور عالیہ کے پیروں کی جان نکل گئی سلمان اسے سہارا دے کر اس کے کمرے تک لایا اور وہ ڈرے ڈرے انداز میں بولی۔

چلے جاؤ سلمان خدا کے لیے چلے جاؤ نجانے کیا ہونے والا ہے تم کیا کر رہے ہو

سب کچھ ٹھیک ہو رہا ہے عالیہ خدا کے لیے میرے پروگرام کے آخری حصے کو اور پورا کرا دو آج رات ضرور آؤ اگر تم آج نہ آئیں تو میری ساری محنت اکارت جائے گی۔

تم خالہ فوزی کی سازش کی تفصیل سننے کے بعد بھی یہ کہہ رہے ہو۔

ہاں خالہ فوزی تو اس وقت ہماری سب سے بڑی معاون ہیں پلیز عالیہ آخری خواہش ہے اس کے بعد تمہیں تکلیف نہ دوں گا سلمان نے التجا کی اور وہ اس التجا کو نہ ٹھکرا سکی۔

رات کی تاریکی میں اس کے پاؤں اسے برگد کے درخت کے نیچے لے گئے پھر اس نے اپنی آنکھوں سے خالہ فوزیہ چچی اور چاچا جان کو دیکھا جوان دونوں کو دیکھ کر خاموشی سے واپس چلے گئے تھے دوسرے دن وہ ناشتہ بھی نہ لے جا سکی اس سلسلے میں اس سے تعرض بھی نہ کیا گیا وہ اپنے کمرے سے بھی نہ نکلی تھی پھر عظمی نے دروازے پر آواز دی اس نے دروازہ کھول دیا۔

ابو بلا رہے ہیں عظمی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ کمر میں گدگدی کر کے بولی دولت تو آنی جانی چیز ہے عالیہ اپنے انتخاب پر میری طرف سے مبارک باد قبول ہو سچ سچ سلمان لاکھوں میں ایک ہیں جنہیں سچی محبت مل جائے وہ روکھی سوکھی کھا کر بھی گزارہ کر لیتے ہیں اور عالیہ زرد چہرہ لیے چاچا جان کے کمرے کی طرف بڑھ گئی اس نے کمرے کے دروازے سے سلمان کو نکلتے ہوئے دیکھ لیا تھا وہ اس کو دیکھ کر مسکرا دیا۔ چاچا جان کے چہرے پر سنجیدگی تھی انہوں نے عظمی سے چلے جانے کے لیے کہا اور اس کے جانے کے بعد خود اٹھ کر دروازہ بند کر دیا۔ پھر وہ بھاری آواز میں بولے۔

عالیہ تم میرے مرحوم بھائی کی نشانی ہو میں اعتراف کرتا ہوں کہ تمہیں اس گھر میں کوئی سکون نہیں مل سکا میں خود بھی ان لوگوں سے عاجز ہوں لیکن افسوس انہیں بدلنے سے مجبور ہوں۔ میری خواہش ہے کہ تمہاری تمام محرومیاں سسرال جا کر اور اچھا شوہر پا کر دور ہو جائیں لیکن وہ معمولی ڈرائیور ہے میں تمہیں یہ آخری خوشی دینے کے لیے تیار ہوں مجھے تمہاری اور سلمان کی محبت پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن میرا فرض ہے کہ میں تمہیں ایک معمولی سے مستقبل سے باخبر کر دوں اس کے باوجود اگر تم سلمان کے ساتھ خوش رہ سکو تو مجھے بتا دو اس میں تکلیف سے کام نہ لو مجھے تمہارے اوپر فخر ہے میں اجازت دیتا ہوں کہ تم کھل کر مجھے جواب دو عالیہ کا سر جھک گیا۔ اس کے گمان میں بھی نہ تھا کہ حالات اس قدر سازگار ہوں گے۔

تم اگر سلمان کے ساتھ خوش رہو تو صرف گردن ہلا دو یہ کافی ہے اور نجانے کس وقت نے عالیہ کی گردن ہلا دی ٹھیک ہے میری بچی اللہ تعالی تمہارا دامن خوشیوں سے بھر دے چاچا جان کی بھرائی ہوئی آواز نکلی اور ایک شام ایک سادہ سے ماحول میں سلمان اور عالیہ کا نکاح پڑھوا دیا گیا۔ حجلہ عروسی عالیہ کا کمرہ ہی تھا عظمی اور نسیم کافی دیر تک اس سے مذاق کرتی رہیں اور پھر چلی گئیں اس کے بعد عالیہ کو سلمان کے قدموں کی آواز سنائی دی اور وہ اس کے قریب پہنچ گیا جذبات سے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے اس نے عالیہ کا گھونگھٹ الٹا اور انتہائی حسین لاکٹ اس کی گردن میں ڈال دیا عالیہ نے لاکٹ دیکھا اور حیرانگی سے سلمان کو دیکھا اور سلمان نے اس کی آنکھوں کو چوم لیا۔

یہ پتھر ہی تو ہماری محبت کی کامیابی کا ضامن ہے عالیہ اٹھو اپنے سسر اور ساس کو سلام کرنے نہ چلو گی کہاں ہیں وہ اس نے حیرانی سے پوچھا آنکھیں بند کرو سلمان نے کہا۔

عالیہ نے معصومیت سے آنکھیں بند کر لیں اور پھر سلمان کے کہنے پر جب اس نے آنکھیں کھولیں تو خود کو ایک ایسی دنیا میں پایا جو اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی وہ سنگ مرمر کا عالی شان محل تھا چاروں طرف قیمتی زر و جواہر جڑے ہوئے تھے وہ طرفہ حسین و جمیل عورتیں خون لیے کھڑی تھیں اور سامنے ایک معمر بزرگ اور خاتون بیٹھی تھی۔

میری امی اور ابا جان۔ سلمان نے سرگوشی کی اور عالیہ کا سر خود بخود سلام کے لیے جھک گیا خوش آمدید دلہن ہمیشہ خوش رہو دونوں نے دعائیں دیں اور زر و جواہر اس پر نثار کیے جانے لگے اسے حسین

زیورات سے لاد دیا گیا۔ اور پھر راگ رنگ کی محفل جم گئی عالیہ خواب کے عالم میں یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا رات تین بجے اس محل کے ایک کمرے میں اسے پہنچا دیا گیا جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکا تھا کمرے کی دیواروں میں ہیرے جڑے ہوئے تھے جن سے قوس قزح منتشر ہو رہی تھی ایک سونے کا چھپر کھٹ موجود تھا۔

خدا کے لیے سلمان مجھے بتاؤ تو سہی یہ سب کیا ہے ہم کہاں آ گئے ہیں۔ تنہائی ملتے پر عالیہ نے بے قراری سے پوچھا۔ یہ میرا گھر ہے عالیہ اس دن برگد کے درخت کے نیچے تم بیٹھی تھیں تم مجھے پسند آ گئی اور میں تمہیں بے پناہ چاہنے لگا میں نے تمہیں وہ پتھر دیا جسے تم نے قبول کر لیا یہ ہمارے ہاں منگنی کی رسم ہوتی ہے میں نے اپنے والدین سے کہا کہ تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں لیکن عالیہ ہم میں اور تم میں ایک فرق ہے ہم آتشی ہیں اور تم مٹی سے بنی ہوئی ہو میرے والدین نے کہا کہ اگر تمہارے سرپرست اپنی خوشی سے تمہاری شادی میرے ساتھ کر دیں تو انہیں اعتراض نہ ہوگا۔ اور میں ڈرائیور بن کر تمہارے گھر پہنچ گیا۔

تم۔۔ تم جن ہو سلمان۔

الحمد اللہ مسلمان ہوں اور تمہارا پرستار تمہیں کوئی تکلیف نہ ہوگی عالیہ میں تمہاری دنیا میں تمہارے ساتھ ساتھ رہوں گا میرے والدین نے اجازت دے دی ہے میں ولیمہ بھی تمہاری دنیا میں ہی کر سکتا ہوں میری ایک خوب صورت کوٹھی موجود ہے ایسی کوٹھی جو تمہارے دشمنوں نے خواب میں نہ دیکھی ہوگی کل سب کو اس کوٹھی میں بلائیں گے اور اس وقت ان کی حالت قابل دید ہوگی میں نے تم سے یہ راز چھپا کر اپنے دل میں ہمیشہ چور محسوس کیا ہے کیا تم اس بات پر مجھے ٹھکرا دو گی عالیہ۔

نہیں سلمان نہیں عالیہ اس نے اس کے سینے میں سر چھپا دیا وہ خوفناک غلام بھی تم نے ہی بھیجے تھے ہاں میں اپنی عالیہ کو نوکروں کی طرح کام کرتے کیسے دیکھ سکتا تھا سلمان نے جواب دیا اور عالیہ کی ٹھوڑی بلند کر کے اس کی آنکھوں کو چوم لیا۔

دوسرے دن سب کے لیے حیرانگی کا دن تھا سب ہی ایک عالی شان کوٹھی میں ولیمہ کی دعوت پر موجود تھے اور سلمان اور عالیہ ایسے لباس میں تھے کہ شاید ہی ایسا لباس کسی نے اس سے پہلے دیکھا تھا سب کی آنکھیں حیرت سے پھٹی جا رہی تھی اور ایک دوسرے کا منہ دیکھ رہے تھے عالیہ کے چہرے پر مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی اس نے تمام کہانی سنا دی تھی کہ سلمان عام انسان نہیں ہے یہ بہت ہی امیر کبیر انسان ہے اور یہ سب پچھلے سے میری محبت میں ڈوب کر کیا ہے وہ اتنا امیر ہونے کے باوجود بھی ایک معمولی سا ڈرائیور بن کر کی وہ رہا ہے۔ سب ہی اس کی کہانی سن کر حیران ہو رہے تھے ان کی زبانیں گنگ تھیں وہ جو کچھ سوچ رہے تھے سب کچھ اس کے الٹ ہو گیا تھا وہ چاہتے تھے کہ عالیہ ہمیشہ نائی کی زندگی بسر کرے لیکن وہ تو راج کرنے والی بن گئی تھی کئی نوکروں کی لائنیں اس کے سامنے کی ہوئی تھیں۔ اس شعر کے ساتھ اجازت۔

مدعی لاکھ برا چاہے تو کیا ہوتا ہے
وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے

زرد رخ ویران آنکھیں زخمی دل بکھرا وجود
عشق کے اک کھیل میں کتنے خسارے ہو گئے
شوق قسمت کے ساحل نے ہمیں ڈبو دیا
وہ تم تھے جن کے لئے بھنور بھی کنارے ہو گئے

جی ایم ناز، کاٹھوڑ مندر

بھیانک خواب

---تحریر: قمر نشاد۔ رتووال فتح جنگ---

اس لڑکی نے اپنے بازو پر زور سے کاٹا تو اس کے بازو سے خون بہنے لگا اس نے اپنے بازو کا رخ زمین کی طرف کر دیا جیسے ہی اس کے خون کا ایک قطرہ زمین پر گرا تو وہاں سے دھواں اٹھنا شروع ہو گیا۔ جیسے جیسے اس کا خون زمین پر گر رہا تھا دھواں انتہائی تیز تر ہو رہا تھا فیضان کا تمام جسم پسینے سے شرابور ہو گیا خوف اور دہشت کی وجہ سے وہ کانپ اٹھا دھوئیں سے ایک غراہٹ کی آواز ابھری اور ایک بہت ہی بھیانک چہرہ دھوئیں سے باہر نکلا اس کا قد تقریباً دس فٹ ہو گا اس کے پورے جسم پر کالے کالے لمبے بال تھے اور اس کا منہ بھیڑیے کی طرح خوفناک تھا وہ غراتا ہوا دھوئیں سے باہر نکلا اور فیضان کو گھور گھور کر دیکھنے لگا اس کے دیکھنے کا انداز بہت ہی خوفناک تھا اس کی سرخ آنکھوں میں وحشت ہی وحشت تھی اس کے اس انداز سے لگ رہا تھا کہ یہ پورے ویرانے کو تباہ کر دے گا پھر اس بھیڑیے نما درندے نے اپنا ایک پاؤں اوپر اٹھا کر زمین پر مارا تو زمین میں دراڑیں پڑنے لگیں فیضان ڈری ڈری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا اس کی زبان سے ورد کے الفاظ بھی مشکل سے ادا ہو رہے تھے دیکھا میری طاقت کو یہ آج تمہاری وہ حالت کرے گا کہ کوئی اس ویرانے کی طرف آنے کا تو کیا دیکھنے کی بھی کوشش نہیں کرے گا۔۔۔ ایک سنسنی خیز اور خوفناک کہانی۔

آدھی رات کے پرسکون ماحول میں فیضان کی چیخ بلند ہوئی اور وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھا فیضان کی چیخ سن کر شعیب بھی اٹھ بیٹھا کیا ہوا فیضان شعیب نے دوڑ کر اس کے پاس آ کر پوچھا۔ فیضان کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا پورا بدن پسینے سے شرابور تھا اور وہ بڑی گہری گہری سانسیں لے رہا تھا شعیب نے پاس رکھے ہوئے ٹیبل سے جگ اٹھا کر گلاس میں پانی انڈیلا یہ لو پانی پیو ۔شعیب نے پانی کا گلاس فیضان کی جانب بڑھایا فیضان نے پانی لیا اور ایک ہی سانس میں سارا پانی پی گیا اب بتا یار کیا ہوا تھا شعیب نے فیضان کو سنبھالتے ہوئے پوچھا۔

یار بہت ہی ڈراونا خواب دیکھا ہے اس وجہ سے ڈر گیا تھا فیضان نے اپنے چہرے سے پسینا صاف کرتے ہوئے کہا آج کل تو تم روز ہی خواب میں ڈر جاتے ہو اللہ کا ذکر کر کے سویا کرو تو پھر ڈراونے خواب نہیں آئیں گے شعیب نے اسے مشورہ دیا اف اللہ کتنا بھیانک خواب تھا فیضان بڑبڑایا کیا دیکھا تھا خواب میں شعیب نے پوچھا۔

یار شعیب میں ایک ہی خواب مسلسل کئی روز سے دیکھ رہا ہوں میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک بہت ہی ویران سی جگہ پر کھڑا ہوا وہ جگہ بہت ہی وحشت ناک تھی ہر طرف ویرانی ہی ویرانی تھی وہاں کسی ذی روح کا نام ونشان تک نہ تھا میں جس جگہ کھڑا تھا وہاں میرے سامنے ایک قبر بنی ہوئی تھی میں اس قبر کو دیکھ رہا ہوتا ہوں کہ مجھے اس قبر سے آواز آتی ہے فیضان مجھے بچالو باہر نکالو مجھے یہاں سے میں زندہ ہوں مجھے بچالو میں مرنا نہیں چاہتی ہوں اور پھر اچانک ہی قبر پھٹ جاتی ہے اور میں ڈر کر دو قدم پیچھے ہٹ جاتا ہوں قبر میں ایک بہت ہی حسین دوشیزہ کفن میں لپٹی ہوئی ہوتی ہے وہ بہت ہی حسین تھی اس کا چمکتا ہوا رنگ بڑی بڑی کالی سیاہ آنکھیں اور لمبے لمبے بال اس کے حسین چہرے پر بکھرے ہوئے تھے وہ مجھ سے کہتی ہے فیضان مجھے

یہاں سے باہر نکالو ورنہ میں مر جاؤں گی وہ یہ الفاظ بار بار کہہ رہی تھی لیکن میں نے اس کی ایک نہ سنی اور اسے ڈری ڈری نظروں سے دیکھتا رہا اور پھر میں نے ایک بہت ہی بھیانک منظر دیکھا جسے دیکھ کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

قبر آہستہ آہستہ بند ہو رہی تھی اور اس دوشیزہ کی چیخیں بلند ہونے لگیں فیضان مجھے یہاں سے باہر نکالو ورنہ میں مر جاؤں گی وہ چیخ چیخ کر یہ الفاظ کہہ رہی تھی اور میں اسے ڈر رہا تھا اچانک ہی اس دوشیزہ نے ہاتھ اوپر اٹھایا تو اس کا بازو بڑھنے لگا میں یہ منظر دیکھ کر کانپ گیا اس دوشیزہ کا بازو اتنا لمبا ہو گیا کہ اس کا ہاتھ میری گردن تک آ پہنچا اس نے گردن سے پکڑ کر زور سے کھینچا تو میری ایک چیخ بلند ہوئی اور میں قبر میں جا گرا اور قبر بند ہوئی اس کے ساتھ ہی میری آنکھ بھی کھل گئی یار شعیب یہ خواب میں مسلسل کئی روز سے دیکھ رہا ہوں اس نے خواب نے میرا آرام چھین لیا ہے میری امی کہتی تھی کہ جو خواب بار بار آئے وہ اصل میں حقیقت بن جاتا ہے فیضان پریشانی سے کہتا چلا گیا ہاں یار میں نے بھی سنا تھا کہ جو خواب بار بار آئے حقیقت میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے شعیب نے فیضان کو دیکھتے ہوئے کہا اب کیا ہو گا شعیب مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے فیضان نے پریشان ہو کر کہا۔

فیضان تم پریشان مت ہو اس کا کوئی نہ کوئی حل تو ہو گا ناں ہو سکتا ہے کسی نے تم پر جادو کر دیا ہو پر کسی نے شعیب پریشانی سے بولا تو فیضان اور زیادہ پریشان ہو گیا اچھا چھوڑو اس بات کو رات بہت گہری ہو گئی ہے اب تم سو جاؤ صبح کالج بھی جانا ہے شعیب نے کہا اور اٹھ کر اپنے بستر پر آ گیا اور ہاں صبح تمہارے خواب کے مسئلے کا کوئی نہ کوئی حل بھی تلاش کروں گا شعیب نے کہا فیضان بھی بستر پر لیٹ گیا اور شعیب کی باتوں پر غور کرنے لگا شعیب کہہ رہا تھا کہ کہیں کسی نے مجھ پر جادو تو نہیں کیا لیکن مجھ پر جادو کس نے کیا ہے میری تو کسی سے کوئی دشمنی بھی نہیں ہے فیضان نے دل ہی دل

میں سوچا اور پھر اللہ کا ذکر کرتا ہوا دوبارہ سو گیا۔

❁❁❁

ارے فیضان تم یہاں بیٹھے ہوئے ہو میں تمہیں پورے کالج میں ڈھونڈتی پھر رہی ہوں زاریہ نے فیضان کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا فیضان نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا وہ پریشان سا بیٹھا ایک جگہ کو مسلسل دیکھے جا رہا تھا پریشانی اس کے چہرے پر نمایاں تھیں فیضان آج شعیب نہیں آیا کیا زاریہ نے پوچھا آیا ہے فیضان نے مختصر کہا مجھے تو نہیں لگتا کہ وہ آیا ہے ورنہ تم یوں اکیلے نہ بیٹھے ہوتے زاریہ نے اسے دیکھتے ہوئے کہا وہ ابھی میرے ساتھ ہی تھا اسے کوئی کام یاد آ گیا تھا کہہ رہا تھا ابھی آتا ہوں فیضان نے بے زاری سے کہا۔

فیضان تم پلیز زاریہ ابھی تم یہاں سے جاؤ میں پہلے ہی بہت پریشان ہوں فیضان نے زاریہ کی بات کاٹ کر کہا فیضان یہ آج تمہیں کیا ہو گیا ہے کوئی پریشانی ہے تو مجھے بتاؤ ناں زاریہ نے بے تابی سے کہا پلیز زاریہ تم اس وقت یہاں سے چلی جاؤ مجھے اکیلا چھوڑ دو فیضان نے غصے سے کہا تو زاریہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے کیونکہ آج سے پہلے فیضان نے کبھی اس سے اس لہجے میں بات نہیں کی تھی اتنے میں شعیب بھی وہاں آ گیا اسے بھی ان کی بات سن لی تھی فیضان تم تو ابھی مجھ سے تنگ آ گئے ہو زاریہ آنکھوں سے آنسو صاف کرتے ہوئے بولی اور اٹھ کر وہاں چل دی ارے زاریہ رکو شعیب نے اسے آواز دی لیکن وہ رکی نہیں بس چند ہی لمحوں میں اس کی نظروں سے اوجھل ہو گئی یار فیضان تم بھی ناں ایسے ہی اپنا غصہ دوسروں پر نکالتے ہو دیکھو اب وہ تم سے ناراض ہو کر چلی گئی ہے شعیب نے اس کے پاس بیٹھ کر کہا یار میں کیا کروں مجھے کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہی ہے کسی سے بات کرنے کو ذرا بھی دل نہیں کرتا ہے فیضان نے بیزاری سے کہا لیکن پھر بھی تم نے زاریہ سے طرح سے اس طرح بات نہیں کرنی چاہیے تھی وہ تو تم سے بے پناہ پیار کرتی ہے شعیب نے اسے دیکھتے

ہی کہا اچھا چھوڑو اسے میں اسے منا لوں گا اور وہ مان بھی جائے گی تم یہ بتاؤ کہ میرا کام کیا کہ نہیں۔ فیضان نے پوچھا۔

ہاں یار ایک لڑکے نے ایک بزرگ کا بتایا ہے لیکن وہ بزرگ صرف ان سے ملتے ہیں جو سچ میں مصیبت میں ہو شعیب نے اسے بتایا یار شعیب وہ دوسرے عاملوں کی ہی طرح جھوٹا ہوگا ان کا تو کام ہی پیسے اکٹھا کرنا ہے اس ایک ہفتے میں پندرہ ہزار روپے ان عاملوں کی نظر ہو گیا ہے فیضان نے آہستہ سے کہا نہیں یار وہ لڑکا کہہ رہا تھا کہ وہ بزرگ پیسے نہیں لیتے ہیں۔ اور کام بھی کر دیتے ہیں شعیب نے اس کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا مجھے تو نہیں لگتا ہے کہ وہ پیسے بھی نہ لے اور کام بھی کر دے فیضان نے بے زاری سے کہا۔ لیکن یار ہمیں ان کے پاس جانا چاہیے ہو سکتا ہے وہ تمہارا کام کر دیں شعیب نے کہا فیضان نے سر ہلایا فیضان اور شعیب آپس میں گہرے دوست ہیں دونوں کے ماں باپ اب اس دنیا میں نہیں ہیں اس لیے دونوں ایک ساتھ رہتے ہیں اور ایک ہی کالج میں پڑھتے ہیں جبکہ فیضان کی ملاقات زارا سے اس کالج میں ہوئی تھی اب دونوں ایک دوسرے سے بے پناہ محبت کرتے اور ایک دوسرے کے بغیر جینے کا تصور بھی نہیں کر سکتے ہیں لیکن فیضان ایک خواب مسلسل کئی روز سے دیکھ کر پریشان اور خوفزدہ ہو گیا تھا شعیب اور فیضان کئی عاملوں کے پاس گئے پیسوں کا نذرانہ دیا لیکن کچھ بھی نہ ہوا۔ کا آج وہ دونوں کسی بزرگ سے ملنے جا رہے تھے۔

❁❁❁

فیضان اور شعیب اس وقت بزرگ کے گھر کے سامنے کھڑے تھے فیضان اگر بزرگ نے ہم سے ملنے سے انکار کر دیا تو شعیب نے دروازے پر دستک دے کر فیضان سے کہا تو پھر ہم گھر واپس چلے جائیں گے فیضان نے ہنس کر کہا اچانک ہی دروازہ کھلا کوئی ایک بچے نے سر باہر نکال کر کہا ہمیں رحمن بابا سے ملنا ہے شعیب نے جلدی سے کہا کون ہے بیٹا۔ اندر سے آواز سنائی دی

دادا ابو کوئی آپ سے ملنے آیا ہے۔ بچے نے اندر دیکھ کر کہا اندر لے آؤ انہیں آواز دوبارہ سنائی دی آئیے انکل بچے نے آگے سے ہٹتے ہوئے کہا فیضان اور شعیب نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور اندر داخل ہو گئے اسلام علیکم۔

فیضان اور شعیب نے ایک ساتھ کہا۔ وعلیکم السلام بیٹھو بیٹا رحمن بابا نے چارپائی کی طرف اشارہ کیا دونوں ادب سے چارپائی پر بیٹھ گئے رحمن بابا تسبیح پڑھنے میں مصروف تھے اور وہ فیضان کو بہت غور غور سے دیکھ رہے تھے فیضان اور شعیب کی نظریں بھی انہی کے چہرے پر تھیں انکے چہرے پر نورہی نور تھا ان کے سر اور داڑھی کے بال سفید تھے اور آنکھوں میں ایک کشش تھی بابا جی میں بہت مشکل میں ہوں آپ میری مدد کریں فیضان نے احترام سے کہا بیٹا مجھے لگ رہا ہے کہ تم مصیبت میں ہو لیکن پریشان نہ ہو اللہ پر بھروسہ رکھو سب ٹھیک ہو جائیگا بیٹے تو تم اپنا مسئلہ بتاؤ رحمن بابا نے فیضان کو دیکھتے ہوئے کہا تو فیضان نے تمام بات انہیں بتا دی بیٹا تم کو روز ایک ہی خواب آتا ہے مجھے لگ رہا ہے کہ اس میں کوئی نہ کوئی راز ہے اور میں آج رات عمل کر کے اس راز تک انشاءاللہ پہنچ جاؤں گا تم حوصلہ رکھو اللہ سب ٹھیک کر دے گا اب جاؤ اور کل میرے پاس آنا رحمن بابا نے کہا تو وہ دونوں وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے

❁❁❁

رات کی تاریکی ہر طرف پھیلی ہوئی تھی فیضان اور شعیب نے رات کا کھانا کھایا اور آپس میں باتیں کرنے لگے۔ یار شعیب مجھے وہ بزرگ بہت ہی اچھے لگے ہیں اور مجھے لگ رہا ہے کہ وہ میرا مسئلہ حل کر دیں گے فیضان نے پرسکون ہو کر کہا ہاں یار مجھے بھی لگ رہا ہے کہ وہ تمہارا مسئلہ ضرور حل کریں گے میں نے تو انہیں دیکھتے ہی اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ دوسرے عاملوں کی طرح نہیں ہیں شعیب نے مسکراتے ہوئے کہا ہاں یار آج وہ سارا دن پریشان ہی تھی تم منا لیتے اسے مجھے تو وہ پریشان بالکل بھی نہیں لگی تھی شعیب نے بات بنا کر کہا دیتے

تمہیں اس کے ساتھ اتنی ہمدردی کیوں ہے فیضان نے شرارتی لہجے میں پیار و میری ہونے والی بھابھی ہے اس لیے شعیب نے ہنسی سے کہا اچھا جی فیضان نے مسکراتے ہوئے کہا ہاں جی اس نے بھی مسکراتے ہوئے کہا پھر دیر تک وہ بیٹھ کر باتیں کرتے رہے اور پھر سو گئے۔

❁❁❁
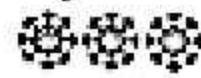
فیضان نے پورا کالج چھان مارا لیکن اسے زاریہ کہیں بھی نظر نہ آئی تو وہ تھک ہار کر ایک جگہ پر بیٹھ گیا بیٹھے ہی اس کی نظر سامنے پڑی تو اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی کیونکہ اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک دیوار سے ساتھ ٹیک لگائے وہ کھڑی تھی فیضان جلدی سے اٹھا اور اس کے پاس گیا ہائے زاریہ کیسی ہو فیضان نے اس کے سامنے کھڑے ہو کر کہا ٹھیک ہوں زاریہ نے نظریں جھکا کر کہا آئی ایم سوری زاریہ مجھے تم سے اس طرح بات نہیں کرنی چاہیے تھی میں بہت شرمندہ ہوں اگر تم مجھ سے اسی طرح ناراض رہی تو میں مر جاؤں گا پلیز فیضان ایسی باتیں مت کرو کون کہہ رہا ہے کہ میں تم سے ناراض ہوں پیار کرنے والے کبھی بھی ناراض نہیں ہوتے ہیں بلکہ اس پر اعتبار کرتے ہیں لیکن تم نے مجھ پر اعتبار نہیں کیا زاریہ نے فیضان نے حیران ہو کر پوچھا۔

فیضان کل جب میں نے تم سے پوچھا تھا کہ تم پریشان کیوں ہو تم نے مجھے نہیں بتایا تھا اس کا یہی مطلب ہے ناں کہ تم مجھ پر اعتبار نہیں کرتے ہو زاریہ نے اسے دیکھتے ہوئے کہا زاریہ ایسی بات نہیں ہے مجھے تم پر اعتبار ہے بس میں تمہیں پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا فیضان نے زاریہ کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا ۔فیضان میں تو تم کو اس طرح پریشان دیکھ کر پریشان ہو جاتی ہوں تم مجھے بتاؤ کہ تم آج کل کیوں پریشان رہتے ہو زاریہ نے پوچھا تو فیضان نے ساری بات زاریہ کو بتادی جسے سن کر وہ اور زیادہ پریشان ہوئی تھی لیکن زاریہ اب تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے رحمن بابا میری مدد کرنے کو تیار ہو گئے ہیں فیضان نے زاریہ کا ہاتھ آہستہ سے دباتے ہوئے کہا۔ تو زاریہ مسکرادی میں کب سے دیکھ رہا ہوں تم دونوں ہاتھ میں ہاتھ لے مسکرا رہے ہو شادی کی تاریخ طے ہوئی ہے کیا شعیب نے شرارت سے کہا ارے شعیب تم کب آئے فیضان نے پوچھا میرے خیال میں میں آج سے تقریبا بائیس سال پہلے اس دنیا میں آیا تھا شعیب نے سنجیدہ ہو کر کہا شعیب تم بھی ناں زاریہ نے ہنستے ہوئے کہا اتنے میں کلاس کا ٹائم ہو گیا تو وہ تینوں کلاس کی طرف بڑھ گئے۔

❁❁❁

فیضان اور شعیب اس وقت رحمن بابا کے پاس بیٹھے ہوئے تھے بیٹا کل رات میں نے عمل کیا تھا اور میں سب کچھ جان گیا ہوں رحمن بابا نے فیضان کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ جی بابا جی آپ میرے خواب کا راز جان گئے ہیں فیضان نے خوش ہوتے ہوئے کہا ہاں بیٹا میں تمہارے خواب کا راز جان گیا ہوں تمہارے خواب کے پیچھے ایک کہانی چھپی ہوئی ہے جسے میں بیان کیا ہوں رحمن بابا نے کہا کیسی کہانی بابا جی شعیب نے تجسس سے پوچھا۔ بیٹا آج سے ایک سو سال پہلے ایک گاؤں میں سادھو رہتا تھا وہ ہندو تھا اس کے پاس بہت طاقتیں تھیں اس نے یہ طاقتیں بچے کرنے اور بے گناہ اور معصوم انسانوں کو قتل کر کے حاصل کی تھیں سادھو کے گھر ایک بیٹی پیدا ہوئی وہ بہت ہی خوبصورت تھی اس لیے سادھو نے اس کا نام حسینہ رکھا یا حسینہ جب جوان ہوئی تو اس کے حسن میں مزید اضافہ ہو گیا گاؤں کے تمام لڑکے اس کے عشق میں گرفتار ہو گئے لیکن وہ کسی کو بھی پسند نہیں کرتی تھی پھر ایک دن اس گاؤں میں ایک لڑکا آیا اس کا نام فیضان تھا گاؤں کے تمام لڑکوں سے زیادہ خوبصورت تھا اور وہ مسلمان تھا فیضان نے حسینہ کو دیکھا ہوا تھا لیکن وہ اسکا عاشق نہ تھا کیونکہ اس کے دل میں صرف اور صرف مومنہ تھی مومنہ اس کی کزن تھی اور وہ دونوں ایک دوسرے کو پسند بھی کرتے تھے حسینہ نے جب فیضان کو دیکھا تو وہ اسی کی ہو کر رہ گئی وہ

فیضان کو پسند کرنے لگی تھی اس کے دل میں صرف اور صرف فیضان کے لیے پیار تھا وہ اسے دیوانگی کی حد تک چاہنے لگی تھی۔

پھر ایک دن سادھو نے حسینہ کو اپنے پاس بلایا اور اپنی تمام طاقتیں حسینہ کو دے دیں اور اس کے کچھ ہی دنوں بعد وہ مر گیا حسینہ اب اس دنیا میں اکیلی رہ گئی تھی اس کی ماں تو اس کے پیدا ہونے کے بعد ہی انتقال کر گئی تھی حسینہ نے اپنے باپ سادھو کے ادھورے چلے کو مکمل کئے اور بڑی بڑی طاقتیں حاصل کیں۔ ایک دن حسینہ نے سوچا کہ وہ دیکھے کہ فیضان کے من میں اس کے لیے کتنی محبت ہے لہذا اس نے منتر پڑھا اور فیضان کے دل کا حال جانے لگی لیکن جب اسے پتہ چلا کہ فیضان کے دل میں صرف اور صرف مومنہ کے لیے پیار ہے تو وہ غصے سے سرخ ہو گئی اس نے بہت ہی بھیانک طریقے سے مومنہ کو قتل کر دیا۔ کسی کو شک بھی نہ ہوا کہ یہ کام حسینہ نے کیا ہے وہ سب کے سامنے معصوم بنی ہوئی تھی اور پھر اس کے کچھ ہی دنوں بعد حسینہ نے فیضان کے ساتھ اظہار محبت کر دیا لیکن فیضان نے انکار کر دیا اس کے انکار کی دو وجوہات تھیں ایک تو اس کے دل میں صرف مومنہ کے لیے پیار تھا اور دوسرا حسینہ ہندو تھی اور اس کے باپ نے اپنے چلے مکمل کرنے کے لیے کئی مسلمانوں کو قتل کیا تھا حسینہ سے فیضان کا یہ انکار برداشت نہ ہوا اور حسینہ فیضان کو اپنی آنکھوں کے سحر سے ایک ویرانے میں لے آئی اور فیضان سے کہا۔

ایک تو وہ اس سے شادی کر لے اور دوسرا وہ ہندو ہو جائے لیکن فیضان نے یہ سب کرنے سے انکار کر دیا تو حسینہ نے فیضان کو بہت ہی بھیانک طریقے سے قتل کر دیا اسے پھر بھی چین نہ آیا تو وہ فیضان کا سارا گوشت نوچ نوچ کر کھا گئی اور اس کے ڈھانچے کو وہاں قبر کھود کر دفن کر دیا پھر حسینہ نے ایک بھیانک چلہ کرنے کے بارے میں سوچا وہ فیضان کو دوبارہ زندہ کرنا چاہتی تھی لہذا اس نے فیضان کی قبر میں بیٹھ کر چلہ شروع کر دیا وہ چلہ بہت ہی خطرناک تھا چلہ ناکام ہونے کی صورت میں وہ خود اس قبر میں زندہ دفن ہو جاتی آخر کار بہت ہی محنت کے بعد حسینہ نے وہ چلہ تو مکمل کر لیا لیکن وہ فیضان کو دوبارہ زندہ نہ کر سکی لیکن اس چلے کا اسے ایک فائدہ ہوا تھا وہ یہ کہ اسے یہ علم ہو گیا تھا کہ آج سے ایک سو سال بعد اس دنیا میں ایک لڑکا پیدا ہو گا وہ بالکل فیضان کی طرح ہو گا بلکہ اس کا نام بھی فیضان ہو گا اگر وہ اس لڑکے یعنی فیضان کو اس قبر میں دفن کر دے تو اس کا فیضان دوبارہ زندہ ہو سکتا تھا لہذا حسینہ اس قبر میں بیٹھ کر آج تک چلہ کر رہی ہے وہ کوئی اور نہیں بلکہ تم ہی ہو۔

رحمن بابا تمام کہانی سنا کر خاموش ہو گئے فیضان اور شعیب ایک دوسرے کو حیران ہو کر دیکھنے لگے۔ اور اب حسینہ میں سو سال کے چلے کے بعد اتنی طاقت آ گئی ہے کہ وہ تم کو خواب میں بھی نظر آنے لگی ہے وہ بار بار تمہارے خواب میں تمہیں ڈرانے کے لیے آتی ہے اور کچھ ہی دنوں بعد وہ تم کو اس ویرانے میں بھی لے جائے گی رحمن بابا نے فیضان کو دیکھتے ہوئے کہا۔ تو کیا فیضان نے ڈرتے ڈرتے کہا لیکن بیٹا تم پریشان مت ہو میں اسے ایسا نہیں کرنے دوں گا لیکن اس کے لیے تمہیں بھی محنت کرنا پڑے گی رحمن بابا نے آہستہ سے کہا کیسی محنت بابا جی فیضان نے حیران ہو کر کہا بیٹے تمہیں ایک چلہ کرنا پڑے گا اور چلہ تم نے اسی ویرانے میں قبر کے پاس کرنا ہو گا رحمن بابا نے اسے بتایا کیا فیضان نے تقریباً چیختے ہوئے کہا رحمن بابا چلہ آپ کر لیں ناں فیضان چلہ کیسے کر سکتا ہے شعیب نے رحمن بابا کو بغور دیکھتے ہوئے کہا نہیں بیٹا میں وہ چلہ نہیں کر سکتا اگر میرے بس میں ہوتا تو میں چلہ ضرور کرتا اگر تم اپنے آپ کو بچانا چاہتے ہو تو وہ چلہ کرنا ہو گا چلہ ایک ہی رات کا ہے لیکن بہت ہی بھیانک ہے رحمن بابا نے فیضان نے پرجوش انداز میں کہا تمہارا جوش دیکھ کر مجھے لگ رہا ہے کہ تم ضرور چلہ کرنے میں کامیاب ہو گے رحمن بابا نے مسکراتے ہوئے کہا بس بابا آپ مجھے چلے کا ورد اور اسے کرنے کا طریقہ بتا دیں فیضان نے رحمن بابا کو

دیکھتے ہوئے کہا بیٹا چلہ تم نے اسی ویرانے میں بیٹھ کر کرنا ہوگا تم نے اس قبر سے تھوڑی مٹی اٹھانی ہے اور اس مٹی کو تم نے حصار کے اندر رکھ کر اس پر چلہ کرنا ہوگا جب تمہارا چلہ مکمل ہو جائے تو تم وہ مٹی دونوں ہاتھوں میں اٹھا کر باہر آ جانا جب تم حصار سے باہر آ ؤ گے تو قبر پھٹ جائے گی تو تم نے وہ مٹی اس پر پھینک دینی ہے پھر وہ ہمیشہ کے لیے اس قبر میں دفن ہو جائے گی چلے کے دوران حسینہ کی غلام بدروحیں جن اور بھوت تمہیں ڈرانے کی کوشش کریں گے لیکن تم نے حصار سے باہر نہیں نکلنا ہے حصار سے باہر جو کچھ بھی ہو گا نظر کا دھوکا ہوگا اگر تم حصار سے باہر نکلے تو تمہاری موت یقینی ہوگی رحمن بابا نے فیضان کو سمجھایا۔

بابا آپ بے فکر رہیں میں حصار سے باہر نہیں نکلوں گا چاہے کچھ بھی ہو جائے فیضان نے اٹل لہجے میں کہا لیکن فیضان میں تمہیں وہاں اکیلا نہیں جانے دوں گا میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا میں ان دوستوں میں سے نہیں ہوں جو مصیبت کے وقت ساتھ چھوڑ دیتے ہیں شعیب نے فیضان کی طرف دیکھتے کر کہا بیٹا میری تم جیسے بہت کم ملتے ہیں فیضان بیٹا تم بہت خوش قسمت ہو کہ تمہیں شعیب جیسا دوست ملا لیکن شعیب بیٹا تم اس کے ساتھ نہیں جا سکتے ہو اسے اکیلے ہی وہاں جانا ہو گا رحمن بابا نے شعیب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا شعیب تم بے فکر رہو میں چلہ کر لوں گا مجھے تم جیسے دوست پر فخر ہے اور میں اس حسینہ کو ہمیشہ کے لیے قبر میں دفن کر دوں گا وہ نہ تو فیضان کو اس وقت حاصل کر سکی تھی اور نہ اب کر سکے گی میں اس کی ہر خواہش پر پانی پھیر دوں گا فیضان نے شعیب کے کندھے پر ہاتھ رکھ کہا انشاء اللہ تم ضرور کامیاب ہو گے۔

شعیب نے مسکراتے ہوئے کہا پھر رحمن بابا نے اسے چلے کا ورد بتایا اور وہ دونوں گھر واپس آ گئے گھر آ کر فیضان نے زاریہ کو بھی گھر بلا لیا فیضان اگر تمہیں کچھ ہو گیا تو میں جیتے جی مر جاؤں گی تمہارے بغیر جینے کا تصور بھی نہیں کر سکتی زاریہ نے روہانسی لہجے میں کہا زاریہ مجھے کچھ نہیں ہوگا ہاں اگر تم اس طرح روتی رہی تو میں حوصلہ ہار جاؤں گا اور میں چلہ بھی نہیں کروں گا فیضان نے جذباتی لہجے میں کہا نہیں فیضان تم ہمت نہیں ہارو گے میں ہر دم تمہارے ساتھ ہوں زاریہ نے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا فیضان مسکرا دیا شعیب زاریہ کا خیال رکھنا اور اگر مجھے کچھ ہو گیا تو نہیں فیضان نہیں تمہیں کچھ نہیں ہوگا اور انشاء اللہ تم چلہ کرنے میں ضرور کامیاب ہو جاؤ گے شعیب نے فیضان کی بات کاٹ کر کہا۔

انشاء اللہ فیضان نے مسکراتے ہوئے کہا اور فیضان تم بھی اپنا بہت خیال رکھنا میری دعائیں ہر دم تمہارے ساتھ ہوں گی زاریہ نے اسے دیکھتے ہوئے کہا زاریہ اور شعیب تم دونوں نے ہی تو اتنا حوصلہ دیا ہے کہ میں چلہ کرنے کے لیے تیار ہو گیا ہوں اگر تم دونوں میرا ساتھ نہ دیتے تو شاید میں کبھی بھی چلہ نہ کر پاتا اور اس اللہ کا بہت بڑا کرم ہے میرے اوپر وہ مجھے اس چلے میں ضرور کامیاب کرے گا وہ تو بڑا غفور ہے ہمیں اس کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے فیضان نے مسکراتے ہوئے کہا تو زاریہ اور شعیب بھی مسکرا دیے پھر فیضان شعیب سے گلے ملا اور موٹر سائیکل پر بیٹھ کر ویرانے کی طرف روانہ ہو گیا کافی ڈھونڈنے کے بعد فیضان کو وہ قبر مل ہی گئی فیضان نے اپنا موٹر سائیکل ایک درخت کے نیچے کھڑا کیا اور رات کا انتظار کرنے لگا شام کے سائے گہرے ہونے لگے تھے اندھیرا آہستہ آہستہ بڑھ رہا تھا جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا فیضان کا دل اتنی ہی تیزی سے دھڑک رہا تھا وہ بے چینی سے ادھر ادھر ٹہل رہا تھا ایک انجانا سا خوف اسے محسوس ہو رہا تھا آخر اللہ اللہ کر کے وہ وقت بھی آ گیا جس کا فیضان کو بے چینی سے انتظار تھا فیضان نے ایک نظر پورے ویرانے میں دوڑائی تو ویرانہ چاند کی ہلکی ہلکی روشنی میں بہت ہی پر اسرار اور وحشت ناک لگ رہا تھا۔ فیضان نے ڈرتے ڈرتے قبر سے مٹی اٹھائی اور مٹی کو حصار میں رکھ کر چلہ شروع کر دیا ابھی اسے چلہ شروع کیے ایک گھنٹہ ہی گزرا تھا کہ اس خاموشی

ویرانے میں گھنگھروؤں کی چھن چھن گونج اٹھی فیضان نے دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ ساتھ ادھر ادھر دیکھا تو اسے دور ہی ایک سایہ بڑھتا ہوا محسوس ہوا فیضان کا دل ایک انجانے خوف سے دھڑکا اس نے اپنی نگاہیں اسی پر مرکوز کر دیں۔

جیسے جیسے وہ سایہ قریب آ رہا تھا گھنگھروؤں کی چھن چھن بھی تیز ہو رہی تھی فیضان نے ایک گہرا سانس لیا اور آنکھیں بند کر کے ورد پڑھنے لگا اچانک ہی فیضان کو اپنے بدن میں ایک سرد لہر اٹھتی ہوئی محسوس ہوئی کیونکہ اس بار اسے گھنگھروؤں کی آواز بالکل قریب سے سنائی دی تھی دوسرے ہی لمحے فیضان نے اپنی آنکھیں کھولیں سامنے دیکھتے ہوئے فیضان کا دل بری طرح دھڑکا ایک نہایت ہی حسین اور نوجوان لڑکی اس کے سامنے کھڑی تھی وہ گھور گھور کر فیضان کو دیکھ رہی تھی اے نوجوان چلا جا یہاں سے ورنہ مارا جائے گا اگر اپنی زندگی چاہتے ہو تو یہاں سے بھاگ جاؤ وہ غصے سے بولی لیکن فیضان نے اس پر توجہ نہ دی اور اپنا ورد پڑھتا رہا کیا تم بھی ہو چلے جاؤ یہاں سے ورنہ تمہارا وہ حال کروں گی کہ کسی کو تمہاری ہڈیاں تک نہیں ملیں گی وہ غضبناک ہو کر بولی تو ایسے نہیں مانے گا ابھی تجھے بتاتی ہوں اتنا کہہ کر اس لڑکی نے اپنے بازو پر زور سے کاٹا تو اس کے بازو سے خون بہنے لگا اس نے اپنے بازو کا رخ زمین کی طرف کر دیا جیسے ہی اس کے خون کا ایک قطرہ زمین پر گرا تو وہاں سے دھواں اٹھنا شروع ہو گیا۔

جیسے جیسے اس کا خون زمین پر گر رہا تھا دھواں اتنا ہی تیز تر ہو رہا تھا فیضان کا تمام جسم پسینے سے شرابور ہو گیا خوف اور دہشت کی وجہ سے وہ کانپ اٹھا دھوئیں سے ایک غراہٹ کی آواز ابھری اور ایک بہت ہی بھیانک چہرہ دھوئیں سے باہر نکلا اس کا قد تقریباً دس فٹ ہوگا اس کے پورے جسم پر کالے کالے لمبے بال تھے اور اس کا منہ بھیڑیے کی طرح خوفناک تھا وہ غراتا ہوا دھوئیں سے باہر نکلا اور فیضان کو گھور گھور کر دیکھنے لگا اس کے دیکھنے کا انداز بہت ہی خوفناک تھا اس کی سرخ آنکھوں میں وحشت ہی وحشت تھی اس کے اس انداز سے لگ رہا تھا کہ یہ پورے ویرانے کو تباہ کر دے گا پھر اس بھیڑیے نما درندے نے اپنا ایک پاؤں اوپر اٹھا کر زمین پر مارا تو زمین میں دراڑیں پڑنے لگیں فیضان ڈری ڈری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا اس کی زبان سے ورد کے الفاظ بھی مشکل سے ادا ہو رہے تھے دیکھا میری طاقت کو یہ آج تمہاری وہ حالت کرے گا کہ کوئی اس ویرانے کی طرف آنے کا نام تو کیا دیکھنے کی بھی کوشش نہیں کرے گا۔ وہ لڑکی مسکراتے ہوئے بولی۔

فیضان ٹکٹکی باندھے اسے دیکھنے لگا لیکن اب بھی میں تمہیں ایک موقع دیتی ہوں اگر تو جانا چاہتا ہے تو چلا جا اس لڑکی نے مسکراتے ہوئے کہا لیکن فیضان نے اس کی ایک نہ سنی اسے اندازہ ہو گیا تھا یہ سب اسے حصار سے باہر نکالنے کی چال ہے لیکن اتنی جلدی فیضان بھی ہار ماننے والا نہیں تھا اسے یہ بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ جب تک وہ حصار میں ہے اسے کوئی بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے جب اس لڑکی نے دیکھا کہ فیضان اس کی بات ماننے کو تیار نہیں ہے وہ غصے سے سرخ ہونے لگی مار دو اسے وہ لڑکی اس درندے کی طرف دیکھ کر بولی تو اس خوفناک درندے نے ایک چیخ ماری اور فیضان کی طرف دوڑ لگا دی اس کی چیخ سے سارا ویرانہ لرز اٹھا تھا اور فیضان کا دل بھی اس کی چیخ سن کر دہل گیا تھا جیسے ہی وہ خوفناک درندہ حصار سے ٹکرایا اسے ایک کرنٹ سا لگا اور وہ دور جا گرا اس کی بھیانک چیخوں سے پورے ویرانے کو ہلا کر رکھ دیا اس خوفناک درندے کا جسم اب آہستہ آہستہ سکڑنے لگا تھا تھوڑی دیر بعد اس کا قد ایک فٹ کا ہو گیا تھا پھر اچانک ہی اس کے جسم سے آگ کا ایک شعلہ بھڑکا اور اس کے جسم کو آگ لگ گئی جب اس لڑکی نے یہ منظر دیکھا تو چیختی ہوئی وہاں سے غائب ہو گئی فیضان نے اللہ کا شکر ادا کیا اور اپنا ورد پڑھتا رہا تھوڑی دیر بعد فیضان نے سر اٹھا کر سامنے دیکھا تو اسے کوئی شخص اپنی طرف آتا ہوا دکھائی دیا جب وہ قریب آیا تو فیضان نے اسے پہچان لیا۔ وہ شعیب تھا فیضان اسے

حیرت زدہ نظروں سے دیکھ رہا تھا اور ساتھ ہی ورد بھی پڑھ رہا تھا۔

ٖف۔ فیضان وہ۔وہ زاریہ کی طبیعت بہت خراب ہے وہ بے ہوش ہے میں اور بار بار تمہارا نام لے رہی ہے تم جلدی سے میرے ساتھ چلو رحمن بابا کہہ رہے تھے کہ تم اپنا چلہ کل مکمل کر لینا شعیب نے جلدی جلدی کہا فیضان نے جب یہ سنا تو وہ لرز اٹھا وہ اپنی جگہ سے اٹھنے والا تھا کہ اسے رحمن بابا کی بات یاد آ گئی کہ جو کچھ بھی ہوگا نظر کا دھوکہ ہوگا لہذا فیضان یہ سوچ کر بیٹھا رہا اور ورد پڑھتا رہا جلدی کرو فیضان ورنہ زاریہ مر جائے گی اس کی حالت بہت ہی خراب ہے شعیب نے بے تابی سے کہا لیکن فیضان اپنی جگہ سے نہ اٹھا اچانک ہی اس قبر سے آگ کا ایک شعلہ اٹھا اور شعیب سے ٹکرایا تو اسے آگ لگ گئی اور شعیب کی خوفناک اور دردبھری چیخیں وہاں گونجنے لگیں فیضان نے اپنے جگری دوست کی یہ حالت دیکھی تو اس کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو گئیں آنسو اسکی آنکھوں سے رکنے کا نام ہی نہ لے رہے تھے فیضان نے جب سامنے دیکھا تو اسے اپنا دل حلق میں اٹکتا ہوا محسوس ہوا کیونکہ شعیب اس کے سامنے کھڑا اسے گھور رہا تھا اس کی حالت بہت ہی خراب تھی اس کا تمام جسم کوئلے کی مانند جلا ہوا تھا اور گوشت اسکے جسم سے پگھل کر نیچے گر رہا تھا۔

کچھ ہی دیر بعد اسکا سارا جسم پگھل کر زمین میں جذب ہو گیا۔ فیضان نے اپنے آنسو صاف کئے اور ورد پڑھنے لگا ساری رات فیضان کے ساتھ ایسے ہی واقعات پیش آتے رہے کبھی خون کی بارش شروع ہو جاتی کبھی کوئی خوفناک سایہ اسے اپنے اردگرد نظر آتا تو کبھی زمین پھٹتی ہوئی اور ایسے ایسے خوفناک درندے باہر آتے جسے دیکھ کر فیضان کانپ اٹھتا ابھی بھی چلہ ختم ہونے میں ایک گھنٹہ باقی تھا فیضان ورد پڑھنے میں مصروف تھا اچانک ہی فیضان کو ایک طرف سے کسی لڑکی کی چیخنے کی آواز سنائی دی فیضان نے اس طرف دیکھا تو اس کے جسم پر کپکپی طاری ہو گئی وہ سر تا پاؤں کانپ اٹھا ایک ڈھانچہ زاریہ کو بالوں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے فیضان کی طرف بڑھ رہا تھا اس ڈھانچے کے دوسرے ہاتھ میں خنجر تھا قریب آتے ہی اس ڈھانچے نے زاریہ کو زمین پر پٹخ دیا چھوڑ دو یہ چلہ ورنہ اس لڑکی کا گلا کاٹ دوں گا اس ڈھانچے نے خنجر والے ہاتھ سے زاریہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا فیضان تم یہ چلہ چھوڑ دو مجھے اس سے بچا لو میں مرنا نہیں چاہتی ہوں بلکہ میں تو تمہارے ساتھ جینا چاہتی ہوں۔

زاریہ نے روتے ہوئے کہا لیکن فیضان نے اس کی طرف توجہ نہ دی اور ورد پڑھتا رہا کیونکہ اسے یقین تھا کہ یہ اس کی زاریہ نہیں ہے اگر اسکی زاریہ ہوتی تو وہ کبھی اسے چلہ چھوڑنے کو نہ کہتی وہ ڈھانچہ غصے کے عالم میں زاریہ کی طرف بڑھا پلیز فیضان مجھے بچا لو زاریہ رو رو کر فیضان کی منتیں کر رہی تھی اتنے میں ڈھانچہ زاریہ کے سر پر پہنچ گیا اس نے زاریہ کو بالوں سے پکڑا اور زور سے اس کی گردن پر خنجر کا وار کیا تو زاریہ کا سر اس ڈھانچے کے ہاتھ میں رہ گیا اس کا دھڑ کافی دیر تک تڑپتا رہا پھر ٹھنڈا ہو گیا فیضان کو اب دھوئیں کے علاوہ کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا کچھ دیر بعد جب دھواں ختم ہوا تو وہاں کچھ بھی نہیں تھا پھر جب فیضان کا چلہ مکمل ہوا تو فیضان نے مٹی دونوں ہاتھوں میں اٹھائی اور حصار سے باہر آ گیا اچانک ہی آسمانی بجلی اس قبر پر پڑی تو قبر ایک دھماکے کے ساتھ پھٹ گئی فیضان کو قبر کے اندر ایک حسینہ دکھائی دی وہ لیٹی ہوئی تھی فیضان مجھے یہاں سے باہر نکالو ورنہ میں مر جاؤں گی میں زندہ ہوں فیضان مجھے باہر نکالو حسینہ نے بے تابی سے کہا اور پھر اچانک ہی اس کے ہاتھ بڑھنے لگے جیسے ہی اس کے ہاتھ قبر سے باہر آئے تو فیضان نے وہ مٹی حسینہ پر پھینک دی جیسے ہی مٹی حسینہ پر پڑی تو اس کی چیخوں کا سلسلہ شروع ہو گیا اور قبر ایک دھماکے کے ساتھ دوبارہ بند ہو گئی اور فیضان سجدے میں گر کر رونے لگا۔

پھر فیضان اٹھا جیسے ہی اس نے سامنے دیکھا تو

اسکی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں کیونکہ فیضان کے سامنے اس کا ہم شکل کھڑا تھا جو مسکرا رہا تھا شکریہ دوست تم نے مجھے حسینہ سے بچالیا اگر حسینہ مجھے دوبارہ حاصل کر لیتی تو وہ مجھ سے انسانوں کا خون کرواتی اور میں نہ چاہتے ہوئے بھی انسانیت کا دشمن بن جاتا لیکن تم نے مجھے بچالیا ہے اب میری روح پرسکون ہے یہ کہتے ہی فیضان کے ہم شکل کے گرد دھواں پھیلنے لگا اور پھر وہ دھویں کے ساتھ آسمان کی طرف چل پڑا اسب سے پہلے وہ رحمن بابا کے گھر گیا اوران کا شکریہ ادا کیا رحمن بابا نے بھی فیضان کو چلے میں کامیابی پر بہت بہت مبارک باد دی اور اسے گلے لگالیا اور کہا۔

بیٹا تم نے بہت ہی اچھا کام کیا ہے حسینہ کو مار کر تم نے انسانیت کو بچالیا ہے تم نے محنت کی اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس کا اجر دیا خوش رہو بیٹا رحمن بابا سے ملنے کے بعد جب وہ گھر پہنچا تو شعیب اور زاریہ اس کا بے چینی سے انتظار کررہے تھے جیسے ہی شعیب کی نظر فیضان پر پڑی وہ دوڑ کر اس کے گلے لگ گیا بہت بہت مبارک ہو میرے دوست میں خوش ہوں مجھے لگ رہا تھا کہ دنیا کی سب بڑی خوشی مجھے آج ملی ہے میں اس دن کو کبھی نہیں بھول پاؤں گا فیضان نے مسکراتے ہوئے کہا زاریہ کہاں ہے فیضان نے بے تابی سے پوچھا اے لو جی زاری اتنی چھوٹی ہوگئی ہے کہ تمہیں نظر ہی نہیں آرہی ہے شعیب نے فیضان سے الگ ہوکر شرارت سے کہا تو زاریہ قہقہے لگا کر ہنسنے لگی فیضان اور شعیب بھی زاریہ کو دیکھ کر ہنسنے لگے۔

لمبی باتیں کیا کرنی ہیں قصہ مختصر کچھ ماہ بعد فیضان نے زاریہ سے شادی کرلی اور شادی کے بعد زاریہ شعیب کے پیچھے پڑگئی کہ اب تمہیں بھی شادی کرلینی چاہیے شعیب پہلے تو انکار کرتا رہا پھر باربار زاریہ کا مجبور کرنے پر وہ مان گیا اور شعیب نے بھی اسے کہہ دیا کہ وہ خود ہی اسکے لیے لڑکی پسند کرے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے یہ بات سن کر فیضان اور زاریہ بہت ہی خوش ہوئے اور زاریہ نے اس کے رشتہ تلاش کرنا شروع کردیا۔ اور پھر زاریہ نے اپنی ایک دوست عشنا کو شعیب کے لیے پسند کرلیا اور پھر کچھ ہی دنوں بعد اس سے شعیب کی شادی کردی اور اب چاروں دوست بہت ہی خوش حال زندگی گزار رہے ہیں۔ قارئین کرام کیسی لگی میری کہانی اپنی رائے سے ضرور نوازیے گا میں اس کہانی میں کہاں تک کامیاب ہوئی ہوں ضرور بتائیے گا۔

❁❁❁

غزل

اس بھری دنیا میں کوئی بھی ہمارا نہ ہوا
غیر تو غیر تھے اپنوں کا بھی سہارا نہ ہوا
لوگ تو رو رو کے بھی جی لیتے ہیں
اس جہاں میں ایک ہم ہیں کہ ہنستے بھی گزارا نہ ہوا
ایک محبت کے سوا کچھ نہ مانگا تھا تم سے
کیا کریں یہ بھی زمانے کو گوارا نہ ہوا

قم قم نشاء۔۔۔فتح جنگ

❁❁❁

آدمی ہر کام میں ہار برداشت کرلیتا ہے لیکن عشق میں نہیں۔

- آدمی ہر فرد سے دل کی بات چھپالیتا ہے لیکن دوست سے نہیں۔
- آدمی ہزاروں کے بیچ بے عزتی برداشت کرلیتا ہے لیکن ایک دوست کے سامنے نہیں۔
- دوست نہیں جو آپ کی بات سنے اور آگے پھیلائے بلکہ دوست وہ ہے جو آپ کی بات سنے اور سینے میں جذب کرلے۔
- وہ دوست نہیں جو اپنی جیب بچائے اور تمہاری جیب پر نظر رکھے۔
- وہ دوست نہیں جو کھانے پینے میں آپ سے ڈنڈی مارے۔

کشور کرن۔ چنیوٹ

❁❁❁
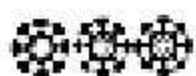
نماز کی فضیلت

حضرت عثمان سے نقل ہے جو شخص نماز کی حفاظت کرے اوقات کی پابندی کے ساتھ اس کا اہتمام کرے اللہ تعالیٰ نو چیزوں کے ساتھ اس کا اکرام فرماتے ہیں۔

اس کو خود محبوب رکھتے ہیں۔

فرشتے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

اس کے گھر برکت عطا فرماتے ہیں۔

اس کے چہرے پر صلحاء کے انوار ظاہر ہوتے ہیں۔

اس کا دل نرم فرماتے ہیں۔

پل صراط سے بجلی کی تیزی سے گزرے گا۔

جنت میں ایسے لوگوں کا پڑوس ہوگا جن کے بارے میں آیت ہے ترجمہ قیامت کے دن نہ ان کو کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

عمر خان عاجز۔ کھوئی بھارہ

خاموشی

☆ خاموشی محبت ہے بغیر پھل کے۔

☆ خاموشی ہیبت ہے بغیر سلطنت کے۔

☆ خاموشی قلعہ ہے بغیر ہتھیار کے۔

☆ خاموشی محل ہے مومنوں کا۔

☆ خاموشی شیوہ ہے عاجزوں کا۔

☆ خاموشی دبدبہ ہے حاکموں کا۔

عمر عاجز، سخی جان۔ کھوئی بھارہ

رات کے خزانے

سرکار مدینہ سلطان باقرینہ ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت علیؓ سے ارشاد فرمایا کہ اے علیؓ رات کو روزانہ پانچ کام کر کے سویا کرو۔

☆ چار ہزار دینار صدقہ دے کر سویا کرو۔

☆ ایک قرآن شریف پڑھ کر سویا کرو۔

☆ جنت کی قیمت ادا کر کے سویا کرو۔

☆ دو لڑنے والوں میں صلح کرا کے سویا کرو۔

☆ ایک حج ادا کر کے سویا کرو۔

حضرت علیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ میری جان آپ پر قربان ہو یا رسول اللہ یہ امر میرے لئے نہایت ہی محال ہے مجھ سے کب یہ کیا جا سکیں گے پھر حضور اقدس نے فرمایا!

☆ چار مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھ کر سویا کرو اس کا ثواب چار ہزار دینار کے برابر ہے۔

☆ تین مرتبہ قل ھو اللہ پڑھ کر سویا کرو اس کا ثواب ایک قرآن پاک کے برابر ہے۔

☆ دس مرتبہ استغفار پڑھ کر سویا کرو دو لڑنے والوں میں صلح کروانے کے برابر ہے۔

☆ دس مرتبہ درود شریف پڑھ کر سویا کرو جنت کی قیمت ادا ہوگی۔

☆ چار مرتبہ تیسرا کلمہ پڑھ کر سویا کرو ایک حج کا ثواب ملے گا۔

اس پر حضرت علیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اب تو میں روزانہ یہی عملیات کر کے سویا

کروں گا۔ قارئین آپ سے التماس ہے کہ آپ بھی یہی عمل رات کو سونے سے پہلے کیا کریں۔

عمران علی ہاشمی ۔ لاہور

غیبت کرنیوالے کا انجام

آپؐ نے سفر معراج میں ایک قوم کو دیکھا۔ اس قوم کے ناخن تانبے کے تھے، اور اس قوم کے لوگ اپنے تانبے کے ناخنوں سے اپنے چہروں اور سینوں کو چھیل رہے تھے۔ حضور اقدس نے جبرائیل سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں تو جبرائیل نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو آدمیوں کا گوشت کھاتے یعنی ان کی غیبت کرتے، ان کی برائی بیان کرتے اور ان کی عزت پر انگلی اٹھاتے تھے۔

عمرخان عاجز مشزئی۔ کھوئی بھارہ

حدیث

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے ایک شخص آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ کون سا شخص افضل ہے؟ آپ نے فرمایا، جہاد کرنے والا اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے۔ اس نے کہا پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا پھر وہ آدمی جو کسی ایک گھاٹی میں اللہ کی عبادت کرتا ہے اور لوگوں کو اپنی برائی سے بچاتا ہے۔

عثمان غمگین۔ ملانت تمپ

اقوال زریں

☆ جو علم سے زندہ رہے گا وہ کبھی نہیں مرے گا۔

☆ علم وہ خزانہ ہے نہ چرایا جاتا ہے نہ لوٹا جاتا ہے۔

☆ دولت سے بہترین بستر خریدا جا سکتا ہے مگر نیند نہیں۔

☆ قائداعظم کا فرمان ہے کہ دولت مینار اور مسجد بنا سکتی ہے مگر ایمان نہیں۔

☆ دو دشمن زیادہ خطرناک نہیں ہوتے جتنا کہ دو دوست کیونکہ وہ ایک دوسرے کی کمزوری کو جانتے ہیں۔

☆ ہر چیز کا ایک راستہ ہے اور جنت کا راستہ علم ہے۔

☆ ناامیدی موت کا دوسرا نام ہے۔

عثمان غمگین۔ ملانت تمپ

رفتار جہاں

رفتار جہاں ہے تیز بہت ہر سانس ہے زرا آمیز بہت۔

☆ الزام ہے شر انگیز بہت شاہد بھی نئے مشہور نئے، طوفاں ہے قیامت خیز بہت ہے کفر کی آندھی تیز بہت۔

☆ ہے ذریت ابلیس نئی مردار نے مردود نئے بھڑکائی گئی ہے آگ نئی بت توڑنے والوں کی خاطر۔

☆ بے سلک ابراہیم وہی آرزویں وہی نمرود نئے اس خستہ مکاں کے سائے میں بیٹھے ہیں پرانے گدھ کتنے۔

☆ آتے ہیں نظر خوں خوار بہت گیدڑ ہیں یہاں موجود نئے توحید ہمارا ایماں ہے معبود ہمارا رحماں ہے۔

☆ اس لات و منات کی دنیا میں مسجود نئے معبود نئے عمر یہ بے رفتار جہاں دنیا میں کہاں جائے اماں۔

☆ اک بحر کرم ہے آؤ یہاں، پاؤ گے در مقصود نئے۔

عمر عاجز اینڈ سخی جان۔ کھونی بھلوہ

اسلامی معلومات

☆ حضرت ابراہیمؑ نے 175 سال کی عمر پائی۔

☆ حضرت ابراہیمؑ نے تین عورتوں سے شادی کی، سارہ، ہاجرہ، قطورا۔

☆ حضرت لوطؑ کی اہلیہ کا نام والہہ تھا۔

☆ حضرت یعقوبؑ کا عبرانی نام اسرائیل ہے۔

☆ اسرائیل کے معنی عبداللہ (اللہ کا بندہ) ہیں۔

☆ حضرت یعقوبؑ چوبیس برس مصر میں رہے۔

☆ حضرت موسیٰؑ کا قد دس گز لمبا تھا۔

☆ حضرت موسیٰؑ کی اہلیہ کا نام صفورا تھا۔

☆ حضرت موسیٰؑ کا مقابلہ ستر ہزار جادوگروں سے ہوا تھا۔

☆ حضرت موسیٰؑ نے ایک سو بیس سال کی عمر پائی۔

عمر خان، سخی جان۔ کھونی بھارہ

اقوال زریں

☆ اپنے آپ کو اتنا مخلص رکھو کہ تمہارا دشمن بھی تمہیں بنانے کا خواہش مند ہو۔

☆ لوگوں کی برائیوں کو تلاش کرنے کی بجائے اپنی برائیاں تلاش کرو اور اگر وہ ملیں تو پھر انہیں دور کرنے کی کوشش کرو۔

☆ جو لوگ بات بات پر رونے لگتے ہیں وہ حساس نہیں بلکہ کمزور ہوتے ہیں۔

☆ اگر تمہیں کوئی گالی دے کر بات کرے تو اس کا جواب تم برابر سے نہ دو ورنہ تم میں اور اس میں فرق کیا رہ جائے گا۔

☆ چاہے کچھ بھی ہو جائے انسانیت کے افضل رتبے کو کبھی نہ گرنے دو۔

☆ جو لوگ وقت کی قدر نہیں کرتے وہ دراصل اپنے حال اور مستقبل کی قدر اور فکر نہیں کرتے۔

☆ بادشاہ کا پہلا قانون اپنی حفاظت ہوتا ہے۔

☆ کسی کے غصے میں کہے ہوئے کلام کو کبھی مت بھولو۔

☆ جس شخص کو اپنی جان کا خوف نہیں ہوتا وہ دوسرے کی جان کا مالک ہوتا ہے۔

عثمان چوہدری۔ ڈڈیال

تین دوست

علم، دولت، عزت ارخصت ہونے لگے تو ان کے درمیان کچھ اس طرح گفتگو ہوئی علم کہنے لگا مجھے ملنا ہو تو عالموں کی صحبت اور کتابوں میں ملوں گا۔ دولت کہنے لگی مجھے ملنا ہو تو امیروں کے محلوں میں تلاش کرو۔ عزت چپ تھی تو علم اور دولت نے پوچھا تم کیوں خاموش ہو؟ تو عزت افسوس سے بولی میں اگر ایک بار چلی جاتی ہوں تو دوبارہ نہیں ملتی۔

عباس کنول پراره۔ رکن پور

اقوال زریں

☆ کامل ترین وہ ہے جس کا اخلاق بہت اچھا ہے۔
☆ محبت اور انا ایک دل میں نہیں رہ سکتی۔
☆ ہنر انسان کا سب سے بڑا دوست ہے۔
☆ دل میں انسانیت ہو تو دل خدا کا گھر ہے۔
☆ سورۃ فاتحہ کے بغیر کوئی نماز نہیں ہوتی (الحدیث)۔
☆ دنیا کا بدقسمت انسان وہ ہے جس کے کان قرآن کی تلاوت سے محروم ہیں۔
☆ محبت کی زنجیر ٹکڑے ٹکڑے بھی ہو جائے تو اس کی قید سے رہائی مشکل ہے۔
☆ اگر کوئی چیز تیرے دل میں کھٹکے تو سمجھ لینا کہ وہ گناہ ہے۔
☆ اچھا دوست وہ ہے جس کا دل تم سے لپٹ رہا ہو مگر ہونٹوں پہ تبسم ہو۔

عباس کنول پرارہ۔ رکن پور

اقوال زریں

☆ خلوص ایک ایسا جذبہ ہے جس میں صرف سچائی پوشیدہ ہے۔
☆ جو جینے کی امید نہیں رکھتا ہو وہ پہلے ہی ہار چکا ہوتا ہے۔
☆ زندگی میں اپنے آپ کو خوشیوں اور غموں دونوں کے لئے تیار رکھنا چاہیے۔
☆ عورت ایک پھل دار درخت ہے جس کی ٹہنیوں میں محبت چاہت الفت صداقت انسانیت وفاؤں اور دعاؤں کے پھل اگے

ہوتے ہیں۔
☆ دوسروں کی صورت شکل دیکھ کر اسے حاصل کرنے کی کوشش نہ کرو۔ بلکہ خود خوبصورت ہو جاؤ تاکہ دوسرے تجھے حاصل کریں۔

کامران خان تبسم۔ ھری پور مازی

اقوال زریں

☆ محبت کی کوئی منزل نہیں اس کی ابتداء اور انتہا ایک ہے۔
☆ محبت دل میں ہوتی ہے دل چیر کر نہیں دکھایا جا سکتا۔
☆ محبت کے چہرے پر محبت سے نگاہ ڈالنا بھی عبادت ہے۔
☆ انسان سے محبت کرنا خدا سے محبت کرنا ہے۔
☆ محبت کسی شخص سے کی نہیں جاتی بلکہ جو شخص اچھا لگے اس سے محبت ہو جاتی ہے۔
☆ علم ایسا پھول ہے جو کبھی نہیں مرجھاتا۔
☆ قسمت ہمارے معاملات کو ہماری آرزوؤں اور تمناؤں سے بہتر طور پر چلاتی ہے۔
☆ قسمت کا فیصلہ اکثر ہماری زبان کی نوک پر ہوتا ہے۔
☆ قسمت ہم سے وہی کچھ چھین لیتی ہے جو ہم کو دیتی ہے۔

محمد بوٹا راہی۔ واں بھچراں

انمول موتی

☆ اس چیز کی تمنا مت کرو جسے حاصل نہ کر سکو۔
☆ عورت پر اعتبار نہ کرو کیونکہ یہ ناقص العقل

ہوتی ہے۔

☆ کسی کو اپنا بنانے سے پہلے سوچو کہ اسے اپنائیت کا احساس دلا سکو گے۔

☆ دنیا میں صرف اور صرف ماں سے محبت کرنی چاہیے۔

☆ آنکھیں بغیر کاجل کے بھی خوبصورت ہو سکتی ہیں اگر چہ ان میں شرم و حیا ہو۔

☆ کسی کو اچھا بنانے سے پہلے خود بننا ضروری ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کی جانب سے سب سے خوبصورت تحفہ انسان کے لئے ماں کی محبت ہے۔

☆ سچی محبت بھی ایک عبادت ہے۔

☆ کسی کے چہرے پر مت جاؤ کیونکہ وہ ایک بند کتاب کی مانند ہے۔

☆ مصیبت ایک ایسا آئینہ ہے جس میں اپنے پرائے پہچانے جاتے ہیں۔

☆ کانٹوں سے بھری ہوئی ٹہنی کو ایک پھول پرکشش بنا دیتا ہے۔

ماجد یعقوب شاہ۔ ڈھرنال

اقوال زریں

☆ بے وقوف کے ساتھ جنت میں بیٹھنے سے عقل مند کے ساتھ قید خانے میں بیٹھنا بہتر ہے۔

☆ اللہ کا خوف ہی سب سے بڑی دانائی ہے۔

☆ اپنی ناکامی پر مسکرا دو کیونکہ یہ تمہاری عروج کی پہلی سیڑھی ہے۔

☆ مصائب کا مقابلہ صبر سے اور نعمتوں کی حفاظت شکر سے کرو۔

☆ گناہوں کے سمندر میں نیکی کی کشتی کو چلانا بھی ایک جہاد ہے۔

☆ صبر کڑوا ہوتا ہے لیکن اس کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔

سیلنزاکت صداقت بخاری۔ کوٹلہ شیر محمد

انمول ہیرے

⌘..... صبر سب سے بڑی اور مدد دعا ہے۔

⌘..... تمہاری عقل ہی تمہاری استاد ہے۔

⌘..... جس نے علم پڑھ کر بھلا دیا وہ بدنصیب ہے۔

⌘..... دین کی بنیاد عقل، علم، صبر ہے۔

⌘..... ہمیشہ کم بولو کیونکہ اس میں لاتعداد فوائد ہیں۔

⌘..... تکبر علم کو کھا جاتا ہے۔

⌘..... بے کاری اور سستی انسان کو ہلاک کر دیتی ہے۔

⌘..... علم ہی نوع انسان کا زیور ہے۔

⌘..... مطالعہ غم اور اداسی کا بہترین علاج ہے۔

⌘..... زیادہ سنو اور کم بولو۔

⌘..... اقتصادی زندگی کی محرک قوت ہے۔

⌘..... صرف عمل میں ترقی کا راز پوشیدہ ہے۔

⌘..... خدمت خلق ہی میں عظمت ہے۔

⌘..... کسی کی دل آزادی سے بچنا چاہیے۔

نوید ساگر۔ سراوہ

سچی باتیں

⌘..... بولنے میں تاثیر پیدا کرو کہ دل میں اتر جائے ورنہ چپ رہو۔

⌘..... لوگوں سے اس طرح ملو کہ وہ تمہارے

جانے کے بعد تمہیں یاد رکھیں۔

☆ زندگی سمندر ہے جو اپنے اندر لاکھوں راز چھپائے ہوئے ہے۔

☆ محبت پانا ہر کسی کے لئے ممکن نہیں مگر محبت چھپانا سب کے لئے ممکن ہے۔

☆ دوستی میں کسی کے اعتبار کو ٹھیس مت پہنچاؤ۔

☆ اپنی خوشی کے لئے کسی کی مسرت خاک میں نہ ملاؤ۔

☆ زبان کھولنے سے پہلے سوچ لو دنیا میں تم سے زیادہ عقل مند لوگ موجود ہیں۔

☆ گرنا خوب نہیں بلکہ گر کر سنبھل جانا خوبی ہے۔

☆ صورت کو نہیں سیرت کو دیکھا کرو۔

☆ تین چیزوں کو پردے میں رکھو، عورت دولت، کھانا۔

چوہدری ظہیر احمد۔ سید پور پپلاں

معلومات عامہ

☆ امریکہ میں 2005ء کے صدارتی الیکشن میں امریکہ کے موجودہ صدر جارج ڈبلیو بش نے جان کیری کو شکست دے کر دوسری مرتبہ صدر کا عہدہ سنبھالا۔

☆ پاکستان کے موجودہ صدر جنرل پرویز مشرف نے اپریل 2002ء میں صدارتی ریفرنڈم میں کامیابی کے بعد صدر کا عہدہ سنبھالا۔

☆ بھارت کے سابق وزیر اعظم اٹل بہاری واجپائی تھے اور موجودہ وزیر اعظم ڈاکٹر منموہن سنگھ ہیں۔

☆ پانی سردیوں میں گرم اور گرمیوں میں ٹھنڈا اس لئے ہوتا ہے کہ زمین کا درجہ حرارت تبدیل ہو جاتا ہے۔

☆ پنجاب کا دارالحکومت لاہور ہے جبکہ وزیر اعلیٰ چوہدری پرویز الٰہی ہے۔

خضر حیات۔ روڈہ تھل، خوشاب

دو دل

دو دل تب ایک ہو سکتے ہیں جب وہ ایک دوسرے پر بھروسہ کرنا سیکھ لیں ایک دوسرے پر یقین کریں، زخم ایک کو ہو تکلیف دونوں محسوس کریں، اعتماد، یقین ہی محبت کی عمارت کو مضبوطی دے سکتے ہیں۔

سید تصور شاہ۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ

غزل

کسی سے بھی تم پیار مت کرنا
لاکھ کرے وعدے تم اعتبار مت کرنا
اک ادا کو دیکھو اور بھول جاؤ
کسی بھی ادا کو جگر کے پار مت کرنا
وہ تو تمہیں اپنے بنا ہی لیتے ہیں
تم لاکھ سوچو مگر اقرار مت کرنا
دل کا کھیل مصدق یہ ہر اک سے کھیلتے ہیں
ان کی کسی بات کا تم اظہار مت کرنا

مصدق ریاض مصدق۔ ڈنگہ شہر

☆☆☆

نہ مصور کے تصور کی کتاب میں چہرہ
نہ شاعر کے تخیل کی جناب میں چہرہ
بند اندھیروں میں تڑپتے ہوئے پیاسے بھاگیں
تیرا سوتے ہوئے دیکھیں جو کبھی خواب میں چہرہ
زیارت کی تمنا تھی کہ میں چاند کو دیکھوں
وہ بے درد لئے آیا ہے نقاب میں چہرہ
کب ملتے ہیں آسانی سے گوہر نایاب
جو تیری بکھری ہوئی زلفوں کے حجاب میں چہرہ
یار اپنے ہیں تو دوں کے تیرے جیسے ہیں بہت
کم ... سے ادو ان کے جواب میں چہرہ

حمد۔ **قادر یار۔ ڈڈیال**

قبر کا کشادہ ہو جانا

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا کہ جب مردے کو دفن کر کے آتے ہیں تو اس وقت اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور وہ مردہ کو قبر میں بٹھا کر کہتے ہیں (ما کنت تقول فی ھذا الرجل) یعنی تو اس شخص نبی کریمؐ کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا۔ اب اگر وہ مسلمان ہے تو کہتا ہے کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسولؐ ہیں پھر وہ دونوں فرشتے کہتے ہیں دیکھ تیرا ٹھکانا جہنم تھا اب اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے اسے جنت سے بدل دیا ہے پھر وہ دونوں کو دکھائیں گے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ پھر اس کیلئے قبر کو ستر اور کھول دیا جائے گا جس پر سبزہ وغیرہ بھی ہوگا۔

امجد شاہ مجاہد (مکران)

عیادت عبادت ہے

☆ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا جس شخص نے وضو کیا اور اچھا یعنی پورا وضو کیا اور پھر حصول ثواب کے ارادے سے اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کی تو اس کو دوزخ سے ستر برس کی مسافت کے بقدر دور کر دیا جاتا ہے۔

☆ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اکرمؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو مسلمان دوسرے بیمار مسلمان کی دن کے پہلے حصے میں یعنی دوسرے پہر سے پہلے پہلے عیادت کرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے شام تک اس کیلئے رحمت و مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور جو مسلمان رات میں یعنی غروب آفتاب کے بعد عیادت کرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کیلئے صبح ہونے تک رحمت و مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور بہشت میں اس کیلئے باغ مقرر کر دیا جاتا ہے۔

☆ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمؐ نے فرمایا: جب کوئی شخص بیمار کی عیادت کرتا ہے تو ایک پکارنے والا یعنی فرشتہ آسمان سے پکار کر کہتا ہے کہ تیرے لئے دنیا اور آخرت میں بھلائی ہو اور تیرا چلنا عیادت کیلئے مبارک ہو اور تجھے جنت میں اعلیٰ مقام ملے۔

☆ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمؐ نے فرمایا جب کوئی شخص کسی بیمار کی عیادت کرتا ہے تو جب تک وہ بیٹھتا نہیں دریائے رحمت میں غوطہ لگا دیتا ہے۔

☆ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمؐ نے فرمایا ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں۔ سلام کا جواب دینا، بیمار کی

عیادت کرنا، جنازہ کے ساتھ جانا، دعوت قبول کرنا، چھینکنے والے کو جواب دینا۔

☆ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے رسول اکرمؐ نے فرمایا بھوکے مسکین اور فقیر کو کھانا کھلاؤ بیمار کی عیادت کرو اور قیدی کو دشمن کی قید سے چھڑاؤ۔

☆ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے رسول اکرمؐ نے فرمایا جس نے کسی مصیبت زدہ کی تعزیت کی تو اس کیلئے مصیبت زدہ کا سا ہی اجر ہے۔

☆ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز بندہ سے فرمائے گا اے ابن آدم میں بیمار ہوا اور تم نے میری عیادت نہیں کی بندہ عرض کرے گا کہ اے میرے رب میں تیری عیادت کس طرح کرتا کہ تو تو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور بیماری سے پاک ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تجھے معلوم نہیں ہوا تھا کہ فلاں بندہ بیمار تھا اور تو نے اس کی عیادت نہیں کی تھی کیا تجھے معلوم نہیں تھا کہ اگر اس بیمار بندے کی عیادت کرتا تو مجھے یعنی رضا اس کے پاس پاتا۔

محمد عظیم عادل (مکران)

مقام والدین

☆ قرآن حکیم میں اللہ رب العزت نے فرمایا ہے اور تیرے رب نے حکم فرما دیا کہ اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ سے حسن سلوک کرو اور ان میں سے ایک یا دو دونوں تیرے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اف بھی نہ کہو اور نہ انہیں جھڑکو اور بلکہ دونوں سے ادب کے ساتھ بات کیا کرو اور ان کے لئے عاجزی کے ساتھ بازو جھکا دو مہربانی سے اور کہو اے میرے رب ان دونوں پر رحم فرما جیسے انہوں نے بچپن میں میری پرورش کی (سورۃ بنی اسرائیل آیت 22-23)

☆ ماں باپ قابل قدر و احترام، واجب العزت و اکرام اور لائق خدمت و احسان ہیں گرچہ کافر ہی کیوں نہ ہوں (سورۃ مریم 47، بخاری، مسلم)

☆ ماں باپ، رحمت و شفقت، کرم و عنایت اور مہر و محبت کا پیکر ہیں (سورۃ یوسف 84، بخاری)

☆ ماں باپ، اللہ تعالیٰ کی ایسی نعمت ہیں کہ جس کا کوئی بدل نہیں (بخاری و مسلم)

☆ ماں باپ موحد ہوں تو ان کی بخشش و مغفرت کیلئے دعا کرنے کا اللہ تعالیٰ نے خصوصی حکم دیا ہے (سورۃ بنی اسرائیل 24، ابوداؤد)

☆ ماں باپ کی خدمت و اطاعت سے رزق اور عمر میں خیر و برکت ہوتی ہے (مسند احمد)

☆ ماں باپ کو گالی دینا اس طرح ہے کہ دوسرے کے والدین کو گالی دے کر اپنے والدین کو گالی دلوانا کبیرہ گناہ مثل قتل و زنا کے ہے (بخاری و مسلم)

☆ ماں باپ کی رضا میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور ان کی ناراضگی میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی پنہاں ہے (ترمذی)

☆ ماں باپ کی دعائیں اولاد کے حق میں جلد اثر پذیر ہوتی ہیں گرچہ ماں باپ غیر مسلم ہی ہوں

(بخاری)

☆ ماں باپ کو ایک بار نظر شفقت سے دیکھنے پر حج مقبول کا ثواب ملتا ہے۔ خواہ بار بار دیکھے تاہم حج کی فرضیت برقرار رہتی ہے (شعیب الایمان بیہقی)

☆ ماں باپ کا شکر ادا کرنا ویسا ہی فرض ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا فرض ہے (سورۃ لقمان 14)

☆ ماں باپ کے حقوق بعد وفات یہ ہیں ان کیلئے بخشش کی دعائیں کرنا ان کا نیک عہد پورا کرنا ان کے لواحقین واحباب کی عزت (ابوداؤد، ابن ماجہ)

☆ ماں باپ کے نافرمان کو موت سے پہلے بھی اس جہاں میں ضرور سزا ملتی ہے (شعیب الایمان بیہقی)

☆ ماں باپ کے سامنے اظہار ذلت وکمتری کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے (سورۃ بنی اسرائیل 24)

☆ ماں باپ کے نافرمان پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کردی ہے (دارمی، مسند احمد، نسائی)

☆ ماں باپ کی خدمت کے ذریعے حصول جنت کی کوشش نہ کرنے والے کیلئے رسول اللہ نے بددعا کی ہے (مسلم)

☆ ماں باپ کی خدمت کا فریضہ جہاد میں جان قربان کرنے جیسے فرض پر مقدم ہے (بخاری و مسلم)

☆ ماں باپ کی خدمت نماز و جہاد جیسے افضل اعمال صالحات میں سے ہے (بخاری ومسلم)

محمد عظیم عادل (مکران)

گناہ کبیرہ

حضرت ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کیا میں تم لوگوں کو سب سے بڑے گناہ نہ بتادوں۔ ہم لوگوں نے عرض کیا۔ اللہ کے رسولؐ ضرور بتائیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا۔ آپؐ ٹیک لگائے ہوئے تھے بیٹھ گئے۔ پھر فرمایا ہوشیار ہو جاؤ غور سے سنو اس کے بعد سب سے بڑا گناہ جھوٹ بات اور جھوٹی گواہی ہے۔ سن لو اس کے بعد جھوٹ بات اور جھوٹی گواہی ہے۔ برابر آپؐ یہی فرماتے رہے یہاں تک کہ ہم نے اپنے دل میں کہا کہ کاش آپ خاموش ہو جاتے (متفق علیہ) یہ حدیث متمدن معاشرہ کو اسلامی معیار سے خدائی قدروں کے ذریعے ترقی دینے اور آگے بڑھانے کی شکلوں میں سے ایک شکل اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم اور اس کی وضاحت وبیان کی ایک کھلی ہوئی مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سی آیات قرآنیہ میں اپنی عبادت کے بعد فوراً والدین کے ساتھ حسن سلوک کا ذکر فرمایا ہے اور تمہارے پروردگار نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرتے رہو (بنی اسرائیل 23)

محمد عظیم عادل (مکران)

محبت

☆ جو بار بار محبت کرتا ہے وہ محبت کرنا نہیں جانتا۔

☆ محبت انسانی عظمت کیلئے دیمک کا کام کرتی ہے۔

☆ محبت مضبوط ارادوں کو کمزور کر دیتی ہے۔
☆ محبت وہ کھیل ہے جس میں عقل ہار جاتی ہے۔
☆ دل کی ہزار آنکھیں ہوتی ہیں مگر وہ محبوب کے عیبوں کو نہیں دیکھ سکتیں۔
☆ محبت آنکھوں سے نہیں دل سے دیکھتی ہے۔
دانشمند وہی ہے جو اس میں اندھا ہو چکا ہو۔
☆ محبت کی نہیں جاتی ہو جاتی ہے۔

محمد ہارون قمر (سیج پور ہزارہ)

سنہری باتیں

☆ ہمیں ہر ایک اس چیز سے محبت کرنی چاہیے جو محبت کے قابل ہو اور ہر اس چیز سے نفرت کرنی چاہیے جو نفرت کے قابل ہو...... لیکن یہ صرف اس صورت میں ممکن ہے جب ہمارے پاس دونوں کا فرق کرنے کیلئے عقل کی دولت اور علم کی روشنی ہو۔
☆ انسان کسی کو شریک زندگی بنانے سے پہلے اس کے ماضی اور حال کو دیکھتا ہے لیکن یہ بھول جاتا ہے کہ اس شخص کی رفاقت میں اسے اپنا مستقبل گزارنا ہے۔
☆ ہر انسان کو سوائے اس کی ذات کے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی۔
☆ کچھ رشتے انا سے ٹوٹ جاتے ہیں لیکن کچھ رشتے کو قائم رکھنے کیلئے انا ضروری ہے۔
☆ اہم بات یہ نہیں کہ ہار گئے اہم بات یہ ہے ہمت تو نہیں ہار گئے۔
☆ کسی ایسی چیز کیلئے آنسو نہ بہاؤ جو تمہارے لئے نہیں بنی تھی۔
☆ جو شخص اپنے دوست کو دھوکا دیتا ہے وہ خدا کو دھوکا دیتا ہے۔
☆ اپنی زندگی کا کوئی مقصد بنالیں پھر اپنی ساری طاقت اس کے حصول کیلئے لگا دیں آپ کو ضرور کامیابی ملے گی۔
☆ کسی کو خوشی دینا اتنا خوش کن نہیں جتنا کسی کو دکھ نہ دینا خوش کن ہے۔
☆ محبت کیلئے لفظ بے شک ضروری ہوں یا نہ ہوں اعتبار کیلئے ضرور ہے۔

سجاد علی اسد (جھل مگسی)

سارے رنگوں کو

دھنک کے سارے رنگوں کو
تمہارے نام کرتے ہیں
بسنتی سب پتنگوں کو
تمہارے نام کرتے ہیں
ہوائیں گنگنا کر گھر گھر آئی ہیں ہمیں جاناں
ہوا کی سب ترنگوں کو
تمہارے نام کرتے ہیں

سجاد علی اسد (جھل مگسی)

یادیں

یادیں تیرے خلوص کی ڈستی ہیں آج بھی
ملنے کی آرزوئیں ترستی ہیں آج بھی
آنکھیں ہزار ضبط کی کوشش کے باوجود
رہ رہ کے بار بار برستی ہیں آج بھی

سجاد علی اسد (جھل مگسی)

اقوال زریں

☆ تم جس سے نفرت کرتے ہو اس سے ہوشیار رہو۔

غزل

گر وقت سہانا گزر گیا تم سوچتے ہی رہنا
وہ اک مسافر کدھر گیا تم سوچتے ہی رہنا
چار دن کی چاہت ہے یہ اپنی
گر نشہ دل لگی کا اتر گیا تم سوچتے ہی رہنا
اظہار تو کرنا تم نے سیکھا ہی نہیں ہے
تیرے پیار میں کوئی مر گیا تو سوچتے ہی رہنا
چپکے سے تیرے دل میں سما جائیں گے
کون آنکھ یہ خالی بھر گیا تم سوچتے ہی رہنا
شمع کی دوری رفتہ رفتہ تجھے ستائے گی
درد رگ جاں میں کیسے اتر گیا تم سوچتے ہی رہنا

سہیل بیگ۔ لاہور

جن کی یادیں ہیں لاکھ دل میں نشانی کی طرح
وہ ہمیں بھول گئے ایک کہانی کی طرح
دوستو ڈھونڈ کے ہم سا کوئی پیاسا لاؤ
ہم کہ آنسو بھی جو پیتے تو پانی کی طرح
غم کو سینے میں چھپائے ہوئے رکھنا یارو
غم مہکتے ہیں بہت رات کی رانی کی طرح
تم ہمارے تھے تمہیں یاد نہیں ہے شاید
دن گزرتے ہیں بہتے ہوئے پانی کی طرح
آج جو لوگ تیرے غم پہ ہنستے ہیں عثمان
کل تجھے یاد کریں گے وہی نانی کی طرح

عرفان عزیز۔ فیصل آباد

غزل

میرا مزاج ہے یارو اداس رہنے دو
دیار دل میں محبت کی آس رہنے دو
عداوتوں میں بھی اتنا سا دوستانہ رکھو
بچھڑ گئے بھی تو یادوں کو پاس رہنے دو
نجانے آئے وہ کب ملنے کی آرزو لے کر
خدایا مجھ پہ ادھار چند سانس رہنے دو
نہیں رہا ہے تیری مے میں اب سرور ساقی
ہٹاؤ جام میرے دل کی پیاس رہنے دو
مزا ہی اور ہے عثمان جہاں میں غم کا
بنا نہ سنگ یہ دل یوں حساس رہنے دو

عثمان چوہدری۔ ڈڈیال

غزل

آخری بار تیرے پیار کی کلیاں چن لوں
لوٹ کر پھر تیرے گلشن میں نہیں آؤں گا
اپنی برباد محبت کا جنازہ لے کر
تیری دنیا سے بہت دور چلا جاؤں گا
دل کو سمجھا لوں جسے پیار کیا تھا تو نے
وہ اک خواب تھا جس کی تعبیر نہ تھی
تو سمجھتا تھا جسے اپنا مقدر ناداں
وہ کسی غیر کی تھی وہ تیری تقدیر نہ تھی
اپنی پلکوں میں سجا رکھا تھا جن خوابوں کو
اپنے ہاتھوں سے انہیں خود ہی مٹا جاؤں گا

قادر یار۔ آزاد کشمیر

غزل

جہاں تک بھی یہ صحرا دکھائی دیتا ہے
میری طرح سے یہ اکیلا دکھائی دیتا ہے
نہ اتنی تیز چلے سر پھری ہوا سے کہو
شجر پہ ایک ہی پتا دکھائی دیتا ہے
برا نہ مانیے لوگوں کی عیب جوئی کا
انہیں تو دن کا بھی سایہ دکھائی دیتا ہے
یہ ایک ابر کا ٹکڑا کہاں کہاں برسے
تمام دشت ہی پیاسا دکھائی دیتا ہے
وہیں پہنچ کر گرائیں گے بادبان اب تو
وہ دور کوئی جزیرہ دکھائی دیتا ہے
وہ الوداع کا منظر وہ بھیگتی پلکیں
پس غبار بھی کیا کیا دکھائی دیتا ہے
ہٹ گئے آخر پہاڑ سے قد بھی
زمین سے ہر کوئی اونچا دکھائی دیتا ہے
عثمان چوہدری۔ آزاد کشمیر

غزل

ہم آج ہیں پھر ملول یارو
مرجھا گئے کھل کے پھول یارو
گزرے ہیں خزاں نصیب ادھر سے
پیڑوں پہ جمی ہے دھول یارو
تا حد خیال لالہ و گل
تا حد نظر ببول یارو
جب تک ہوس رہی گلوں کی
کانٹے بھی رہے قبول یارو

ہاں کوئی خطا نہیں تمہاری
ہاں ہم سے بھول ہوئی ہے یارو
قادر یار۔ آزاد کشمیر

غزل

آج پھر سے نگاہیں ملائیں گے ہم
دل پہ دانستہ پھر چوٹ کھائیں گے ہم
ان کی ہر اک جفا آزمائیں گے ہم
وہ ستم ڈھائیں گے مسکرائیں گے ہم
جانے والے ہمیں اس طرح چھوڑ کے
یاد رکھنا بہت یاد آئیں گے ہم
دل تمہارا ہے یا انجمن ہے کوئی
لو یہاں سے کہیں بھی نہ جائیں گے ہم
ہم وہ عثمان جسے تم سمجھ نہ سکے
وقت پر دیکھنا کام آئیں گے ہم
عباس علی۔فیصل آباد

غزل

غیر کو درد سنانے کی ضرورت کیا ہے
اپنے جھگڑے میں زمانے کی ضرورت کیا ہے
تم مٹا سکتے نہیں دل سے میرا نام کبھی
پھر کتابوں سے مٹانے کی ضرورت کیا ہے
زندگی یونہی بہت کم ہے محبت کے لئے
روٹھ کر وقت گنوانے کی ضرورت کیا ہے
دل نہ مل پائیں تو پھر آنکھ بچا کر چل دو
بے سبب ہاتھ ملانے کی ضرورت کیا ہے
زبیر احمد۔ لاہور

غزل

میں یونہی گزار دیتا شب غم سنبھل سنبھل کے
تمہیں کیا ملا بتا دو میری زندگی بدل کے
بڑے بے وفا ہیں آنسو سر بزم آج چھلکے
میری آرزو نے لوٹا میری چشم نم میں پل کے
کسی بے سہارا دل کو ستاؤ اس طرح سے
کہیں آہ کر نہ بیٹھے کوئی بدنصیب جل کے
میں اسی لئے کھچا ہوں کہ انہیں بھی آئے غصہ
وہ الٹ دے کاش پردہ میری بے رخی پہ جل کے

بلال احمد ۔ ساہیوال

غزل

تیرے بغیر یہ دنیا اداس ہے میری
کہ جیسے جان بھی تیرے ہی پاس ہے میری
ہزار جام لٹا دوں ہزار پیمانے
کسی کے پھول سے ہونٹوں میں پیاس ہے میری
لگا ہے روگ محبت کا مجھ کو صدیوں سے
کسی کا پیار ہی جینے کی آس ہے میری
چلی ہے ایسی زمانے میں نفرتوں کی ہوا
کسی کا پیار، وفا بدحواس ہے میری
میرا جمال ہے پھیلا ہے چار سو عثمان
یہ ایک چیز ہی دنیا میں خاص ہے میری

محمد علی ۔ خانیوال

غزل

محبت اک حقیقت ہے یہ افسانہ نہیں ہوتا
کبھی اپنی خوشی سے کوئی دیوانہ نہیں ہوتا
حسیں جلوؤں کا مرکز ہے جہاں تم سجدہ کرتے ہو
وہاں کعبہ نہیں ہوتا بت خانہ نہیں ہوتا
کرم ہے ان خیالوں کو جو دل بہلائے رکھتے ہیں
بھلا کس کے تصور میں صنم خانہ نہیں ہوتا
جو اہل ظرف ہوتے ہیں بقدر ظرف پیتے ہیں
چھلک جاتا ہے جو وہ ان کا پیمانہ نہیں ہوتا
نظر کا حسن بھی شامل ہو پیمانوں میں اے قادر
جہاں ساقی نہیں ہوتا وہ میخانہ نہیں ہوتا

عبدالقادر ۔ میرپور

غزل

اپنے ماضی کے تصور سے ہراساں ہوں میں
اپنے گزرے ہوئے ایام سے نفرت ہے مجھے
اپنی بیکار تمناؤں سے شرمندہ ہوں میں
اپنی بے سود امیدوں پہ ندامت ہے مجھے
میرے ماضی کو اندھیروں میں دبا رہنے دو
میرا ماضی میری ذات کے سوا کچھ بھی نہیں
میری امیدوں کا حاصل میری کاوش کا صلہ
ایک بے نام اذیت کے سوا کچھ بھی نہیں

عارف چوہدری ۔ نارووال

غزل

اس کی آنکھوں میں کوئی دکھ سا دبا ہے شاید
یا مجھے خود ہی کوئی وہم ہوا ہے شاید
میں نے پوچھا کہ بھول گئے ہو تم بھی

موند کر آنکھیں مجھے اس نے کہا شاید
روٹھ جاتی تو بھلا کون مناتا مجھ کو
جو مناتا تھا وہ بھول گیا ہے شاید
اب کسی بات پہ بھی دل نہیں دکھتا میرا
میرے اندر میرا عشق مر گیا ہے شاید
بھولنا چاہوں بھی تو تجھ کو میں بھلا نہ سکوں
یاد رکھنے کا کوئی عہد کیا ہے شاید

اسحاق چوہدری ۔ لاہور

غزل

بنا کر اپنے نقشے رہ گئے ہیں
زمانے کتنے پیچھے رہ گئے ہیں
ابھی تک تتلیوں کے ان پروں میں
نہ جانے کتنے رنگ رہ گئے ہیں
کر سکتا ہی نہیں دریا ادھر کو
بہت سے لوگ پیاسے رہ گئے ہیں

نائلہ اختر ۔ آزاد کشمیر

غزل

تیرے پیار دی ابتداء ویکھی بیٹھاں
خلوصاں بھری انتہاء ویکھی بیٹھاں
میرا جسم ہویا اے زخماں دا عادی
معالج تے دارالشفاء ویکھی بیٹھاں
جوانی دے روگاں دا ہویاں میں جانو
کرم اوس دے تے عطا ویکھی بیٹھاں
میری جندڑی وچ بھرے غم ای غم نیں
میں دنیا دے ہم رجا ویکھی بیٹھاں
میں عثمان محبت نوں جتھے دی نیکاں
ستم یار دے بے بہا ویکھی بیٹھاں

عثمان چوہدری ۔ ڈڈیال

نظم

جیسے کانٹوں میں گل
شب کی تاریکی میں چاند ستارے
صحرا میں پانی ، بارش کے نرم قطروں سے
سیپ میں موتی ، سمندر میں جزیرے
کوہساروں میں جھرنے ، سردیوں میں نرم دھوپ
حسن کسی کی میراث نہیں ، یہ خدا کی عطا ہے
حسن کسی فقیر کی کٹیا میں ، کسی غریب کے گھر میں
کسی امیر کے بنگلے میں ، کسی بادشاہ کے محل میں
پیدا ہو سکتا ہے
حسن لاکھوں میں ، سب سے جدا نظر آتا بھی ہے

نسیم اختر عادل ۔ بھکر

نظم

تو چلے تو تیرے سنگ میری پاکیزہ دعائیں رہیں
تیری راہوں میں محبت کے حسیں پھول کھلیں
تیری پیشانی پہ خوشیاں ، روشنی بن کے چمکیں
میری دعا ہے کہ خوشیاں مسکرائیں
یہ سلسلے چاہتوں کے یونہی تیرے سنگ رہیں

نائلہ عندلیب بٹ ۔ آزاد کشمیر

نظم

اسے کہنا ، اداسی ! تم اسے کہنا

ہوا کے ہاتھ کچھ نہیں ہے اور صدا ویران پھرتی ہے
تم اس سے کہنا،
تیرا بچھڑا ہوا اکثر جاگتا ہے سو پاتا نہیں
اور اداسی! تم اسے کہنا کسی کو علم کیا
جب رات ڈھلتی ہے، تو کتنے جسم جلتے ہیں
دعاؤں کے آرزوؤں کے وفاؤں کے
اداسی تم اسے کہنا تم ہی دکھ میں تنہا نہیں
یہاں پر بھی حسن کے ہاتھ میں، کچھ بھی نہیں ہے

سید حسن رضا شاہ ۔ کوچھیر شریف

نظم

ناداں دل کو سمجھانا کیا،
ہے عشق تو پھر پچھتانا کیا
ہر سانس تو اس کے نام کی،
پھر جینا کیا مر جانا کیا
وہ ہر دھڑکن میں رہتا ہے،
اسے کھونا کیا اور پانا کیا
کیا خوب وہ سب سے پوچھتے ہیں،
کہتا ہے یہ دیوانہ کیا
دل آنا تھا تم پر آیا،
اس جرم کا ہے ہرجانہ کیا
ہو جس کا جھوٹ بھی سچ جانا،
اس جھوٹے کو جھٹلانا کیا
اے عثمان حقیقت جو بھی ہو،
بن جائے افسانہ کیا

عثمان چوہدری ۔ ڈڈیال

نظم

اندھیروں سے اجالا مانگنا ہوگا،
خبر کیا تھی یہ دن بھی دیکھنا ہوگا
اگر خورشید ہے تو روشنی دے گا،
وہ سایہ ہے تو اس کو پھیلانا ہوگا
پرانی رسموں سے اب کچھ نہیں حاصل،
ہمیں سوچوں کا دھارا موڑنا ہوگا
میں آسانی سے کیسے ڈوب سکتا ہوں،
سمندر کو بہت کچھ سوچنا ہوگا
رہا ہوں برسر پیکار ظلمت سے،
سحر کو اب میرا دکھ بانٹنا ہوگا
قادر اوروں کی خاطر زندہ رہتا ہے،
خوشی کا ہر لبادہ اوڑھنا ہوگا

قادر یار ۔ ڈڈیال

نظم

محبت جوگ ٹھہرا ہے، دلوں کا روگ ٹھہرا ہے
وفا کچھ کر نہیں سکتی، دلوں کو شاد کرتا ہے
کبھی برباد کرتا ہے، یہ شکوہ کر نہیں سکتا
یہ ایک جوگ ٹھہرا ہے، تلخ ہونا بھی چاہوں تو
زباں خاموش رہتی ہے
محبت جوگ ٹھہرا ہے، دلوں کا روگ ٹھہرا ہے

سعدیہ چوہدری ۔ آزاد کشمیر

نظم

آنکھ ہی نہ روتی ہے،

ں بھی تیرے پیار میں رویا ہے
خوشیاں کا تو اب کام نہیں،
چاروں طرف تنہائی ہے
کل تک جو کہتی تھی اپنا،
یارو آج پرائی ہے
آنکھ ہی نہ روئی ہے،
دل بھی تیرے پیار میں رویا ہے

مریم ایس ایم ۔ آزاد کشمیر

نظم

کہا تھا یاد ہے تم کو،
میں ہوں چاند اور تم چاندنی میری!
مگر جب چاند چھپ جائے کہو
پھر چاندنی کیسی؟
کہا تھا یاد ہے تم نے،
میں ہوں پھول اور تم اس کی خوشبو!
مگر جب پھول مرجھائے کہو خوشبو بھلا کیسی؟
کہاں تھا یاد ہے تم نے،
میں ہوں دل، ہو تم دھڑکن!
مگر دل ٹوٹ جائے تو کہو پھر دھڑکن کیسی؟
کہا تھا یاد ہے تم کو،
میں ہوں آس اور تم زندگی میری!
مگر جب آس ٹوٹے تو،
کہو پھر زندگی کیسی؟

فیصل طیب ۔ احمد پور سیال

نظم

اے عشق! ایسا نہ کیا ہوتا تو نے
بن تیرے رونا نہ نصیب ہوتا
ہر لمحے خوشی کے قریب ہوتا
اچھا تھا، پیار میں غریب ہوتا
ارے عشق! ایسا نہ کیا ہوتا تو نے
پہلی نظر میں دل توڑا تو نے
ایک ہی پل میں مجھے چھوڑا تو نے
تو نے، میرے دل کو توڑا تو نے
ارے عشق! ایسا نہ کیا ہوتا تو نے
بستر بستر شکن شکن
ٹوٹے میرا بدن بدن
تنہائی میں سنن سنن
ارے عشق! ایسا نہ کیا ہوتا تو نے
دھڑکن سسکے، آہیں بھرے،
اشکوں سے نگاہیں بھر لے
رسوائی سے بانہیں بھرے
ارے عشق! ایسا نہ کیا ہوتا تو نے
چپ چاپ سا ہے دل اب بھی
ہیں چپکے چپکے ہوئے لب بھی
ناراض مجھ سے میرا رب بھی
ارے عشق! ایسا نہ کیا ہوتا تو نے

اسحاق احمد ساقی ۔ سنجر پور

غزل

کل چودھویں کی رات تھی شب بھر رہا چرچا تیرا
کچھ نے کہا یہ چاند ہے کچھ نے کہا چہرہ تیرا
ہم بھی وہیں موجود تھے ہم سے بھی پوچھا گیا
ہم ہنس دیے ہم چپ رہے منظور تھا پردہ تیرا

میرے لبوں میں سرخی سی تھی
میرے سپنوں میں رنگینیاں سی تھیں
دل کے مندر میں خوشیاں سی تھیں
مگر اب تیرے جانے کے بعد
یہ سب کچھ شاید مجھ سے روٹھ گئے

محمد بوٹا راھی ۔ واں بھچراں

نظم

کل وہ ملی جو بچپن میں میرے بھائی سے کھیلا کرتی تھی
جانے تب کیا بات تھی اس میں مجھ سے بہت ڈرتی تھی
پھر کیا ہوا وہ کہاں گئی اب کون یہ جانتا ہے
کب اتنی دور سے کوئی شکلوں کو پہچانتا ہے
لیکن اب جو ملی ہے مجھ سے ایسا کبھی نہ دیکھا تھا
اس کو اتنی چاہ تھی میری میں نے کبھی نہ دیکھا تھا
پھر کہیں بچھڑ نہ جاؤں ایسے مجھ کو تکتی تھی
کوئی گہری بات تھی جی میں جسے وہ کہہ نہ سکتی تھی
ایسی چپ اور پاگل آنکھیں دمک رہی تھیں شدت سے
میں تو سچ مچ ڈرنے لگا تھا اس خاموش محبت سے

محمد بوٹا راھی ۔ واں بھچراں

نظم

ایک دن باتوں باتوں میں کہا اس نے مجھ سے
جانے کیوں دنیا نے روگ بنایا ہے جدائی کو
میں نے کہا اس سے کیا تمہیں مجھ سے محبت ہے
تو کہنے لگا ہے تو مگر یہ روگ لگانے سے رہا
پھر ایسا پلٹ کر گیا کہ مجھے جدائی کا درد دے گیا
اب میرے دل سے پوچھے وہ کیا ہے اس کی محبت
اور کیا ہے، جدائی اس کی

شجر علی ۔ میانوالی

نظم

جب تمہیں الوداع کہتا ہوں میرا ایک حصہ مر جاتا
ہے
آہستہ خرام موت جو دھیرے دھیرے
مسلسل اور یقین کے ساتھ
میری طرف بڑھ رہی تھی
تا کہ مجھے اپنے بازوؤں میں لے لے تب تک
مجھے نہیں معلوم کہ مجھے اور کتنی بار مرنا ہے

محمد ارشد ۔ واں بھچراں

نظم

وہ شام، جب تو میرے ساتھ تھی
ہم کتنے خوش تھے
تم نے دھیرے سے مجھے کہا
جاناں میں تیرے بغیر نہیں رہ سکوں گی
میں خاموش کھڑا تھا
بس ایک نظر تمہیں دیکھتا تھا
تیرے چہرے پر بھی جاناں
ڈوبتے سورج کا منظر تھا
وہ شام، جب تو میرے ساتھ تھی

محمد بوٹا راھی ۔ واں بھچراں

نظم

تمہارے لئے ہم نے کیا کیا نہیں کیا تھا

زہر بھی ہم نے ہنس کے پیا تھا
کوئی شکوہ نہیں کوئی شکایت نہیں
جو بھی کیا تم نے اچھا کیا ہے
کچھ بھی یاد نہیں ہم کو
بے وفائی کا تم نے الزام جو دیا ہے
ہم نے تو وہ بھی چپ کر کے سہا ہے
اک بات کا ہم کو آپ سے گلہ ہے
دل ٹوٹنے کا ہم کو کوئی غم تو نہیں
پیار کا اس دنیا نے ہم کو کیا صلہ دیا ہے
جو عزت کر لی تھی پہلے میں تیری
تو نے کیسا مجھ سے انتقام لیا ہے
کیا بگاڑا تھا میں نے تیرا آخر
جو ہم کو بے وفائی کا تم نے الزام دیا ہے

صائمہ تبسم ۔

نظم

کل رات بھی ارمان جلے
وہ خواب جو ل کے دیکھے تھے
تجھ کو کسی اور کی باتیں کرتے سنا
تو میرا دل جلا، کاش ہم تم نہ ملتے تو اچھا تھا
تم کو تو کوئی غم نہیں ہے،
سنی تو مجھ کو جدائی ہے
خواب تو میرے ٹوٹیں ہیں
تو ہم کو چھوڑ کر چلا گیا
آخر تنہا میں اپنے ہونٹ سی لوں گی
اور تیری جدائی سہہ لوں گی
مگر صرف اتنا بتا دے
کیا محبت کی یہی سزا ہے

صائمہ تبسم ۔

نظم

سنو جاناں! میں دور چلا جاؤں گا تم سے
بہت دور کسی جنگل میں یا اجڑے ہوئے کھیتوں میں
کسی درخت کو گلے لگا کر میں آنسو بہاؤں گا
اپنے دکھ بھی سناؤں گا مگر تجھے نہیں بھول پاؤں گا
جب آئے گی یاد تیری درد بھی دل سے اٹھے گا
تجھ کو ملنے کو ترسے گا جب کوئی پوچھے حال میرا
اسے کچھ نہ بتاؤں گا مگر تجھے نہیں بھول پاؤں گا
تجھے نہیں بھول پاؤں گا

عثمان چوہدری ۔ ڈڈیال

نظم

میں اکثر خود سے کہتا ہوں،
بہت بے تاب رہتا ہوں
کبھی تجھ سے ملوں گا تو کہوں گا
اے میرے ہمدم میں تجھ بن نہ رہ سکتا
مگر یہ کہہ نہیں سکتا
تیرا جادو میرے سر چڑھ کر ایسے بولتا ہے کیوں
میرا من ڈولتا کیوں ہے کہ جب تو سامنے ہوتا ہے
تو دھڑکن بڑھ جاتی ہے
میں تیری آنکھوں کے گہرے ساغر میں
ڈوب جاتا ہوں
میں ان جذبوں کو کوئی نام نہیں دے سکتا
میں اکثر بھول جاتا ہوں

قادر یار ۔ آزاد کشمیر

اس شہر میں کس سے ملیں ہم سے تو چھوٹیں محفلیں
ہر شخص تیرا نام لے ہر شخص دیوانہ تیرا

ذیشان بلال ۔ اٹک

غزل

پاگل ہے یا بادل ہے وہ
میرے لئے ایک آنچل ہے وہ
غیروں میں اک سپنا ہے وہ
لگتا ہے پھول اپنا ہے وہ
میری خزاں میں بہار ہے وہ
میرے دل کا قرار ہے وہ
میرا دل اور میری جان ہے وہ
میرا پہلا اور آخری پیار ہے وہ
سوچوں کی مہکار ہے وہ
چوڑی کی چھنکار ہے وہ
میری نگاہوں کا قرار ہے وہ
میرے لئے سب کچھ ہے وہ

قیصر جمیل پروانہ ۔ ماموکانجن

غزل

میرے وجود سے مجھ کو کسی نے چھینا ہے
بغیر روح کے پھر بھی ہمیں تو جینا ہے
تلاش زیست میں چلتا رہا تہی دامن
پھٹے گریباں کو ان وحشتوں نے سینا ہے
صدا بلند کروں امید کے سہارے پہ
بھنور کے بیچ میں الجھا ہوا سفینہ ہے
کوئی بسائے اسے رونقیں بحال کرے
میرے وجود کا ویران یہ مدینہ ہے
نسب تمام ہے اب تو طلب ہے مزدوری
تمام جسم سے سوکھا ہوا پسینہ ہے
کیا ہے وقف تجھی پہ تمام ہستی کو
یہی وفاؤں کا اول ترین زینہ ہے
ہمارے وصل کے لمحات ہیں تیرے ہاتھوں
تیرے ہی نام سے خلوت کا زہر پینا ہے
کہاں نصیب ہیں تیرے حسن کی مستی ہے
یہی ہے میکدہ وساغر تمام مینا ہے
بڑے کمال سے رستے بدل لئے نادر
میرے رقیب کا کیا حسین قرینہ ہے

رانے غلام نبی نادر فردوسی

نظم

بے رخی

وہ ہوئے مجھ سے خفا
کیوں بے سبب
میں کہرا!
اپنی آگ میں جلتا رہا
میں نے پوچھا
بے رخی یوں
مجھ سے کیوں
وہ کہ
کہتے تھے زباں سے
انتظار......
بے رخی کا
میں نے جو
پوچھا سبب
پھر وہ بولے
بے رخی سے

"کیا کہا"

رائے نادر فردوسی۔ منچن آباد

پچھتاوا

کاش تمہیں دیکھا نہ ہوتا
دل میں غم کے پھول نہ کھلتے
ہونٹوں پر فریاد نہ ہوتی
تنہائی کے درد نہ ملتے
اپنی ہستی بار نہ ہوتی
مرنے کا ارمان نہ ہوتا
سانس بھی اک تلوار نہ ہوتی
کاش تمہیں دیکھا نہ ہوتا
آج اتنے مجبور نہ ہوتے
سب لوگوں سے الفت کرتے
اور خدا سے دور نہ ہوتے
کاش تمہیں دیکھا نہ ہوتا

فیصل طیب۔ احمد پور سیال

غزل

دونوں کو آ سکیں نہ نبھانی محبتیں
اب پڑ رہی ہیں ہم کو بھلانی محبتیں
سب سر سبز فریب ہیں کیا انکا اعتبار
پیار حسین عشق جوانی محبتیں
تھیں کن رفاقتوں کے دیئے واسطے مگر
اس کو نہ یاد آئیں پرانی محبتیں
گزری رتوں کے زخم ہی اب تک بھرے نہیں
پھر اور کیا کسی سے بڑھانی محبتیں
جانے وہ آج کون سے رستے سے آئے گھر
ہر موڑ ہر گلی میں بچھائی محبتیں
یا دل کی حالت کا بیان سب کے سامنے
یا اپنے آپ سے بھی چھپائی محبتیں
نفرت کے واسطے کبھی فرصت نہیں ملی
ہے اپنی مختصر سی کہانی محبتیں

فیصل طیب۔ احمد پور سیال

غزل

چپکے چپکے رو کر دیکھو اشکوں کے منہ دھو کر دیکھو
پیار کرو تو غم ملے گا پیار کے بیج بو کر تو دیکھو
پیار میں ملتے ہیں کیسا کیسا سخت عذاب
تم ایک بار پیار کی شمع کو جلا کر تو دیکھو
خوشیاں ہو جائے گی سب تم سے رخصت ہو کے
تم ایک بار اپنی آنکھوں میں کسی کو سما کر تو دیکھو
نہ ملے گا کنارا تمہیں زندگی میں کبھی بھی
تم ایک بار عشق کے سمندر میں کشتی بڑھا کر تو دیکھو
اٹھ جائیں گا تمہارا یقین عشق محبت سے
تم ایک بار لیاقت کیطرح زخم کھا کر تو دیکھو

لیاقت علی خان۔ اٹک

انتظار

میں نے تیری چاہت میں کچھ پی رکھی ہے
میں بے وفا نہیں ہوں میں نے آج پی رکھی ہے
یہ جو میری آنکھوں پر نشہ سا چھایا ہے
یہ نشہ پیار کا ہے شراب کا نہیں جو پی رکھی ہے
میں سارے غم اس سے ہی مٹا دوں گا آج
تم میرے سامنے مت آنا میں نے کچھ پی رکھی ہے
مجھے کچھ ہوش نہیں تو کون تھی کون ہے
میرے سامنے اس ہی کا سایہ ہے جو پی رکھی ہے
شرابی نہیں ہوں میں میں تو تیرے پیار کا دیوانہ ہوں

اس کو پانے کے بعد ایک کوشش کی ہے کچھ پی رکھی ہے
میخانہ میرے گھر سے بہت دور ہے وہاں کون جائے
آج گھر کو ہی میخانہ بنایا ہے اور ذرا سی پی رکھی ہے
عابد تیرے آنے سے چند مت پہلے ہی یہ بوتل ٹوٹی ہے
ورنہ میں کہاں پینے والا تھا تیرے انتظار میں پی رکھی ہے

عابد علی جعفری۔ کندیاں

غزل

یہاں پر کوئی دل والا نہیں ہے
کسی سے دل مت یہاں پر لگانا
سکون شہر جاں جاتا رہے گا
کبھی دیوار پر درمت لگانا
زمین ہو جائے گی نظروں سے اوجھل
نگاہیں آسماں پر مت لگانا

فرزانہ خان۔ کوٹ ادو

عید مبارک

عید کے دن ہم سب نے مل کر عید کا جشن منایا ہے
پاک وطن کی سوہنی دھرتی کو گل رنگ بنایا ہے
نفرت بیر تعصب کی دیواریں کتنی اونچی ہیں
ان دیواروں کی اینٹوں کو فرش زمین پر لانا ہے
زلزلہ زدگانوں محتاجوں مسکینوں اور لاچاروں کو
عید کی خوشیوں میں شامل کر کے عید منانا ہے
پھولوں کی بارات ہر بستی میں لے کر جائیں گے
ہر پہناوں ہر شہر کے گوشے کو مہکایا گیا
اک دوجے کا ہاتھ پکڑ کر قدم ملا کر چلنا ہے

سبز ہلالی پرچم بستی بستی لہراتا ہے
حرص وہوا کے خول سے نکل کر آؤ آس بستی بستی لہراتا ہے
حرص وہوا کے خوال سے نکل کر آؤ اک ایسی تدبیر کریں
آؤ مل کر عید کریں ایک شیشئ سول تعمیر کریں

محبت خان آفریدی۔ ھدووالی

غزل

بتاتے جاؤ یہ بھی جائے جاتے
میری جان لوٹ کر آؤ گے کب تک
ٹپکتی ہیں میری آنکھوں سے بوندیں
تمہاری یاد کے بادل اسے اب تک
کھلے گا میرے دل کا پھول کب تک
نکل جائیں نہ جب تک جانا اطہر
نہ چھوٹے گا وہ محبوب تب تک

فرزانہ خان۔ کوٹ ادو

غزل

لوٹ کر لے گیا ہے جو چین وہ حسین کتنا بھولا بھالا ہے
اس کی الفت میں ہار کر اسے ہم نے اک لوگ دل میں پالا ہے
وہی یاد اب تک میرے دل میں
بن کے کسک رہ رہی ہے
جیسے تھام کر ہم بے نام راستوں پر چل پڑے
وہ آنکھیں تیری وہ باتیں تیری
گرم سانسیں تیری
بھولے پائے نہیں ہم تو کچھ بھی صنم اپنا
ہے اثاثہ ابھی تک بھی دلبرہ
وہی بلاتا ہے مسکراتا تیرا

تمام کر ہم دل کو سوئے آسماں دیکھائے
کس طرح سے ہوں واجد یہاں ضیاء گلشن کے مزے
ہم اسیران قفس بھی آشیاں دیکھائے

پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی، کراچی

موڈی

یہ کیا کہ جب تمہارا موڈ ہو
میرا نمبر ملاؤ مجھے بولو کہ تم سے بات کرنی ہے
اور مجھ سے پیار چاہو
سنو جاناں
بہت چاہا ہے میں نے تم کو
لیکن
اب میں تھک گئی ہوں
اور آج میں نے خود سے عہد کر ڈالا ہے
مخلص تیرا نہیں
اب میں اپنا موڈ بھی دکھایا کروں گی

عنبرین نذیر، سیاکھ پلانیاں

خوف

جان جاں
کس کے ڈر سے
دوست اگر میں
کبھی یہ کہہ دوں تمہیں
کہ
"نفرت ہے مجھے تم سے"
تو دکھ نہ کرنا
آنسو نہ بہانا
سوگ میں کوئی
ڈوب جانا
بس سمجھ لینا
مجبوری تھی
کمزوری تھی

ریاست علی شیرازی پنڈی ڈیراں

ستارا کے نام

جب اے میرے ہمدم! ہوا
اوڑھ کر دھوپ کی ردا
ان آنکھوں میں اترتی ہوئے
ٹھہرتی ہے لہو بن کر
مجھے وہ یاد آتی ہے
معصوم سی اک بے وفا
جس نے کہا تھا "وہاں سے
میں جلد لوٹ آؤں گی"
راہ تکتی ہیں آنکھیں میری
دور بہت دور تلک
چھا جاتی ہیں پگڈنڈی پر
جو گاؤں سے نکلتی ہے
بڑی سڑک تک جاتی ہے
کشتی کے پاس نہر پہ کپڑے دھونے
جاتی ہے مجھے وہ یاد آتی ہے
معصوم سی اک بے وفا

ریاست علی شیراز، پنڈی گجراں

جب بھی سوچتا ہوں رونے لگتا ہوں
آنسو خود ہی چھپانے لگتا ہوں
جب کسی سے نگاہیں ملتی ہیں
نگاہیں اپنی ہی چرانے لگتا ہوں
جب کسی پہ پنچھی کی طرح اڑتا ہوں
تو پھر گرنے لگتا ہوں

نصیر احمد تبسم

لٹ گئیں سب خواہشیں جب آئے ان کے شہر میں
اپنے پتھر سے لبوں کو کھولنا کیسا لگا
کتنے طویل سلسلے وہم و گماں کے ہیں
تاک ہے دل کا آئینہ غم دو جہاں کے ہیں
آنکھوں کے آئینے میں تیرے دل کا عکس ہے

لوگوں سے اپنا راز کہاں تک چھپاؤں گی
آئینہ ٹوٹا تو کتنے آئینوں میں بٹ گیا
عکس تو تھا ایک ایک کتنے زاویوں میں بٹ گیا
تو عکس ہے تو کبھی میری چشم تر میں آکر
تیرے لیے میں کہاں آئینے تلاش کروں
وہ اپنا عکس بھی آئینوں میں چھوڑ گیا
بچھڑنے والا جو یادیں دلوں میں چھوڑ گیا
تو اشک ہی بن کر میری آنکھوں میں سما جا
میں آئینہ دیکھوں تو تیرا عکس بھی دیکھوں
اسے گنوا کے تو میں خود بچھڑ گیا حارث
وہ ایک شخص تو تھا ہر طرح آئینہ میرا

محمد حارث بازگری۔ کوہلو

لوٹ آؤ.....لوٹ آؤ

پھولوں میں اور کانٹوں میں
صحراؤں دریاؤں میں
گاؤں، شہروں اور بستیوں میں
پہاڑوں میں چٹانوں میں
سمندر میں کوہساروں میں
سرسبز اور شاداب میدانوں میں
اپنوں میں اور اغیاروں میں
تپتی دھوپ میں ریگستانوں میں
جنگلوں کی ہواؤں میں
خلا میں اور......
اور اپنے دل میں بھی تم کو ڈھونڈا
دل میں تم مجھے مل گئے
بہت یاد آتے ہو تم
لوٹ آؤ! لوٹ آؤ

مبشر حسین۔ لاہور

میں نے اس سراپا حسین کو دیکھا بس سٹاپ پر
بس پھر اس کی تصویر چھپ گئی میرے دل ناداں پر
جو تڑپنا بھول گیا میں جب آنکھیں اس سے ملیں
وہ بھی شاید اپنا دل ہار بیٹھی اس خوبصورت منظر پر
تھے اس کے ہونٹ گلابی آنکھیں بادامی اور دلنشیں زلفیں
بڑی مشکل سے رکھا قابو اس دل کے حال پر
جب وہ مسکرائی دلربائی سے میری طرف دیکھ کر
میں بھی مسکرا دیا اس کا حال دل جان کر
بس میں بیٹھ کر بھی ہم ایک دوسرے کو دیکھتے رہے
مگر کمبخت کنڈیکٹر آگیا ہمارے درمیان سب بھی جان کر
پھر اپنے دل کو سنبھال میں نے کیونکہ
یہ دل تھا پہلے ہی کسی پر عاشق ایک دلربا پر
حیرت سے مجھے وہ لڑکی دیکھتی رہ گئی
جب میں بھن کہہ کر اتر گیا اسے اک سٹاپ پر

مبشر حسین۔ لاہور

زندہ رہنے کیلئے کوئی بھی چارہ نہیں ہوگا
تیرے بغیر صنم اب تو گزارا نہیں ہوگا
میرے دل کے ویراں آنگن کو آباد کیا ہے تو نے
تیرے بعد میرے جیون کو کوئی سہارا نہیں ہوگا
تیری ادائیں مجھے دن رات یاد آتی ہیں
پل بھر بھی تیرا بھولنا دل کو گوارہ نہیں ہوگا
تم ہی سے آباد ہے دنیا میرے ارمانوں کی
مر جاؤں گا اگر دامن تمہارا نہیں ہوگا
تجھ سے ملنے کو یہ دل بے قرار رہتا ہے
تیری چاہتوں سے بڑھ کر کنارا نہیں ہوگا
اس سے دل لگا کر دل نے عہد کیا ہے دانش
کہ عشق زندگی میں پھر دوبارہ نہیں ہوگا

احسان دانش۔ راولپنڈی

ہونٹوں پہ محبت کے فسانے نہیں آتے
ساحل پہ سمندر کے خزانے نہیں آتے
وہ خواب جو کسی آنکھوں کی تصویر تھے
وہ جینے کسی کے آنکھوں سے چرائے نہیں جاتے

جی ایم ناز۔ مندر کانھوز

مجھے یہ شعر پسند ہے

پتہ نہیں کیوں تیری وفا پہ اتنا یقین ہے اے ایم
ورنہ حسن والے تو خود سے بھی وفا نہیں کرتے
------------وسیم اکرم۔پانڈ دوال

ہزاروں منزلیں ہوں گی ہزاروں کارواں ہوں گے
نگاہیں ہم کو ڈھونڈیں گی نجانے ہم کہاں ہوں گے
------------اقصد فراز۔منڈی بہاؤالدین۔

جس کو دیکھا پیار میں روتے ہوئے دیکھا ساقی
یہ محبت تو مجھے کسی فقیر کی بددعا لگتی ہے
------------سرفراز۔کٹھ سگھرال خوشاب

پر کاٹ کر اظہار محبت نہیں کرتا
اڑتے ہیں تو اڑ جائیں کبوتر میری چھت سے
------------سرفراز۔خوشاب

کیسے کرو گے تم میری چاہت کا اندازہ
میرے پیار کا سمندر تیری سوچ سے گہرا ہے
------------قمر اعجاز گوندل۔گوجرہ

ساری دنیا کے ہیں وہ میرے سوا
میں نے دل کو روگ لگایا جن کیلئے
------------اسحاق انجم۔کنگن پور

تو نے یونہی محسوس کیا ہے ورنہ دل میں کچھ بھی نہ تھا
بس ایک تیری چاہت تھی اور وہ بھی غیر شعوری تھی
------------عثمان ڈکھی کنگن پور

تیرے عشق کی انتہا چاہتا ہوں
میری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں
------------محمد کنول لاہور

آج بازار میں پھول بکتے دیکھے تو قدم رک سے گئے
کسی نے ایک بار کہا تھا محبت پھول جیسی ہوتی ہے

------------محمد سرفراز۔کٹھ سگھرال

ملنے کی طرح وہ مجھ سے پل بھر نہیں ملتا
دل اس سے مل گیا جس سے مقدر نہیں ملتا
------------نثار احمد ھوتکی

ہر مسکرانے والے کو خوش نصیب نہ سمجھو ساگر
کچھ لوگ مسکراتے ہیں غم چھپانے کے لیے
------------محمد وقاص ساگر۔فیروزہ

روز مرہ کا کھیل ہے ان کے لیے
ایک دو باتوں سے دوچار کو اپنا کرنا
------------محمد رضوان آکاش۔سلانوالی۔

ہم نے چاہا تم کو تم نے چاہا کسی اور کو
خدا کرے جسے تم چاہو وہ چاہے کسی اور کو
------------محمد ندیم عباس میوالی۔چوکی

دل غریبوں کا توڑنے کو تو لوگوں نے ہنر سمجھ لیا ہے
اگر خود کا کوئی توڑے دل تو تکلیف ہوتی
------------غلام عباس ساغر۔لنگرائے

میرے وعدوں کو اس نے مذاق سمجھا
میرے پیار کو اس نے جذبات سمجھا
گزری جب اس کی گلی سے لاش میری
اس پتھر دل نے اسی کو بھی بارات سمجھا
------------غلام عباس ساغر لنگرائے

وہ جو ہاتھوں کی لکیروں پہ فقط کرتے تھے ناز اتنا
پیا آج وہ ہی ہاتھ اٹھا کر ان کے لوٹ آنے کی دعا
مانگ رہے ہیں
------------ذیشان پیا۔سمندری

تیرا احترام کرنے کو جی چاہتا ہے

مگر تیری دید میں آنکھیں جھکا نہیں سکتا
ایک طرف میری محبت ہے سجاد
خود کو سزا سے بچا نہیں سکتا
-------------سجاد علی دہم تھل

اگر ہوتی خون کے رشتوں میں وفا اے دوست
تو یوں نہ بکتا یوسف مصر کے بازاروں میں
-------------ثوبیہ حسین۔کہوٹہ

رکھا جب سجدے میں سر تو احساس ہوا
کہ دلوں میں خدا کو بسایا نہیں سجدے میں کس کی تلاش ہے
-------------تنزیلہ حنیف۔تلہ جوگیاں

محبوب میرے محبوب میرے تو ہے تو دنیا کتنی حسین
جو تو نہیں تو کچھ بھی نہیں ہے
-------------محمد طفیل طوفی۔الکویت

مت بہاؤ آنسو بے قدروں کیلئے
جو لوگ قدر کرتے ہیں وہ رونے نہیں دیتے
-------------مرزا عامر نوید۔منڈی بہاؤالدین

اسی کا شہر وہی مدعی وہ منصف
ہمیں یقین تھا قصور ہمارا ہی نکلے گا
-------------تنزیلہ حنیف۔تلہ جوگیاں

یوں تیری چاہتیں سنبھال رکھی ہیں
جیسے عیدی ہو میرے بچپن کی
-------------صدا حسین صدا کیلا سکے

دل کی دھڑکن تو فقط ہوش کا تقاضا ہے
یہ دنیا تو سانس لینے کی اجازت نہیں دیتی
-------------رانا بابر علی ناز لاہور

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے
-------------پرنس عبدالرحمن گجر۔نین رانجھا

ساری زندگی تنہائیوں کی نظر ہوگئی
تمام عمر غموں میں بسر ہوگئی
کیا دیا ہمیں اس زندگی نے
خوشیاں ملی تو دکھوں کو خبر ہوگئی

-------------عابدہ رانی۔گوجرانوالہ

لذت گناہ کی خاطر باردی تھی جس نے جنت بادی
میری رگوں میں بھی اس آدم کا خون ہے
-------------مریز بشیر گوندل گوجرہ

اس نے سمجھا ہی نہیں نہ سمجھنا چاہا
میں چاہتا بھی کیا تھا اس سے اسکے سوا
-------------تنزیلہ حنیف تلہ جوگیاں

کسی کے چلے جانے سے کوئی مر نہیں جاتا
بس زندگی کے انداز بدل جاتے ہیں
-------------قمر اعجاز گوندل گوجرہ

میں سجدوں میں تیری عافیت کی دعا مانگوں گا
سنا ہے خدا بیوفاؤں کو معاف نہیں کرتا
-------------غلام فرید جاوید۔حجرہ شاہ مقیم۔

ہوتی ہوگی میرے بوسے کی طلب میں پاگل آکاش
جب بھی زلفوں میں کوئی پھول سجالی ہو گی
-------------رائے اطہر مسعود آکاش

اس پھول نے ہی ہمیں زخمی کردیا
جسے ہم پانی کی جگہ خون دل پلاتے رہے
-------------رانا نذر عباس۔منڈی بہاؤالدین

زندگی ایک قصہ ہے مگر عاشقی در بدر نہیں ہوتی
ہم فقیروں سے کرلو دوستی سکھا دیں گے تم کو بادشاہی
-------------محسن علی۔ساہیوال

ہمیں ان سے وفا کی امید ہے غالب
جو یہ بھی نہیں جانتے وفا کیا ہے
-------------حماد ظفر بادی۔منڈی بہاؤالدین

نہ دیکھ ظالم نگاہ سے ہم کو
ہم پہلے بھی شکار ہو چکے ہیں کسی ظالم شکاری سے
-------------نبی شیر رحمان۔سردار گڑھ

یہ نہ سوچنا کہ تم چھوڑ دوگی تو ہم مر جائیں گے ندیم
وہ بھی جی رہے ہیں جن کو ہم نے تیری خاطر چھوڑا تھا
-------------شاہد ندیم۔ڈاہرانوالہ

دل میں کتنے زخم ہیں کسی کو کیا پتہ

ہم مسکرا کے جیتے ہیں رولانے والوں کے سامنے
---------------محمد عرفان۔پانڈو وال

مانا کہ محبت کا روگ برا ہے ندیم
اس کے سوا بھی ہزاروں غم ہیں اس جہاں میں
---------------ندیم عباس ڈھکو۔ساہیوال

تجھ کو پانے کی تمنا تو مٹادی ہم نے
دل سے لیکن تیرے دیدار کی حسرت نہ گئی۔
---------------فنکار شیر زمان پشاوری

بہت سوچا بہت سمجھا بہت دیر تک پرکھا
تنہا ہو کہ جی لینا محبت کرنے سے بہتر ہے
---------------تنزیلہ حنیف۔نلہ بوگیاں

دل میں ہوتے ہم تو بھلا نہ پاتے وہ
ذہن سے اکثر باتیں نکل ہی جاتی ہیں
---------------تنزیلہ حنیف۔نلہ جوگیاں

کس وقت تجھے پیار کی سوجھی
لپٹ گئے ہو جنازہ بھی نہیں اٹھانے دیتی
---------------لقمان حسن۔ڈیرہ اسماعیل خان

بہت رویا وہ جب احساس ہوا اسے اپنی غلطی کا
چپ کروادیتے ہم اگر چہرے پہ ہمارے کفن نہ ہوتا
---------------لقمان حسن۔ڈیرہ اسماعیل خان

دل جب غم سے بھر جائے کوئی اپنا بچھڑ جائے
تو دل کیسے ٹوٹتا ہے اسی لیے مجھے روٹھنے نہ دینا
---------------رابعہ ارشد۔ڈھوک سہارن

تیری آنکھ سے دل تک کا سفر کرنا ہو گا
مجھ کو پرکشش خوبصورت منزلوں کا سفر کرنا ہو گا
اگر تم روٹھ جاؤ تو ہماری جان نکل جائے
مگر یہ خود ہی سوچو تم میں اتنا حوصلہ ہو گا
---------------عائشہ رحمن۔کبیر وال

میں شجر تھا شجر ہی رہا
وہ بدلتے رہے موسموں کی طرح
---------------محمد اسحاق انجم۔کنگن پور

محبت سوز ہوتی ہے محبت ساز ہوتی ہے
محبت دو دلوں کا حقیقی راز ہوتی ہے
---------------محسن عزیز حلیم۔کوٹھ کاراں

اپنی رحمت کے خزانوں سے عطا کر مالک
خواب اوقات میں رہ کر نہیں دیکھے جاتے
---------------رابعہ ارشد۔ڈھوک سہارن

روٹھ جانے کی ادا ہم کو بھی آتی ہے
کاش کوئی ہوتا ہم کو بھی منانے والا
---------------عبادت علی۔ڈی آئی خان

لکھا تو تھا کہ خوش ہوں دوستوں کے بغیر
آنسو مگر قلم سے پہلے ہی گر گیا
---------------عبادت علی۔ڈی آئی خان

محبت کے اندھیروں میں پتھر بھی پگھل جاتے ہیں
غیروں سے کیا گلہ اپنے بھی بدل جاتے ہیں
---------------افنان محمود۔رکن سٹی

تیرے بغیر نہ گزرے گی عمر اے دوست
میں کیا کروں گا زمانے کی دوستی لے کر
---------------افنان محمود۔رکن سٹی

تو نے دیکھا ہے کبھی صحرا میں جھلستا ہوا پیڑ
ایسے جیتے ہیں وفاؤں کو نبھانے والے
تو کبھی دیکھنا ان کی صبحوں کو عاشق کتنا روتے ہیں
اوروں کو ہنسانے والے
---------------عائشہ رحمن۔کبیر والا

گرم گرم روٹی توڑی نہیں جاتی
دوستی پھول ہوتی ہے چھوڑی نہیں جاتی
---------------افنان محمود۔رکن سٹی

اللہ سے ابتداء کی خدا پہ انتہا
اے محمد ﷺ آپ کا وسیلہ میرے کام آ گیا
---------------عطاءاللہ شاد۔جڑانوالہ

اس کی یادوں نے شام تنہائی میں اس طرح گھیرا مجھ کو
راستے تو پہلے بھی ویران تھے اب اندھیرے بھی ہیں
---------------رئیس ارشد۔خان بیلہ

اپنی چاہت کی کرنوں سے میرے دل میں اجالا کر دو

اس کڑی دھوپ میں مجھ پر اپنی زلفوں کا سایہ کر دو
سید عارف شاہ۔ جہلم

کیا بات ہے جو کھوئے کھوئے سے رہتے ہو اسد
کہیں لفظ محبت سے محبت تو نہیں کر بیٹھے
اسد اشرف۔ گوجرہ تحصیل

وہ کہتا ہے میں تیرے جسم کا سایہ ہوں الیس
اس لیے شاید اندھیروں میں ساتھ چھوڑ گیا
رئیس ساجد۔ خان بیلہ

چہرہ چادر میں چھپا کر شب بھر جاگتی رہتی ہے
وہ کس کو یاد کرلی ہے سخت نیند کا بہانہ کر کے
رابعہ ارشد۔ ڈھوک سہارن

اپنوں کی چاہتوں نے دیئے اس قدر فریب
لپٹ کر روتے رہے ہر اجنبی کے ساتھ
رابعہ ارشد۔ ڈھوک سہارن

کوئی گلہ نہیں تیرے بدل جانے کا
اجڑے چمن کو تو پرندے بھی چھوڑ دیتے ہیں
رابعہ ارشد۔ ڈھوک سہارن

میری پلکوں کا اب نیند سے کوئی تعلق نہیں رہا
وہ کسی اور کا ہے اسی سوچ میں رات گزر جاتی ہے
رابعہ ارشد۔ ڈھوک سہارن

تجھ کو خبر ہوئی نہ زمانہ سمجھ سکا
ہم چپکے چپکے تجھ پر کئی بار مر گئے
محمد اسحاق انجم۔ کنگن پور

کبھی نہ ٹوٹنے والا حصار بن جاؤں گا
وہ میری ذات میں رہنے کا فیصلہ تو کرے
محمد اسحاق انجم۔ کنگن پور

تمہارے ساتھ رہنا بھی مشکل ہے بہت
اور بن تمہارے بھی ہم رہ نہیں پاتے
محمد اسحاق انجم۔ کنگن پور

کیسے کہہ دوں کہ مجھے چھوڑ دیا ہے اس نے
بات تو سچ ہے مگر بات ہے رسوائی کی
محمد اسحاق انجم۔ کنگن پور

یاد آتے ہو تو کچھ بھی کرنے نہیں دیتے
اچھے لوگوں کی یہ ہی بات بری لگتی ہے
عدنان عاشق پریم۔ گوجر خان

رات پوری جاگ کر گزار دوں تیری خاطر دوست
اک بار تو کہہ کر دیکھ مجھے تیرے بنا نیند نہیں آتی
عدنان عاشق پریم۔ گوجر خان

مت ہو اتنا مخلص کسی کے لیے اس دنیا میں اے پریم
کسی کیلئے جان بھی گنوا دو تو کہتے ہیں زندگی ہی اتنی تھی
عدنان عاشق پریم۔ گوجر خان

زندگی کا یہ رنگ بھی کتنا عجیب ہے
برباد جتنا کیا ہمیں عزیز بھی اتنا ہے
بابر علی سحر۔ سمندری

نجانے کس رہزن صنم کی تلاش میں تھا وہ
کل شب لوٹ لیا جو قافلہ رہبروں نے
بابر علی سحر۔ سمندری

مجھ سے شکوہ تو کوئی نہ ہوا لیکن ابھی ابھی
عمر بھر تڑپائیں گی اسے کچھ یادیں ایسی چھوڑ آیا ہوں
بابر علی سحر۔ سمندری

اس کو بیوفا کہہ کر اپنی ہی نظروں سے گر جاتے ہیں ہم
وہ پیار بھی اپنا تھا وہ پسند بھی ہماری اپنی تھی
پروفیسر شاہد علی شام۔ چیچہ وطنی

ہمیں حسرت تو بہت تھی تجھے پانے کی سحر
بس ایک محبت ہی تھی ظالم جو برباد کر گئی
بابر علی سحر۔ سمندری

پھولوں پہ سونے والے کانٹوں پہ سو رہے ہیں
خاموش رہنے والے بدنام ہو رہے ہیں
محمد رضوان۔ کلوانوالہ

تمہارا ہاتھ میرے ہاتھ سے یوں چھوٹ جائے گا
اگر مجھ کو خبر ہوتی اسے زنجیر کر لیتے
عدیل ارشد عادی۔ بھلوال

وہ بھی ایک دن ہنا دیکھے گزر جائیگا
کچھ سوچ کر ہم بھی اسے آواز نہ دیں گے

- مجھے یہ شعر پسند ہے

----------عبدالمنان۔ اٹک

کبھی نہ کبھی وہ میرے بارے میں سوچے گا تو روئے گا
کہ کوئی خون کا رشتہ بھی نہ تھا پھر بھی وفا کرتا رہا

----------رئیس ساجد کاوش۔ خان بیلہ

کسی کو جنت کی چاہ تو کوئی دل کے غموں سے پریشان
ضرورت سجدہ کرواتی ہے عبادت کون کرتا ہے

----------محمد سجاد زین۔ کوٹ ادو

لٹکائے ہوئے رکھا ہے سولی پہ سب کو
اس عشق سے بڑا کوئی جلاد نہیں دیکھا

----------افضال عباسی۔ راولپنڈی

وفا وہ کھیل نہیں جو چھوٹے دل والے کھیلیں
روح تک کانپ جاتی ہے خفا جب یار ہوتا ہے

----------افضال عباسی۔ راولپنڈی

گلے سے لپٹے ہیں بجلی کے ڈرے
میرے مولا یہ گھٹا دو دن تو برسے

----------غلام نبی نوری۔ کھڈیاں خاص

آؤ اک سجدہ کریں عالم مدہوشی میں
لوگ کہتے ہیں کہ ساغر کو خدا یاد نہیں

----------عامر امتیاز نازی۔ سموٹ

دل گمراہ کو اے کاش یہ پتا چل گیا ہوتا
محبت دل لگی نہیں تب تک جب تک ہو نہیں جاتی

----------اسد شہزاد۔ گوجرہ

لفظوں کو زنجیر میں پروانا بہت مشکل ہے اگر
ہم نے زمانے سے یہ ہنر بھی سیکھ لیا ہے

----------محمد زبیر واصف۔ واہ کینٹ

چہرے اجنبی ہو بھی جائیں تو کوئی بات نہیں ہمدم
رویے اجنبی ہو جائیں تو بہت تکلیف ہوتی ہے

----------عمر دراز آکاش۔ جڑانوالہ

معصوم نظر بھولا مکھڑا چہرے تبسم شوخ ادا
تصور کا یہ عالم ہے وہ حسین مجسم کیا ہو گا

----------مسز زبیر صائم۔ چوک سرور شہید

رات بھر کمرے کا دروازہ اور کھڑکی کھلی رہی
ہوا ان کے آنے کا سندیسہ دیتی رہی

----------بشیر احمد بھٹی۔ بہاولپور

صرف چہرے کی اداسی سے بھر آئے آنکھوں میں آنسو
دل کا عالم تو ابھی اس نے دیکھا ہی نہیں

----------اشتیاق احمد۔ ارزانی پور

چلو ڈھونڈتا ہوں کوئی ایسی وجہ کہ دل بہل جائے
تم بن اگر پھر بھی نہ سنبھل پائے تو کیا لوٹ آؤ گے تم

----------اسد شہزاد۔ گوجرہ

بے نشان منزلوں کے سفر پر نکلو گے تو جانو گے
دلوں کے مسافر رات کو سونا کیوں بھول جاتے ہیں

----------ابرار احمد۔ گگو منڈی

جب جب اسے سوچا ہے دل تھام لیا میں نے
انسان کے ہاتھوں سے انسان پہ کیا گزری

----------آر نیازی۔ گوجرہ

جب لکھتی ہوں تیرا نام تو الجھ جاتی ہوں سانسوں سے
سمجھ نہیں آتی زندگی سانسوں سے یا تیرے نام سے

----------مسز زبیر صائم۔ چوک سرور شہید

بہت عزیز ہیں آنکھیں میری اسے لیکن
وہ جاتے جاتے انہیں پُرنم کر گیا ہے

----------محمد اسحاق انجم۔ کنگن پور

شام ہوتی ہے چراغ بجھا دیتا ہوں
دل ہی کافی ہے تیری یاد میں جلنے کے لیے

----------محمد اسحاق انجم۔ کنگن پور

کاش کے اب کے برس میں کامیاب ہو جاؤں
تجھ کو پانے میں یا تجھ کو کھونے میں

----------محمد اسحاق انجم۔ کنگن پور

کہو ان کالی گھٹاؤں سے جھوم کر آئیں
کسی کے شانوں پہ زلف حسین بکھرتی ہے

----------محمد اسحاق انجم۔ کنگن پور

روز روتے ہوئے وہ کہتی ہے زندگی مجھ سے
صرف اک شخص کی خاطر مجھے برباد نہ کر

----------لقمان حسن۔ ڈیرہ اسماعیل خان

الجھا رہی ہے مجھ کو یہی کشمکش مسلسل
وہ آبسا ہے مجھ میں یا میں اس میں کھو گیا
----------لقمان حسن۔ڈیرہ اسماعیل خان

کفن کی گرہ کھول کے میرا دیدار تو کر لو
بند ہو گئیں وہ آنکھیں جن کو تم رولایا کرتی تھی
----------لقمان حسن۔ڈیرہ اسماعیل خان

مثل شیشہ ہیں ہمیں تھام کے رکھنا ایسے
ہم تیرے ہاتھ سے چھوٹے تو بکھر جائیں گے
----------ساجد انصاری۔جلالپور بھٹیاں

ہم تو پھول کی ان پتیوں کی طرح ہیں ایسے
جنہیں خوشی کی خاطر لوگ قدموں میں بچھا لیتے ہیں
----------ساجد انصاری۔جلالپور بھٹیاں

سوکھے پتوں کی طرح بکھرے ہیں ہم تو ایسے
کسی نے سمیٹا بھی تو جلانے کیلئے
----------ساجد انصاری۔جلالپور بھٹیاں

عارف رفتہ رفتہ تیری آنکھ جس سے لڑی ہے
جس سے لڑی ہے وہ دور رہتی ہے
----------سید عارف شاہ۔جہلم

ٹوٹی قبر پر بال بکھیرے جب کوئی مہ جبین روتی ہے
اکثر مجھے خیال آتا ہے موت کتنی حسین ہوتی ہے
----------سید عارف شاہ۔جہلم

فکر معاش ۔ماتم جاناں اور غم دل
آج سب سے معذرت کہ موسم حسین ہے
----------محمد وقاص احمد حیدری۔سہگل آباد

دل کا روگ تھا نہ یادیں تھیں نہ ہی ہجر تھا
تیرے پیار سے پہلے نیندیں بڑی کمال کی تھیں
----------محمد وقاص احمد حیدری۔سہگل آباد

عطر کی شیشی گلاب کا پھول
جنت کا شہزادہ خدا کا رسول ﷺ
----------افنان محمود۔رکن

تاروں میں چمک پھولوں میں رنگت نہ رہے گی
ارے کچھ بھی نہ رہے اگر محمد ﷺ کا میلاد نہ رہے گا
----------افنان محمود۔رکن

ادھر آستم گر ہنر آزمائیں
تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں
----------محمد علی چھترو۔آزاد کشمیر

آج کیوں کوئی شکوہ یا شکایت نہیں مجھ سے
تیرے پاس تو لفظوں کی جاگیر ہوا کرتی تھی
----------محمد علی چھترو۔آزاد کشمیر

کن لفظوں میں بیان کروں اپنے دل درد کو علی
سننے والے تو بہت ہیں سمجھنے والا کوئی نہیں
----------محمد علی چھترو۔آزاد کشمیر

ہم جیسے برباد دلوں کا جینا کیا مرنا کیا
آج تیرے دل سے نکلے ہیں کل دنیا سے نکل جائیں
----------محمد علی چھترو۔آزاد کشمیر

یہ شرط محبت بھی عجیب ہے وصی
میں پورا اتروں تو وہ معیار بدل دیتے ہیں
----------وقاص اینڈ شہزاد۔نوجرہ

آنکھوں میں حیا ہو تو پردہ دل کا ہی کافی ہے رلیبہ
نہیں تو نقابوں سے بھی ہوتے ہیں اشارے محبت کے
----------رلیبہ کامران راجو۔کسووال

اجالے اپنی یادوں کے ہمارے پاس رہنے دو
نجانے کس گلی میں زندگی کی شام ہو جائے
----------رخسار احمد۔کوٹھا صوابی

کبھی نہ ٹوٹنے والا حصار بن جاؤں
تو میری ذات میں رہنے کا فیصلہ تو کر
----------سنبل خان۔کوٹھا صوابی

خوش رہنا بھی چاہوں تو رہ نہیں سکتا
کیونکہ غموں نے میرے گھر کا راستہ دیکھ لیا ہے
----------محمد عدنان۔بہاولنگر

میں کیا خود سے اسے پکاروں کہ لوٹ آؤ
کیا اسے خبر نہیں کہ میرا دل نہیں لگتا اس کے بغیر
----------نسیم۔سنگھن پور

ہر روز ہم اداس ہوتے ہیں اور شام گزر جاتی ہے

اک روز شام اداس ہوگی اور ہم گزر جائیں گے

--------------- اختر علی ۔ صوابی

میں نے پوجا ہے تجھے تیری عبادت کی ہے
تجھ کو چاہا ہے صنم تم سے محبت کی ہے

--------------- عبادت علی ۔ ڈی آئی خان

تو اشک بن کر میری آنکھوں میں سما جا
میں آئینہ دیکھوں تو تیرا عکس بھی دیکھوں
جو نیازی رہے خواب میں آنے سے بھی خائف
آئینہ دل میں اسے موجود ہی دیکھوں

--------------- اسد شہزاد ۔ گوجرہ

آنکھوں کی طرح راز ہے کھلتا بھی نہیں
وہ سیلاب بھی بن جاتا ہے دریا بھی نہیں
اس شخص کے پہلو میں سکوں کتنا ہے
جب کہ گرجا میں مندر نہیں کعبہ بھی نہیں وہ

--------------- عائشہ حسن ۔ کبیر والا

تیرے حسن کا روپ چھا گیا پھولوں کی خوشبو میں
مت چھپا اپنا چاند سا چہرہ اپنی کالی زلفوں میں

--------------- سید عارف شاہ ۔ جہلم

زندگی کے حسین سفر میں انسان بدل جاتے ہیں
ساتھی دامن چھڑا کے ہمیں دور نکل جاتے ہیں

--------------- محسن عزیز حلیم ۔ کوٹھہ کلاں

کون کہتا ہے تیری چاہت سے بے خبر ہوں
بستر کی ہر شکن سے پوچھو کیسے گزرتی ہے رات

--------------- محسن عزیز حلیم ۔ کوٹھہ کلاں

مت بہاؤ آنسو بے قدروں کیلئے
جو لوگ قدر کرتے ہیں وہ رونے نہیں دیتے

--------------- مرزا عامر نوید ۔ منڈی بہاؤالدین

اسی کا شہر وہی مدعی وہ منصف
ہمیں یقین تھا قصور ہمارا ہی نکلے گا

--------------- تنزیلہ حنیف ۔ ٹلہ جوگیاں

یوں تیری چاہتیں سنبھال رکھی ہیں
جیسے عیدی ہو میرے بچپن کی

--------------- صدا حسین صدا ۔ کیالا سکے

دل کی دھڑکن تو فقط ہوش کا تقاضا ہے
یہ دنیا تو سانس لینے کی اجازت نہیں دیتی

--------------- رانا بابر علی ناز ۔ لاہور

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

--------------- پرنس عبدالرحمن گجر ۔ مین رانجھا

ساری زندگی تنہائیوں کی نظر ہوگئی
تمام عمر غموں میں بسر ہوگئی
کیا دیا ہمیں اس زندگی نے
خوشیاں ملی تو دکھوں کو خبر ہوگئی

--------------- عابدہ رانی ۔ گوجرانوالہ

لذت گناہ کی خاطر ہار دی تھی جس نے جنت ہاری
میری رگوں میں بھی اس آدم کا خون ہے

--------------- مریز بشیر گوندل گوجرہ

اس نے سمجھا ہی نہیں نہ سمجھنا چاہا
میں چاہتا بھی کیا تھا اس سے اسکے سوا

--------------- تنزیلہ حنیف ٹلہ جوگیاں

کسی کے چلے جانے سے کوئی مر نہیں جاتا
بس زندگی کے انداز بدل جاتے ہیں

--------------- قمر اعجاز گوندل گوجرہ

میں سجدوں میں تیری عافیت کی دعا مانگوں گا
سنا ہے خدا بے وفاؤں کو معاف نہیں کرتا

--------------- غلام فرید جاوید ۔ حجرہ شاہ مقیم

ہوتی ہوگی میرے بوسے کی طلب میں پاگل آکاش
جب بھی زلفوں میں کوئی پھول سجاتی ہوگی

--------------- رائے اطہر مسعود آکاش

میرے وعدوں کو اس نے مذاق سمجھا
میرے پیار کو اس نے جذبات سمجھا
گزری جب اس کی گلی سے لاش میری
اس پتھر دل نے اسی کو بھی بارات سمجھا

--------------- غلام عباس ساغر لنگرائے

اپنے پیاروں کے نام شعر

ندیم عباس ڈھکو کے نام

تیری وفا کو ہم نے بھلایا کب تھا
درد جدائی کا دل سے مٹایا کب تھا
لگا کر بھول جانا تیری عادت تھی
ہم نے تیرے سوا کسی اور کو دوست بنایا کب تھا
محمد وقاص ساگر۔ فیروزہ

صدا حسین صدا کے نام

رابطے ضروری ہیں اگر رشتے بچانے ہیں
لگا کر بھول جانے سے یہ پودے سوکھ جاتے ہیں
ایس ناز آزاد کشمیر

سب کے نام

زندگی میں اتنی غلطیاں نہ کرو
کہ پنسل سے پہلے ربڑ ختم ہو جائے
تنزیلہ حنیف۔ نلہ جوگیاں

غلام عباس ساغر کے نام

اے ذرا میری ایک امانت رکھنا
اگر میں مر گیا تو میرے دوست کو سلامت رکھنا
سہیل جبار سر سرائے

کائنات کے نام

چلو دیکھتے ہیں خود کو برباد کر کے بھی
کہ بربادیوں میں کون ہمارا بنتا ہے
بنا پھل کے درختوں کو کاٹ دیا جاتا ہے
کسی بے سہارا کا یہاں سہارا کون بنتا ہے
خلیل احمد ملک۔ شیدانی شریف

قارئین کے نام

زندگی میں جو چاہو حاصل کرلو مگر
اتنا خیال رکھنا کہ آپ کی منزل کا راستہ کبھی
لوگوں کو توڑتا ہوا نہ گزرے
وقار یونس ساگر۔ چیچہ وطنی

ایس کراچی کے نام

تم کو جان سے پیارا بنالیا
دل کو سکون آنکھوں کا تارا بنالیا
اب تم ساتھ دو یا نہ دو تمہاری مرضی
ہم نے تمہیں زندگی کا سہارا بنالیا
غلام عباس ساغر۔ جمیل آباد

سلمان سندھو کے نام

پھول درخشندہ تو ہے دیکھنے میں مگر
سلمان بہت دکھ ہوا اسے برگ گل کی جدائی کا
ذیشان علی سمندری

فاطمہ طفیل طوفی کے نام

خدا سے سب کچھ مانگ لیا تجھ کو مانگ کر
اب اٹھتے نہیں ہاتھ اس دعا کی بعد
حکیم طفیل طوفی۔ الکویت

جمشید پشاوری کے نام

تجھ کو پانے کی تمنا مٹادی ہم نے
دل سے لیکن تیرے دیدار کی حسرت نہ گئی
فنکار شیر زمان پشاوری

کسی اپنے کے نام

لفظوں کی بناوٹ ہم کو نہیں آتی
کثرت سے یاد آتے ہو سیدھی سی بات ہے
تنزیلہ حنیف۔ ملہ جوگیاں

اشفاق بٹ کے نام

زہر سے زیادہ خطرناک ہے یہ محبت
کہ اس میں انسان مر مر کے جیتا ہے
رانا بابر علی ناز۔ لاہور

صدا حسین صدا کے نام

وہ جو روٹھا ہوا ہے مدت سے
کاش وہ آن ملے عید کے دن
عمران شہزاد لاہور

ایس کے نام

یہ ٹھیک ہے نہیں مرتا کوئی جدائی میں
خدا کسی کو مگر کسی سے جدا نہ کرے
پرنس عبدالرحمن۔ نین رانجھا

کسی اپنے کے نام

بے چین رہی ہے ہردم میری نظر
ڈھونڈتی ہے تجھے ہر جگہ ادھر ادھر
نظر آئے تھے ہرگھڑی تو ہی تو
دیکھتی ہوں میں جدھر بھی جدھر
عابدہ رانی۔ گوجرانوالہ

دوست کے نام

ہجر لازم ہے تو پھر وصل کا وعدہ کیا
یہ خزاں رت ہے بہاروں کا لبادہ کیا
زخم دے کر نہ تم درد کی شدت پوچھو
درد تو درد ہے کم کیا زیادہ کیا
آمنہ شہزادی۔ جہانیاں

حماد ظفر کے نام

خدا نہ کرے آپ کو غم ملے
ہنسی خوشی آپ کو ہردم ملے
جب بھی آئے کوئی بھی غم آپ کی طرف
دعا ہے کہ اس کو راستے میں ہم ملیں
ثمرہ اعجاز مریز بشیر۔ ملکوال

سویٹ اے کے نام

نہ میری دعا نے سفر کیا
میرے آنسوؤں نے اثر کیا
تجھے مانگ کے تھک گئے
میرے ہونٹ بھی میرے ہاتھ بھی
رائے اطہر مسعود کاش

ایس کے نام

بھلا دوں گا تمہیں بھی ذرا صبر کرو
رگ رگ میں بسے ہو کچھ وقت تو لگے گا
رانا نذر عباس۔ منڈی بہاؤالدین

مجید کے نام

بعد مرنے کے بھی اس نے نہ چھوڑا دل جلانا محسن
اور ساتھ والی قبر پہ پھول پھینک جاتا ہے
محسن علی طاب ساہیوال

حماد ظفر ہادی کے نام

رابطے ضروری نہیں اگر تعلق رکھنے ہوں ہادی
لگا کر بھول جانے سے پودے سوکھ جاتے ہیں
رانا ندر عباس

احسن ریاض پریمی کے نام

دلوں سے کھیلنے کا فن ہمیں بھی آتا ہے احسن
مگر جس کھیل میں کھلونا ٹوٹ جائے وہ مجھے اچھا نہیں لگتا
حماد ظفر بادی۔ گوجرہ

سب دوستوں کے نام

زندگی میں بھی اتنا یار کی مت بننا
کہ کوئی پھول سمجھ کر توڑ لے
اور نہ ہی اتنا سخت بننا
کہ کوئی کانٹا سمجھ کر چھوڑ دے
ندیم عباس ڈھکو۔ ساہیوال

مہوش اور کنزا آپی کے نام

تم بالکل زندگی جیسی ہو مہوش
خوبصورت بھی ہو اور بے وفا بھی
غلام فرید جاوید۔ حجرہ شاہ مقیم

ایم کے نام

نہ ہم رہے دل لگانے کے قابل
نہ دل رہا غم اٹھانے کے قابل
تیری یادوں نے دیئے ہیں اتنے زخم
چھوڑا نہ مسکرانے کے قابل
وسیم اکرم پانڈو وال بالا

آپی کے نام

مجھ سے نہ پوچھ میری محبت کی کہانی اے دوست
مرنے والے سے مرنے کی وجہ نہیں پوچھی جاتی
محمد عرفان۔ پانڈو وال بالا

محمد سرفراز ساقی کے نام

فریاد کر رہی ہیں تو بختی ہو گی
دیکھے ہوئے بہت دن گزر گئے
محمد سرفراز۔ گوندل۔ گڑھ شہزال

محمد فیاض گوندل کے نام

اب کیا ہوا کہ تجھے مجھ سے محبت نہیں رہی
تیری طلب میں وہ پہلی سی حدت نہیں رہی
تو تیری اداؤں کا موسم بدل گیا
یا اب تجھے میری ضرورت نہیں رہی
محمد سرفراز گوندل

کنول کے نام

دل نے آنکھوں سے کی آنکھوں نے ان سے کہہ دی
بات چل نکلی ہے اب کہاں تک پہنچے دیکھیں
عثمان گلشن پور

طیب عثمان کے نام

چاند بھی میری طرح حسن کا شناسا نکلا
اس کی دیوار پہ حیران کھڑا ہے کب سے
طیب کنول لاہور

صبا گھر کے نام

سالوں کے بعد رابطہ کرنا اچھی بات نہیں ہے
پاس ہو کر بھی اتنے دور ہو
نثار احمد سنگھو

رانا عرفان کے نام

دل میں تعبیریں تھیں اپنی آنکھوں میں مانگنے کے
خواب
خود کو ہی دھوکہ دیا

خود سے شرارت کی تھی کیا کریں رنگ پرانے دل کو لگ گئے

محمد رضوان آکاش۔ سلانوالی

عثمان۔ گلشن پور

آر کیو آر کے نام

وہ تجھے یاد کیوں نہیں کرتا
تو اسے بھول کیوں نہیں جاتا

مریز بشیر گوندل گوجرہ

حفظہ نور کے نام

رابطہ ضروری ہے اگر رشتے بچانے ہیں
لگا کر بھول جانے سے تو پودے بھی سوکھ جاتے ہیں

تنزیلہ حنیف۔

محمد طالب حسین کے نام

تم تو رہ لو گے ساتھ کسی اور کے مگر
میں کیا کروں کہ مجھے رت بدلنا نہیں آتا

محمد ندیم عباس میوانی چونکی

صدف شہزاد کے نام

خدا نہ کرے آپ کو غم ملے
ہنسی خوشی آپ کو ہردم ملے
جب بھی آئے کوئی بھی غم آپ کی طرف
دعا ہے کہ اس کو راستے میں ہم ملیں

اشرف زخمی دل۔ ننکانہ

موئل خان کے نام

بکھر رہی ہے میری ذات اسے کہنا
ملے تو میری یہ بات اسے کہنا
اسے کہنا کہ بن اس کے دن نہیں کٹتے
سسک سسک کے کٹتی ہے میری ہر رات اسے کہنا

خلیل احمد ملک۔ شیدانی شریف

کشور کرن کے نام

تمہارے پاس رہنے کے لیے جگہ نہیں ہے کیا کرن
جو ہر رات میری آنکھوں میں اتر آتی ہو

نرگس ناز سکھر

صرف ایس کے نام

تمہارے پاس رہنے کے لیے جگہ نہیں کیا ایس
جو ہر رات میری آنکھوں میں اتر آتے ہو

محمد سرفراز گوندل

جان کے نام

تیرے بنا وقت نہیں گزرتا
آجا کہ ہم ایک ہوجائیں

ریاض احمد۔ لاہور

محمد فیاض گوندل کے نام

وہ اور ہیں جو تیری ذات سے غرض رکھتے ہیں ایف
ہم جب بھی ملیں گے بے مطلب ملیں گے

محمد سرفراز ساقی گوندل۔

این شہزادی کے نام

اپنے آنچل پہ ستاروں سے میرا نام نہ لکھو
جیسا ہمسفر ہوں تیرا اپنی آنکھوں میں بسا لے مجھ کو

محمد محسن ساغر۔ عارفوالا

طیب کنول لاہور کے نام

روکتے روکتے آنکھ چھلک اٹھتی ہے

اخلاق چاچا کے نام

دل کرتا ہے ہر پتھر پہ لکھو آئی مس یو

اور وہ سارے پتھر ماروں آپ کو
تاکہ آپ کو یہ احساس ہو جائے
کہ آپ کی یاد کتنا درد دیتی ہے
باباجان۔کراچی

اپنی جان کے نام

کوئی الزام لگا کر تو سزا دی ہوتی
پھر میری لاش سرعام جلا دی ہوتی
اتنی نفرت تھی تو پیار سے دیکھا کیوں تھا
مجھے پہلے ہی میری اوقات بتا دی ہوتی
افضال احمد عباسی۔راولپنڈی

تمام مسلمانوں کے نام

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات
شفیق اقبال۔کرک

این کے نام

میرے فراق کے لمحے شمار کرتے ہوئے
لکھ چلے ہیں تیرا انتظار کرتے ہوئے
تمہیں خبر ہی نہیں ہے کہ کوئی لوٹ گیا
محبتوں کو بہت پائیدار کرتے ہوئے
عامر امتیاز باری۔کلر سیداں

طارق علی شاہ کے نام

فرصت ملے تو پوچھ کبھی ان کا حال بھی
جو لوگ جی رہے ہیں تیرے پیار کے بغیر
اے۔کراچی

محمد یوسف کے نام

یہ کون سی منزل ہے یہ کون سا مقام ہے
آنکھوں میں کوئی چہرہ ہونٹوں پر کوئی نام ہے

نور احمد۔ملتان

اپنی جان کے نام

وہ رات درد اور ستم کی رات ہوگی
جس رات رخصت ان کی بارات ہوگی
اٹھ جاتے ہیں یہ سوچ کر ہم نیند سے اکثر
اک غیر کی بانہوں میں میری ساری کائنات ہوگی
سراج خان۔کرک

مسز تانیہ افضال کے نام

دوست تو رخصت ہو جاتے ہیں
یہ دوستی کے پل ہمیشہ یاد آتے ہیں
بھول جانا تو انسان کی فطرت ہے
کچھ دوست یادوں میں بس جاتے ہیں
فیض اللہ مجاور۔دربار سخی سرور

اسد شہزاد کے نام

عشق نہیں آساں بس اتنا سمجھ لیجئے
اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے
رابعہ ارشد۔منڈی بہاؤالدین

کسی اپنے کے نام

اگر جدائی کی خبر ہوتی تیرے پیارے پہلے
میں مرنے کی دعا کرتا تیرے دیدار سے پہلے
محسن عزیز حکیم۔کوٹھ کلاں

کسی اپنے کے نام

شکوہ کریں تو کس سے بے وفائی کا
ٹھوکر لگی اپنوں سے غیروں سے گلہ کیا کریں
محمد اسحاق انجم۔کنگن پور

آپ کے خطوط

تمام قارئین کو اسلام میں بھی آہستہ آہستہ خوفناک میں داخل ہورہی ہوں اور ڈر بھی لگتا ہے کوئی جن یا چڑیل مجھے اپنے جادو سے کوئی اور چیز ہی نہ بنا دیں خیر میں بھی چڑیل سے کم نہیں ہوں وہ مجھ سے معافی نہ مانگے تو کہنا لیکن ایک بات ہے میں نے ریاض احمد کی کہانیاں پڑھ پڑھ کے ڈرنا چھوڑ دیا ہے ڈروں بھی کیوں موت تو ایک دن ہی آنی ہے اگر کسی چڑیل نے مجھے زیادہ تنگ کیا تو میں بھی اپنے ابو کے ابو کی چڑیلیں بلا لوں گی وہ بہت ہی زیادہ ہیں جو بچپن میں ہماری دوست تھیں مگر اب بھی کبھا آتی ہیں آپ یہ جان کر حیران ہونگے کہ یہ کیا کہہ رہی ہے مگر میں سچ کہہ رہی ہوں اور وہ ہمارے گھروں کی رکھوالی بھی کرتی ہیں انہوں نے آج تک کسی کو کوئی بھی تکلیف نہیں پہنچائی بس جس کو جی چاہا تھوڑا تنگ کیا اور چلی گئیں خیر میں ان ساری چڑیلوں سے مقابلہ کرنے کو تیار ہوں لو آگئی ہوں خوفناک میں اگر ہمت ہے تو نکال کر دکھاؤ میں نے بھی پیچھے ہٹنا نہیں سیکھا جو ایک بار کہہ دوں وہ کر کے رہتی ہوں چاہے کچھ بھی ہو اور ہاں میں نے اس بار خوفناک نہیں لیا اس لیے میں کسی کی کہانی کی کیا تعریف کروں اگر کچھ غلط کہہ دیا تو آپ بہن بھائی ناراض ہو جائیں گے پہلے ہی بہت بہن بھائی خوفناک سے منہ موڑ گئے ہیں لیکن ان سے گزارش ہے کہ وہ واپس آجائیں اور ہمارا مان رکھ لیں ہر خط میں یہی کہتی ہوں جو چھوڑ گئے ہیں واپس آجائیں جتنا کرایا لگے گا ریاض صاحب دیں گے کیوں کہ ہم سب ان کی بزم میں ہی تو جمع ہوں گے اور پھر وہ بے شک ہمیں پانی کا نہ پوچھیں مسکرا کر ویلکم کہہ دیں ہم نے کرایہ بھی معاف کیا کیوں جی اگر برا لگے تو سوری باقی چوکی والے میواتی گروپ بہن بھائیوں کو بھی سلام اور ان کا شکریہ جو یاد کیا مگر میواتی میں نہیں خیر اللہ سب کو لکھنے اور خوش رہنے کی توفیق عطا فرمائے آمین آخر میں تمام سٹاف کو سلام خدا اس نگری کو ہمیشہ قائم رکھے۔

.... کشور کرن چوکی

اسلام علیکم ۔ امید ہے خوفناک ڈائجسٹ کے سٹاف قارئین خیریت سے ہوں گے خوفناک کا دو سال سے خاموش قاری ہوں اس بار کچھ تحریریں ارسال کیں ہیں امید ہے کہ خوفناک کے سٹاف کو پسند آئیں گی اور امید ہے کہ خوفناک والے میری تحریروں کو ضرور جگہ دیں گے خوفناک ایک معیاری رسالہ ہے اور اس میں سب تحریریں مزے کی ہوتی ہیں لیکن ٹائٹل پر بڑا تصویر والا رواج ختم کر دیں اس کے بجائے خوفناک اور بدصورت سی تصویر شائع کیا کریں تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس کو خریدیں اور اس میں لکھیں امید ہے سٹاف والے میری باتوں کو سمجھ گئے ہونگے اب اگر میری کہانی خوفناک میں شائع ہوتی ہے تو میں ایک اور قسط وار کہانی لکھونگا اب اجازت دیں اللہ حافظ...

.... کاشف عبید کاوش ۔ بدھ موڑی بگرام

اسلام علیکم ۔ مئی کا شمارہ ملا اس وقت ہمارے ہاتھوں میں ہے مگر ہمارے پاس بھی پڑھنے کے لیے ٹائم نہیں

ہے کیوں کہ اگیزام جو منہ کھولے دوڑے چلے آ رہے ہیں پھر بھی زبردستی کی سٹوریاں پڑھ لیتے ہیں جن میں سے ایک ،مردود جادوگر ،دوسری شیطانی دیوتا جو کہ بہت ہی پسند آئی انکل ریاض صاحب لگتا ہے دوسرے کو کہتے کہتے اپنی سٹوری لکھنا بھول ہی گئے ہیں شاید ہو سکتا ہے وہ دوسرے رائٹر کو جگہ دے رہے ہوں ہم تو اچھا گمان ہی کرتے ہیں ،بھائی خالد شاہان از گریٹ لگتا ہے آپ کی بات بھی سن لی آسیبی جال لگتا ہے سب کو ہی جال میں پھنسا رہی ہے یہاں تک کہ انکل ریاض بھی ان کے چکر میں پھنس کر بار بار شائع کر رہے ہیں ،سیاہ ہیولہ یہ تو کسی کی پسند نے تو ہم نے کیا کہیں مصباح جو ہے اس کے بارے میں کہنے کو ،انجان مسافر ،قاتل حسینہ ،بیقرار روح ،اور باقی شمارہ بھی فائن ہے انکل جان کیا بات ہے ہم جب بھی آپ کو اپنی سٹوری کے بارے میں کہتے ہیں آپ کہتے ہیں اگلے ماہ آ رہی ہے مگر جب شمارہ لیتے ہیں تو اس میں نام و نشان بھی نہیں ہوتا پلیز آپ ایسا مت کیا کریں بے شک نہیں شائع ہوئی تو نہ سہی مگر اس طرح لالچ تو نہ دیں ہم اپنے تمام دوستوں کو بتا دیتے ہیں مگر شمارے میں سٹوری نہ پا کر دوستوں میں شرمندہ ہوتے ہیں ہم نے ایک بار بھا کال پہ نہیں کہا کہ شائع کریں بس پوچھتے ہیں کہ کیا یہ ٹھیک بھی ہے کہ نہیں آخر میں سلام

محمد ندیم عباس میواتی چوکی..............................

اسلام علیکم ۔خوفناک میں میرا پہلا خط ہے اگر حوصلہ افزائی ہوئی تو ضرور بضرور آپ کی محفل میں حاضر ہوتا رہوں گا مجھے خوفناک میں متعارف کروانے والے میرے بھائی ابو ہریرہ ہیں میں ان کا بہت ہی شکر گزار ہوں انہوں نے مجھا تنے اچھے رسالے سے متعارف کروایا ہے اب انشاءاللہ ہر ماہ پڑھا کروں گا ماشاءاللہ خوفناک ڈائجسٹ بہت اچھا جا رہا ہے اس میں شامل بہترین اور عمدہ کہانیاں اس کی عمدگی کا منہ بولتا ثبوت ہیں اور دعا ہے کہ یہ ہمیشہ ایسے ہی ترقی کرتا رہے اور خدا سے نظر بد سے بچائے آمین ۔ڈائجسٹ میں تمام رائٹر اچھا لکھ رہے ہیں خاص کر کے انکل ریاض احمد ان کی تو کیا ہی بات ہے پڑھ کر مزہ آ جاتا خدا ان کی عمر دراز کرے آمین آخر میں تمام رائٹرز اور سٹاف کو میری طرف سے سلام پلیز انکل میرا خط ضرور شائع کر دینا میں نے دل سے لکھا ہے ۔میری طرف سے سب کو سلام

محمد ابوذر غفاری بلوچ بہاولنگر..............................

مئی کا رسالہ ستائیس اپریل کو ہی مل گیا سرورق بہت ہی بھیانک تھا سب سے پہلے اسلامی صفحہ پڑھا پڑھ کر ایمان تازہ ہو گیا اس کے بعد خطوط کی طرف گئے تو اپنا خط دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا خط شائع کرنے کا بہت بہت شکریہ انکل ریاض جی کی سٹوری نہ پا کر دل کو بہت دکھ ہوا پتہ نہیں ان کی کہانی کیوں شائع نہیں ہوئی پلیز انکل جی کہانیاں لکھتے رہا کریں آپ کی کہانی کے بغیر یہ ڈائجسٹ پھیکا پھیکا سا لگتا ہے اس کے بعد بھائی خالد شاہان کی بھید قسط نمبر ۳ پسند آئی اگلی قسط کا بے صبری سے انتظار ہے، پھر قلم نشاد صاحب کی کہانی سیاہ ہیولہ قسط نمبر ۲ پڑھی پڑھ کر مزہ آیا اس کے بعد اسد شہزاد صاحب کی آسیبی جال پسند آئی ،جادوگر اور قاتل حسینہ بھی اچھی تھی لیکن انکل جی رائٹر کا نام نہیں لکھا غزلیں اور اشعار بھی اچھے تھے پلیز انکل جی ہمارے خط بھی شائع کر دیا کریں ہم بڑے دل سے لکھتے ہیں تمام قارئین کو میری طرف سے سلام۔

اپنوں کی چاہتوں سے ملے اس قدر فریب ۔روتے رہے لپٹ کے ہر اجنبی کے ساتھ

محمد ابوھریرہ بلوچ ،بہاولنگر..............................

اسلام علیکم ۔ہم سب خیریت سے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ آپ سب بھی اللہ کے فضل و کرم سے ٹھیک ہوں

گے اپنی غزل اور خط دیکھ کر خوشی ہوئی باقی ان رائٹرز کا بہت شکریہ جو ہماری بزم میں تحفہ سے پر تشریف لائے اور ان کا بھی شکریہ جو خود تو نہ آ سکے مگر ان کے گفٹ ہمیں مل گئے ہیں جو نہیں آئے ان سے شکوہ نہیں ہے سوائے ایک شخص کے وہ کون ہے میرا خط پڑھ کر جان گیا ہوگا مئی کا شمارہ میرے ہاتھوں میں ہے اس حال میں کہ پڑھنے کا وقت میرے پاس نہیں ہے کیوں کہ بھائی جان کراچی چلے گئے ہیں اور فیکٹری کا سارا کام مجھے سنبھالنا پڑتا ہے اور پھر انیس مئی کو ایگزام بھی آ رہے ہیں یہ کیا انکل جان آسیبی جال تیسری بار شائع ہوگئی ہے کیا اور سٹوریاں ختم ہوگئی ہیں جو بار بار ایک ہی سٹوری آ رہی ہے جبکہ ہماری سٹوریاں ایک بار بھی آپ نے شائع نہیں کیں اور دوسری بات اسد بھائی واہ کیا بات ہے ہم لوگ آپ کو راز پر مبارک باد دیتے ہیں، آپ نے وہ سٹوری کہیں سے چوری کر کے لگائی ہے پر شرم کی کمی ہے لوگوں میں جو ایسا کرتے ہیں، سیا ہیولا آپی قمر نشاد گریٹ قسط نمبر ۳ کیوں انکل ریاض صاحب آپ کی قسط تلاش عشق کہاں غائب ہوئی پلیز جلدی اگلی قسط روانہ کریں سب قارئین اور رائٹرز کو سلام اور ایڈوانس میں رمضان المبارک انکل جان آپ نے ہمارے خط کے بارے میں کچھ بھی نہیں جو ہم نے آپ کو لکھا تھا ویسے آپ کی مرضی کی بات ہے اگر آپ ایک بار کال کر دو تو کیا حرج ہے

مصباح کریم میواتی چوکی..

اسلام علیکم۔ امید کرتی ہوں کہ آپ سب خیریت سے ہوں گے فروری کا شمارہ میری سالگرہ والے دن اٹھارہ فروری کو ملا دونوں خوشیاں اکٹھی ملیں سارہ شمارہ بہت ہی زبردست تھا کہانیوں میں جو کہ میں ابھی پڑھی ہیں دسمبر قمر قمر نشاد، فتح جنگ، پراسرار کوہ پیما قیصر جمیل پراوانہ یاموں کا جن، طلسمی نیکلس صداقت عالم بخاری محبوب شاہ۔ اور راز اسد شہزاد گو جرہ سب سے بہترین کہانیاں تھیں مبارک قبول کیجئے باقی ابھی پیپر کی مصروفیت کی وجہ سے نہیں پڑھ سکی مگر خالد شاہان اور شہاب شیخ کی کہانیاں پڑھے بغیر ہی میں کہہ سکتی ہوں کہ وہ زبردست ہوں گی اسد شہزاد کا راز جاننے کے لیے تو مجھے اب بھی بے چینی ہو رہی ہے اور قمر نشاد آپ کے دسمبر نے تو مجھے ٹھہرا دیا دوستوں کی جدائی پہ مجھے بہت دکھ ہوا اشعار میں عثمان وحی گلشن پور، سرفراز خوشاب، عائشہ رحمن کبیر والا، لقمان حسن، عابدہ رانی، عدنان عاشق، وقاص اور اسد شہزاد کے شعر بہترین تھے غزلوں میں مجھے تخیل احمد کراچی، اور زاہد اقبال بحر سمندری، میڈم فضا، آلہ آبادی، کی غزلیں بہت پسند آ ئیں خطوط کی محفل میں کافی امن رہا خود کو روکنے کے باوجود بھی میں نے تقریباً سارا شمارہ پڑھ لیا تین مارچ کو میرا پہلا پیپر ہے امید ہے کہ سب دعا کریں گے کیوں کہ دعا تو میں خود بھی کر رہی ہوں میں نے ایک کہانی مکمل کر کے رکھی ہے پیپر کے بعد بھیجوں گی اپنے اشعار دیکھ کر خوشی ہوئی انشاء اللہ پھر ملیں گے فرصت سے ابھی آپ سے اس شعر کے ساتھ اجازت چاہوں گی

رکھو رابطہ جب تک ہم زندہ ہیں اے دوست۔ پھر مت کہنا چلے گئے دل میں یادیں بسا کر

رابعہ ارشد رانی۔ منڈی بہاؤ الدین..

مئی کا ڈائجسٹ ملا پڑھ کر بہت خوشی ہوئی اقراء آپی کا انتظار ہے بہت خوشی ہو رہی ہے کہ ڈائجسٹ میں پرانے ساتھی واپس آ رہے ہیں قمر نشاد کی قسط وار کہانی بہت اچھی تھی میں خط کے ہمراہ ایک کہانی بھی بھیج رہا ہوں امید ہے ضرور شائع کریں گے آسیبی کھوپڑی، اور ایک تھی ناگن آپ کے پاس ہیں ان پر نظرثانی کریں آخر میں دعا ہے خوفناک ڈائجسٹ دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے آمین۔

محمد قاسم رحمان۔ ہری پور..

اسلام علیکم کیسے ہیں آپ سب جی میں بھی آپ کی دعاؤں سے خوش ہوں ایک مشکل پیش آ گئی ہے قارئین

مارچ 2014 کا شمارہ نہیں مل رہا پورا ہری پور میں نے چھان مارا ہے مگر مجھے نہیں ملا اگر آپ میں سے کسی کے پاس ہو تو برائے کرم اس پتہ پر بھیج دیں ڈاکخانہ خاص گاؤں ڈھوک سہارن تحصیل و ضلع منڈی بہاؤالدین میں پڑھنے کے بعد واپس کردوں گی اپنا جوابی پتہ بھی لکھ دیجئے گا پلیز اگر آپ کے پاس مارچ کا خوفناک ہو تو مجھے جواب دیں میں چند دنوں میں واپس کردوں گی فروری کا پڑھ لیا ہے مگر اپریل کا ابھی ویسے کا ویسا ہی پڑا ہے جب تک مارچ کا نہیں ملا میں کوئی بھی نہیں پڑھوں گی اس لیے برائے کرم یہ خط ملتے ہی مجھے مارچ کا رسالہ بھیج دیں میں آپ کی بے حد مشکور رہوں گی اس شعر کے ساتھ اجازت چاہوں گی اللہ حافظ۔

دیکھ زندگی اس طرح نہ رلا مجھے۔ ہم خفا ہو گئے تو چھوڑ جائیں گے تجھے

..........رابعہ ارشد۔ منڈی بہاؤالدین

اسلام علیکم۔ میں بالکل خیریت سے ہوں امید کرتی ہوں کہ آپ بھی خیریت سے ہو نگے۔ اواپریل کا خوفناک انھائیس مارچ کو ہی مل گیا ٹائٹل بہت اچھا تھا سب سے پہلے حسب معمول خطوط کی طرف گئی اس کے بعد اسی صفحہ پڑھا جو بہت ہی پسند آیا اس ماہ جو سٹوریاں اچھی تھیں ان میں خونی ریگستان، بند مکان کا راز شفقت علی سمندری، بھیانک تعبیر پرنس کریم پشاور، چڑیل کا انجام محمد بلاول حافظ آباد، عاشق ناقتل بھائی ملک زاہد صاحب کی، اور سیا ہیولا آپی قمر نشاد صاحبہ کی شامل ہیں باقی کہانیاں بھی اچھی تھیں غزلیں اور اشعار بھی اچھے تھے آخر میں خوفناک ڈائجسٹ کے لیے دعا گو ہوں کہ یہ دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے آمین اور رسالے کے تمام رائٹروں کو میرا اسلام۔

..........فرخندہ جبیں، بہاولپور

اسلام علیکم۔ میں خوفناک اور جواب عرض کی پوری ٹیم کی شکر گزار ہوں جنہوں نے میری تحریر شائع کر کے میری حوصلہ افزائی کی اور مجھ میں مزید ہمت پیدا کی کہ میں لکھوں اور میں لکھتے بھی لگی پہلے جواب عرض میں پھر خوفناک میں پھر دکھی کہانیوں میں شہزادہ التمش اور بھائی ریاض احمد آج آپ کی وجہ سے میں دوسرے رسالوں میں بھی لکھ رہی ہوں ایک آپ ہی تھے اور قارئین جنہوں نے میری کہانیوں کو پسند کیا ورنہ میرے اپنے نے تو میرا مذاق بنایا اور مجھے پاگل نفسیاتی اور جانے کیا کیا لقب دیتے رہے ایک طرف میں اپنی تحریروں کو دیکھ کر خوش ہوتی ہوں تو دوسری طرف میرے اپنے میرا مذاق بناتے ہیں اور میری خوشی غم میں بدل جاتی ہے اور پھر مجھ میں ہمت پیدا ہوتی ہے ریاض بھائی آپ کی وجہ سے میری مایوسی امید میں تبدیل ہو جاتی ہے میں آپ کی تہہ دل سے شکر گزار ہوں بھائی اگر کوئی بات بری لگی ہو تو معاف کرنا خدا حافظ۔

..........رینا محمود قریشی، میر پور

اسلام علیکم۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب میری عمر نو یا دس سال کی تھی تو میں نے خوفناک پڑھنا شروع کیا چونکہ میں ایک ڈرپوک لڑکی تو اسی وجہ سے شروع شروع میں بہت ڈرتی تھی جب لائٹ چلی جاتی تو میں بستر میں ہی دبک جاتی مجھے ہر طرف کھوپڑیاں ہی نظر آتی جو اس وقت کی کہانیوں کی ہیرو ہوتی تھیں جی ہاں کھوپڑی ہی ہیرو تھی خیر ایسی کہانیاں جو مجھے اب بھی یاد ہیں جیسے خونی کیکڑ اناز نین، وغیرہ وغیرہ ان کے قلم میں بھی ایک سحر ہوتا تھا جو اس وقت کہانیاں لکھتے تھے اور میری دیوانگی کا یہ عالم ہوتا تھا کہ میں رات کے آٹھ یا نو بجے ڈائجسٹ لے کر بیٹھ جاتی تھی اور تین یا چار بجے تک پڑھتے رہتی تھی وقت کا احساس صبح اذان سے ہوتا تھا اب ویسی کہانیاں یا تو خالد شاہان صاحب لکھ رہے ہیں یا انکل ریاض شاہان بھائی آپ کو بہت بہت سلام اور انکل ریاض جی آپ کو بھی

بہت ساری دعاؤں کے ساتھ سلام قبول ہو آج میں میٹرک بھی دو سال سے کر چکی ہوں اور جبکہ میں ڈائجسٹ تیسری کلاس سے پڑھ رہی ہوں مجھے نہیں علم یہ خط شائع ہوگا یا نہیں مگر یہ تو علم ہے کہ میرا کسی بھی ڈائجسٹ میں پہلا خط ہے اس کے علاوہ میں خواتین اور شعاع اور سسپنس بھی پڑھتی ہوں مگر لکھنے کی جسارت آج کی ہے بہت باتیں ہوگئی آخر میں قارئین کو بہت بہت سلام قارئین اشعار لکھنے سے پہلے غور کر لیا کریں کہ ہم جو اشعار لکھ رہے ہیں وہ کہیں کفریا کلمات کے ساتھ تو نہیں ہیں کیوں کہ میں نے ایک شعر نہیں بلکہ کئی شعر پڑھے خوفناک میں میری بات پر غور کیجئے گا اللہ تمام قارئین کو ایمان اور صحت کی بہترین حالت میں رکھے آمین۔

فاطمہ کول۔ صادق آباد

میری طرف سے تمام قارئین خوفناک کو سلام امید ہے سب خیریت سے ہوں گے میں نے مارچ کا شمارہ پڑھا پڑھ کر بہت مزہ آیا بھائی ریاض احمد کی کہانی تلاش عشق مجھ سے چھوٹ گئی ہے امید ہے وہ بہت ہی اچھی ہو گی کیوں کہ آپ خوفناک کے کنگ ہیں آپ سے بات کر کے بہت اچھا لگا مجھے آپ بہت اچھے انسان ہیں، انوکھا پیار بلقیس خان آپ کی کہانی اچھی تھی۔ منحوس لمحے عثمان غنی آپ کی کہانی بھی اچھی تھی ایسے ہی مزید لکھتے رہیں انشاء اللہ کامیابیاں ملیں گی یہی میری دعا میں آپ کے ساتھ میں ڈریم گرل سائرہ ارم آپ کی کہانی بالکل بے معنی اور بچوں جیسی تھی آپ کو بہت ہی محنت کرنا ہوگی سریلی بانسری ردا جمیل آپ کی کہانی پڑھ کر میں نے خوفناک خرید لیا تھا اسد شہزاد آپ کی کہانی کا آخری حصہ تھا اس لیے پڑھ نہ سکی کیوں کہ میں نے خوفناک دوسری بار خریدا ہے پہلی بار نومبر میں خریدا تھا خوف قمر فرشتہ آپ کی کہانی اچھی تھی باطل کی پرستار بالکل بکواس تھی محمد قاسم آپ کو محنت کی ضرورت ہے خونی پتھر ساحل دعا بخاری آپ کی کہانی کی پہلی قسط اچھی تھی جید خالد شاہان آپ کی کہانی قسط وار تھی نہ پڑھ سکی اسد شہزاد آپ کی کہانی ایم اے راحت کی کہانی جلتی ہوئی بستی کی تھی اپریل کا شمارہ جلد ہی مل گیا اس بار اپریل کا شمارہ بہت ہی مزیدار تھا تلاش عشق جید تو ایک طرف سیا ہیولہ قمر فرشتہ کہانی کی قسطیں پڑھ کر پڑھوں گا خونی پتھر ساحل دعا بخاری ان کی دوسری قسط بھی تھی مددگار روحوں کا دیس محمد قاسم رحمانی آپ کی کہانی زبردست تھی اپریل کے شمارے میں میری بھی کہانی تھی اس کے بارے میں دوسرے لوگ بہتر جانتے ہیں جادوگر اور معصوم مخلوق رینا محمود آپ کی کہانی بھی اچھی تھی شیطانی پتلا حسن علی بخاری زبردست کہانی تھی خونی ریگستان محمد نادر شاہ آپ نے بارہ سال کی عمر میں ہی اتنی اچھی کہانی لکھ کر کمال کر دیا آپ مجھ سے تین سال چھوٹے ہو یعنی میرے چھوٹے بھائی ہوئے اسی طرح لکھتے رہیں گے تو کامیاب ہو جائیں گے چڑیل کا انجام محمد بلال آپ کی کہانی بھی زبردست تھی بند مکان کا راز شفقت علی، بھیانک تعبیر پرنس کریم آپ دونوں کی کہانیاں پڑھ کر تو جان ہی نکل گئی خوف کے مارے رات کو نیند ہی اڑ گئی آپ دونوں کی تحریری واقعات آنکھوں کے سامنے گھومنے لگتے ہیں ریاض انکل بہت شکریہ میری کہانی شائع کرنے کا میں آپ کی شکر گزار ہوں بہت جلد ایک نئی کہانی عجیب کھیل کے حاضر ہوگی پلیز جب دل چاہے شائع کر دیجئے گا شکر گزار رہوں گی۔

فلک زاہد۔ لاہور

اسلام علیکم۔ میں بھی سب کی طرح ہی خوفناک ڈائجسٹ کا دیوانہ ہوں میں بھی ہر ماہ نئے رسالے کی امید میں ہوتا ہوں کہ جیسے ہی ڈائجسٹ آئے دوسرے دوستوں سے پہلے لوں اور ان کو بتاؤں کہ میں نے خرید لیا ہے اور میں کافی دیر بعد خط لکھ رہا ہوں کہ بھائی ندیم عباس میوانی نے مجھے مخاطب کر کہا ہے کہ طالب حسین میوانی تو بھائی صاحب میں میوانی نہیں ہوں ہم پنجابی ہیں اور اور آج کل میں بھی ایگزام کی فل تیاری میں ہوں اللہ ہم

سب کو کامیاب کرے آپ نے یاد کیا آپ کا بہت ہی شکریہ میں ہر بار آپ کا خط پڑھتا ہوں مگر لکھنے کا ٹائم نہیں ملتا آخر میں ساری ٹیم کو سلام

..........................حافظ طالب حسین۔ چتوکی

اسلام علیکم۔ امید کرتی ہوں کہ آپ سب خیریت سے ہونگے فروری کا شمارہ ملا سارہ شمارہ بہت ہی زبردست تھا کہانیوں میں جو کہ میں ابھی پڑھی ہیں دسمبر قم قم نشاد، فتح جنگ، پراسرار کوبرا قیصر جمیل پراوانہ یاموں کا جن، طلسمی نیکلس صداقت عالم بخاری محبوب شاہ۔ اور راز اسد شہزاد گوجرہ سب سے بہترین کہانیاں تھیں مبارک قبول کیجئے باقی ابھی پیپر کی مصروفیت کی وجہ سے نہیں پڑھ سکی مگر خالد شاہان اور شہاب شیخ کی کہانیاں پڑھے بغیر ہی میں کہہ سکتی ہوں کہ وہ زبردست ہونگی اسد شہزاد کا راز جاننے کے لیے تو مجھے اب بھی بے چینی ہو رہی ہے اور قم نشاد آپ کے دسمبر نے تو مجھے شہزاد یا دوستوں کی جدائی پہ مجھے بہت دکھ ہوا اشعار میں عثمان دکھی تنگلن پور، سرفراز خوشاب، عائشہ رحمن کبیر والا ،لقمان حسن، عابدہ رانی، عدنان عاشق، وقاص اور اسد شہزاد کے شعر بہترین تھے غزلوں میں مجھے شکیل احمد کراچی، اور زاہد اقبال، سحر سمندری، میڈم فضاء آلہ آبادی، کی غزلیں بہت پسند آئیں خطوط کی محفل میں کافی امن رہا خود کو روکنے کے باوجود بھی میں نے تقریباً سارا شمارہ پڑھ لیا ہے۔ میں جلد اپنی قسط کا دوسرا حصہ روانہ کردوں گی آپ خوفناک کی طرف دھیان دیں ہمیں خوفناک بہت ہی پسند ہے اور امید ہے کہ آپ ہماری رائے کو ضرور شامل کریں گے۔ مجھے ریاض بھائی سے شکوہ ہے کہ انہیں جو میں کہتی ہوں وہ کرتے ہیں میں نے ان کو کہتی ہوں کہ خوفناک میں ہر چیز فریش شائع کیا کریں لیکن اس کے باوجود بھی کچھ چیزیں وہی ہوتی ہیں جو ہم پہلے سے پڑھ چکے ہیں امید ہے کہ اب کی بار ایسا نہیں ہوگا۔ باقی میری طرف سے سب کو خلوص بھرا اسلام۔

--------------------ساحل دعا بخاری۔ بصیر پور۔

خوفناک میں ایک بار پھر انٹری دے رہا ہوں امید ہے کہ آپ پہلے کی طرح میری تحریروں پر توجہ دیں گے میں خوفناک سے بہت ہی پیار کرتا ہوں اس کی وجہ سے میرا خوف بہت ہی کم ہو کر رہ گیا ہے۔ امید ہے کہ آپ اس کو یونہی شائع کرتے رہیں گے اور اس میں سب رائٹر حضرات بہت ہی اچھا لکھتے ہیں مجھے سب رائٹروں کی تحریریں ہی بہت پسند ہیں امید ہے کہ وہ لکھتے ہی رہیں گے۔ اور ہم اس کو پڑھتے ہی رہیں گے۔ میری طرف سے سب کو خلوص بھرا اسلام۔

--------------------محمد شاہد، پتوکی۔

میرا حال دل سن کر تم کیا کرو گے
میری آگ میں تم بھی ناحق چلو گے
میں کہتا ہوں اب بھی تمہیں لوٹ جاؤ
میرے ساتھ آخر کہاں تک چلو گے
جو لوٹا ہے تم نے اداؤں سے اپنی
محبت کی بازی میں اک دن ہرو گے

یہ چہرے کی زردی اداسی یہ آہیں
بتاؤ یہ الزام کس پر دھرو گے
میں جلتا ہوں جس آگ آج تنہا
اس آگ میں تم تنہا چلو گے
جب یاد آئیں گی تم تصور کی وفائیں
اکیلے میں چھپ چھپ کے رویا کرو گے

سید تصور شاہ۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ

خوفناک ڈائجسٹ کوپن

شعری پیغام اپنے پیاروں کے نام

جس کے لئے پیغام ہے، اس کا نام و مقام

نام .... شہر ....

پیغام (شعری شکل میں) ....

....

....

....

بھیجنے والے کا نام و مقام

نام ....

شہر ....

ماہنامہ خوفناک ڈائجسٹ لاہور

یہ کوپن کاٹ کر اس پر شعر لکھ کر ہمیں ارسال کر دیں

نام ________ شہر ________ فون نمبر ________

مجھے یہ شعر پسند ہے

____

____

مکمل پتہ ________

____